گفتگو ۱۳

واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو-۱۳

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

84138

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو ۔ ۱۳
مصنف	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	۲۰۰۳ء
بار	اوّل
قیمت	RS 200

ناشر:
کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱۔ اے جوہر ٹاؤن لاہور، فون: ۵۳۰۰۴۳۸

ڈسٹری بیوٹرز: خزینہ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

واصفؔ ہے یہی ہر کس و ناکس کی زباں پر
ہم جانتے سب کچھ ہیں مگر کہہ نہیں سکتے

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

صاحبِ نظر کے پاس جب کوئی شخص آتا ہے تو وہ اُس کو اُس کی ذہنی سطح، اُس کی ضرورت اور استعداد کے مطابق اپنے فیض سے نوازتا ہے۔ یہ نوازش کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ وہاں پر ایک عام آدمی کی چھوٹی چھوٹی خواہش، ضرورت اور سوال پورا کرنے سے لے کر رُوحانی اور وجدانی علم عطا کیا جاتا ہے۔ اِن لوگوں میں سے کچھ اصحاب وہ ہوتے ہیں جو اُس صاحبِ نظر کی خاص توجہ کے طالب بن جاتے ہیں۔ جب صاحبِ نظر انہیں قبول کرتا ہے تو پھر اُن پر توجہ کے دریچے کھول دیتا ہے۔ طالب پر توجہ کرنے کے کئی معروف طریقے ہوا کرتے ہیں۔ یہ توجہ رُوحانی بھی ہوسکتی ہے۔ یہ توجہ قلبی توجہ بھی ہوسکتی ہے اور یہ توجہ وقت اور فاصلے سے مُبرّا اور مستثنیٰ بھی ہوسکتی ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کی صاحبِ نظری کا عالم یہ تھا کہ آپ کے پاس آنے والے اصحاب کے لیے توجہ کرنے کے سب طریقے موجود بھی تھے اور عمل پذیر ہو کر اپنے جلوے بھی دکھاتے تھے۔ اُن کی محفلوں میں آنے والے شرکاء جو کہ ایک دوسرے کے حال سے واقف اور باخبر رہتے، یہ مشاہدہ کرتے رہتے کہ کس پر کس طرح کے فیض کا رنگ چڑھ رہا ہے۔ ہر کوئی اپنے حصّے کی توجہ حاصل کرتا جاتا۔ صاحبانِ نظر کی توجہ

کرنے کی اقسام میں ایک بہت ہی خاص قسم کی توجہ کا نام ہے لسانی توجہ یعنی کہ زبان کی توجہ، گفتگو کی توجہ۔ جب قبلہ واصف صاحبؒ کسی ملاقات میں یا اپنی محفل کے بیان میں اِس توجہ کی خوشبو پھیلاتے تو یہ ایک قابلِ دید منظر ہوتا تھا۔ پھر دیکھا یہ جاتا تھا کہ سننے والے پر کئی قسم کی کیفیات اثر کرنے لگی ہیں۔ اُسے پہلے تو خاموشی ملتی کیونکہ اُس کے اندر بے چین اور چیختا ہوا انسان اپنے سوال کا جواب پا کر ایک سرور والی خاموشی کی کیفیت میں داخل ہو جاتا ـــــ پھر اُس پر قبلہ واصف صاحبؒ کی دانشِ نورانی سے لبریز علم اور عرفان کی باتیں اپنے اصل معانی کے ساتھ واضح ہو جاتیں۔ وہ شخص اپنا ذاتی مسئلہ حل ہونے کے ساتھ ساتھ سکون و سرور کی دولت سے آشنا ہو جاتا۔ ایسے اصحاب جب اپنی دنیا میں واپس لوٹتے تو انہیں دیکھ کر اور اُن سے پوچھ کر دوسرے لوگ بھی اِس توجہ کی حامل گفتگو کے لیے اُن کی خدمت میں، اُن کی محفل میں پہنچ جاتے۔ یوں گفتگو کا یہ سلسلہ چلتا گیا، بڑھتا گیا اور پھیلتا گیا۔ اُسی گفتگو پر مشتمل ایک اور کتاب آپ کے لیے حاضر ہے، یہ خواہش اور دعا لیے ہوئے کہ اس گفتگو کی توجہ اس کتاب کے پڑھنے والے کو بھی وہی فیض دے جو تب اِس کا خاصہ تھی۔

اُمید ہے پڑھنے والے ہمیں اپنی رائے سے ضرور مطلع کرتے رہیں گے۔ والسلام۔

فہرست

﴿۱﴾

موجودہ دور میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ۱۷

۲ موجودہ دور میں بڑی پریشانیاں ہیں' اخبار بھی آتا ہے تو تہلکہ مچ جاتا ہے۔ ۴۸

۳ ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں اور خود نہیں بدلتے؟ ۴۸

۴ آپ جاننے والے ہیں آپ سمجھ لیں کہ ہماری تمنا کیا ہے اور ہم کیا جاننا چاہتے ہیں...... ۵۴

۵ آپ ہمارے لیے بہت کچھ کرتے ہیں مگر ہم نے آج تک آپ کے لیے کچھ نہیں کیا۔ تو ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ ۶۳

۶ ہم آج کل کے حالات میں بندوں کو کیوں موردالزام ٹھہراتے ہیں جب کہ اس میں اللہ کی رضا اور مشیت بھی تو ہوسکتی ہے؟ ۶۳

۷ یہ جو سارے واقعات ملک میں ہورہے ہیں تو کیا اس میں
کوئی معنی پوشیدہ ہیں؟ ۶۴
۸ سر! یہ جو اس وقت ملک کی صورت حال ہے یہ جزا کی ہے
یا سزا کی ہے؟ ۶۵
۹ مگر آپ فرماتے ہیں کہ صورت حال بہتر ہے...... ۶۶
۱۰ آج کل جھوٹ اور ظلم سے کیسے لڑیں؟ ۶۶
۱۱ سر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسی قوم ہوگی ویسے حاکم مسلط کر
دیے جائیں گے ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟ ۶۷
۱۲ ۱۹۶۵ء میں تو انڈیا کے آنے سے ایک واحد مقصد ہو گیا تھا
لیکن جب مشرقی پاکستان کا مسئلہ ہوا تب یہ وحدت فکر پیدا
نہیں ہوسکی! ۷۱
۱۳ سر! اسلام میں سکون قلب کے لیے کیا بتلایا گیا ہے؟ ۷۲
۱۴ سر! آپ کہتے ہیں کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ تو اس کا
مطلب کیا ہے؟ ۷۵

﴿۲﴾

۱ نماز قائم کرنے اور نماز پڑھنے میں کیا فرق ہے؟ ۸۱
۲ استقامت کا کوئی آسان راستہ بیان فرمادیں؟ ۸۶
۳ حضور! مومن اور مسلمان میں کیا فرق ہے؟ ۸۸

۴ نماز قائم کرنے، عمل پیرا ہونے پر تو اس عمل کا خارجی طور پر بھی اثر ہوتا ہے؟ ۸۹

۵ اللہ کا شکوہ کیا ہوتا ہے؟ ۹۶

۶ ہمیں کیا دعا مانگنی چاہیے؟ ۹۸

۷ گزارش ہے کہ نفس بعض اوقات منہ زور گھوڑے کی طرح ہو جاتا ہے تو اس کو قابو کرنے کے لیے ہم کیا کریں؟ ۱۰۰

۸ عرض یہ ہے کہ ''ظرف'' ہوتا کیا ہے اور یہ بڑا کیسے ہوتا ہے؟ ۱۰۳

۹ کیا زندگی میں Competition نہیں کرنا چاہیے؟ ۱۰۵

۱۰ کیا ہم جمع ہو کر ایک جماعت نہ بنا لیں۔ ۱۰۷

۱۱ اجتماعی زندگی میں کیا کیا جائے؟ ۱۰۸

۱۲ ایسا کیوں ہے کہ ایک طرف تو انسان سیاست میں دلچسپی لیتا ہے اور ایک طرف سیاست سے بھاگتا ہے؟ ۱۰۹

﴿۳﴾

۱ علم حاصل کرنے کے لیے تو تاکید کی گئی ہے؟ ۱۲۸

۲ بعض آوازیں کیوں پسند آجاتی ہیں؟ ۱۳۱

۳ چھوٹے بچے سے جب ہم بات کرتے ہیں تو زبان اس وقت بدل جاتی ہے۔ ۱۳۲

۱ ہم فقیری یا درویشی کے لیے کوشش تو کرتے ہیں مگر
کامیاب کیوں نہیں ہوتے؟ ۱۴۷
۲ کچھ لوگوں کو تو فقیری ہر گز نہیں ملتی اور کچھ کو بڑی آسانی
سے مل جاتی ہے...... ۱۵۵
۳ کوئی کیسے دریافت کرے کہ یہ جو ہمارا منصب ہے یہ
پیدائشی ہے؟ ۱۵۸
۴ آپ نے فرمایا تھا کہ جو جان لیتا ہے وہ مر جاتا ہے۔ ۱۶۳
۵ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں مگر
یہ سمجھ نہیں آتا...... ۱۶۴
۶ یہ بزرگ، یہ پیر کون تھے؟ ۱۶۶
۷ اپنے پیر کا حکم کس حد تک ماننا چاہیے؟ ۱۶۶
۸ اگر وہ غلط کہے تو پھر بھی مانتے جائیں؟ ۱۶۷
۹ صراطِ مستقیم کا کیا تصور ہے؟ ۱۷۲
۱۰ ایسے کیوں ہوتا ہے کہ سارا ہفتہ ہم سوچتے رہتے ہیں کہ
آپ کے پاس جب ہم جائیں گے تو یہ پوچھیں گے لیکن
یہاں آ کر یاد نہیں رہتا؟ ۱۷۶
۱۱ ہم مکان تو اپنی اولاد کے لیے بنا رہے ہیں...... ۱۷۹
۱۲ اچھے وقت کے لیے دعا ہی ہوگی یا کچھ اور بھی کرنا پڑے گا؟ ۱۸۱

﴿۵﴾

۱	لوگوں کے پاس ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں مگر روحانی طور پر وہ بہت کمی محسوس کرتے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟	۱۸۹

﴿۶﴾

۱	ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال پوچھا کریں؟	۲۱۵
۲	اگر یہ پکا یقین ہو کہ میرے اس رشتے دار پر جادو کا اثر ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟	۲۱۸
۳	کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ وسوسہ اور تذبذب ختم ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے؟	۲۱۹

١

جائیں گے ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟

۱۲ ۱۹۶۵ء میں تو انڈیا کے آنے سے ایک واحد مقصد ہو گیا تھا لیکن جب مشرقی پاکستان کا مسئلہ ہوا تب یہ وحدت فکر پیدا نہیں ہو سکی!

۱۳ سر! اسلام میں سکونِ قلب کے لیے کیا بتلایا گیا ہے؟

۱۴ سر! آپ کہتے ہیں کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ تو اس کا مطلب کیا ہے؟

سوال:

موجودہ دور میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

اگر آپ غور کریں تو آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کسی دور کے بدلنے سے فطرت میں تبدیلی آئی ہو اشیاء کی فطرت اور افراد کی فطرت میں۔ Even اگر دور بدل جائے تو مولی' گاجر نہیں بن جائے گی اور گاجر مولی نہیں بن جائے گی۔ ہر شے فطرت کے اندر رہن ہے' مقرر ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز اپنی شکل میں مقرر شدہ رکھ دی گئی ہے۔ جس طرح نجوم یعنی ستارے اور سیارے اپنے اپنے مدار میں مقرر کر دیے گئے ہیں اسی طرح انسان اپنے اعمال میں مقرر کر دیا گیا ہے۔ پھر اس دور میں آج کل کیا کرنا چاہیے۔ ہم میں سے ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جسے یہ کہا جائے کہ آج وہ وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنی جائداد قوم کے نام لگا دو' آج اپنا مکان بیچ کر دریائے راوی میں پیسے ڈال دو۔ تو اس بات کو ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ یعنی کہ اپنی فطرت مادی جو ہے اُس سے نکلنے کے لیے کسی کے اندر حوصلہ نہیں ہے۔ تو فطرت بدلنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اگر دَور پلٹا کھا گیا تو وہ اپنے گھر جانے کی بجائے کسی اور گھر میں داخل ہو جائے۔ اسی لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو اپنی فطرت' اپنی ضرورت' اپنا کردار اپنے خواب' اُن کو قائم رکھتے ہوئے آج کے انسان میں کسی ایک عمل کی Even

تمنا ہے۔ تو انسان کیا چیز Preserve کرے، محفوظ کرے؟ ماضی Preserve کرے اور حال بھی Preserve کرے، مال بھی قائم رکھے، مکان بھی قائم رکھے، اولاد بھی قائم رکھے، Even صحت کے لیے ڈاکٹر کا انتظام بھی رکھے اور مستقبل بھی قائم رکھے جو اس کے تفکر اور خیال میں ہے اور اپنے خوابوں کی دنیا بھی آباد رکھے۔ تو پھر کوئی نیا عمل چاہیے۔ اتنے اعمال میں نیا عمل بیان کرنے والا آپ کو کیا بتائے سوائے اس کے کہ اس کی Valium، نیند کی گولیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ وہ عمل جو آپ کو اپنے ماضی سے باہر نہ نکال دے، آپ کو اپنے آپ سے باہر نکالنے کے لیے ذرہ چھٹنے کے لیے بے تاب نہ ہو جائے، کوئی ایسی رائے دی نہیں جا سکتی کہ آج کا دور بدلا نہیں۔ تو وہ آدمی جس کی فطرت میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اس کے لیے دور کبھی بدلا ہی نہیں۔ جس نے اپنے کمرے میں صبح شام کرنی ہے اُس کے لیے دَور کبھی نہیں بدلا۔ آپ لوگ اجتماعی زندگی میں ایک کیفیت مرتب کرتے ہیں۔ اجتماعی زندگی میں ایک گینگ بنا رہے ہیں، پھر بہت بڑا گینگ بن جائے گا، وہ بڑے کام کرے گا اور سارے لوگ خود کو اس میں Involve محسوس کریں گے۔ اور آپ کو یہ پتہ نہیں چل رہا کہ موت ایک شیر کی طرح ایک ایک بھیڑ کو دبوچتی چلی جا رہی ہے، کھاتی چلی جا رہی ہے اور اُن کا جنازہ پڑھ کے آپ فارغ ہوتے جا رہے ہیں، پھر سے زندگی میں Involve ہو جاتے ہیں، یہ آپ کی اجتماعی مصروفیت ہے، Collective Activity ہے اور اِس بات پر کسی نے غور نہیں کیا کہ Collective Activity میں مصروف رہنے والا شخص انفرادی طور پر رخصت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ تو اس پر غور کرنا چاہیے کہ انفرادی رخصت جو ہے جسے آپ انفرادی موت کہتے ہیں دراصل اجتماعی عمل ہے۔ خیال

کا ٹوٹ جانا موت ہے۔ وجود کی موت سب سے آخری موت ہے یعنی سانس کی موت بعد کی موت ہے اور اس سے پہلے احباب کی موت ہے' واقعات کی موت ہے' سکول کی زندگی' کالج کی زندگی' یونیورسٹی کی زندگی کا ختم ہونا' یہ ساری موتیں ہی ہیں۔ وہ آدمی جو اِن تبدیلیوں کو محسوس نہ کرے وہ ایک Collective' ایک بہت بڑے ہنگامے میں اپنے آپ کو شامل سمجھے' اُس کے لیے ایک ہی واقعہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ رخصت ہو جائے' یا پھر ہمت ہو تو چلتے ہوئے دَور کو تھام لے۔ تو ایسے لوگ بھی آئے۔ چلتے ہوئے دور کو وہ تھام سکتا ہے جس کے پاس جو چیز موجود ہو' وہ اُس کو چھوڑ دے۔ یعنی موجود کو لاموجود کرنے والا شخص دور کو تھام سکتا ہے۔ اور موجود میں کیا ہوتا ہے؟ مال والے کے پاس مال' خیال والے کے پاس خیال یعنی گذشتہ Previous زندگی میں جو خیال اس نے حاصل کیا چاہے وہ بشکل Feasible Philosophy ہو' ایک معنی خیز علم ہو' جو آپ نے حاصل کیا یعنی معنی پرور علم حاصل کیا اور پھر اس علم کی حالت اور کیفیت میں یہ موجودہ دور آپ کو غلط لگا' وہ دور جس کی Product پیداوار آپ ہیں یا جو آپ کی Product پیداوار ہے یا جس سے لاتعلق آپ ہیں یا جو آپ سے لاتعلق ہے۔ اگر یہ دور آپ سے لاتعلق ہے اور آپ اس سے لاتعلق ہیں تو آپ کا ہونا اور نہ ہونا اس دور کے لیے بے معنی ہے۔ اگر یہ آپ کی پروڈکشن ہے تو آپ اِسے Reproduce کریں' تخلیق کریں کیونکہ اگر اس ماحول کے خالق آپ ہیں تو پلیز اسے Recreate کریں۔ مگر آپ نہ تو Creator ہیں اور نہ اس ماحول کی Creation ہیں' پیداوار ہیں اور نہ اس ماحول میں شامل ہیں Involved ہیں' تو پھر یہ آپ کا تو مسئلہ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ دریا جو ہے آج کل بہت تیز چل رہا ہے تو

کیا کیا جائے؟ آپ دریا پہ نہ جایا کریں کیونکہ دریا کو روکنا' اس کی رفتار کم کرنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے' اگر آپ کے بس کی بات ہے تو اس کا پھر ایک طریقہ رہ گیا کہ آپ وقت کو روکنے کا کوئی بندوبست کریں۔ ہر آدمی کو وقت ہزار بار ناپسند آتا ہے' کچھ لوگوں کو وقت آج ناپسند آ رہا ہے جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ وقت بہت خطرناک ہے' یہ تو وہ Event ہو گیا ہے وہ واقعہ ہو گیا جو غالباً نہیں ہونا چاہیے تھا' یہ تو تاریخ کا ناسازترین واقعہ ہے۔ کسی کے لیے کوئی واقعہ اداس ہوگا اور کسی کے لیے کوئی دوسرا واقعہ اداس ہوگا۔ سوال اتنا ہے کہ کیا وقت کی رفتار روکی جا سکتی ہے؟ کیا حالات کنٹرول کرنے کی پاور موجود ہے؟ اگر تو پاور موجود ہے تو پھر میں یہ کہوں گا کہ اُسے Exercise کرو' استعمال کرو۔ تو صرف یہ نہیں کہ موجود واقعہ میں کریں بلکہ جب بھی وقت کی گردشِ زمان و مکاں آپ کے مزاج سے باہر جانے لگ جائے تو اُسے پکڑ لو۔ اگر آپ بے بس ہیں تو پھر Fuss Create نہ کرو' پھر دعا کرو۔ دعا کے آپ قائل نہیں ہو اور ہمت پر آپ مائل نہیں ہو تو زندگی میں گھائل ہو جاؤ گے اور پریشان ہو جاؤ گے۔ جس آدمی کو بات پکڑنے کی عادت ہو اور گفتگو کی عادت ہو تو وہ وقت کا مزاج پہچانتا ہے اور اُس کو پتہ ہوتا ہے کہ وقت کہاں رکتا ہے' وقت جہاں سے چلتا ہوا نظر آ رہا ہے وہ وہاں پہ رُکے گا۔ اور اگر آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ وقت کی رفتار کیسے رکتی ہے تو جو آپ نے سوچا کہ وقت غلط جا رہا ہے اس سوچ کے بارے میں غور کریں۔ شاید آپ کی یہ سوچ صحیح نہ ہو۔ کہ بیماری ہو' علاج کا پتہ ہو اور پھر بھی اپنے ذہن پر زور نہ دو تو پھر ڈاکٹر کی تحویل میں چلے جاؤ۔ مثلاً ایک بیماری آپ کو محسوس ہوئی کہ آپ کو درد ہے' چلو مان لیا کہ درد ہے' پھر آپ کیا کرو؟ علاج کر لو۔ کہتا ہے

میرے ذہن نے بتایا کہ میں بیمار ہوں لیکن علاج کا پتہ نہیں۔ پھر آپ ڈاکٹر صاحب کے پاس چلے جائیں' اس کی تحویل میں دے دیں اپنے آپ کو' اس سے یہ نہ پوچھنا کہ یہ چھوٹا سا کیپسول مجھے کیسے ٹھیک کرے گا۔ تو اپنے لیے ایک بہتر ڈاکٹر تجویز کر کے اُس کے سپرد کر دیا کرتے ہیں۔ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہے اُس کے لیے مناسب ادارے میں چلے جاؤ اور اُسے کہو کہ جناب یہ احوال ہیں' طبیعت ناساز ہے' کیا کیا جائے؟ پھر جو وہ نسخہ دے وہ آپ لے لو۔ اگر آپ پیروں فقیروں کو مانتے ہیں' وہ گلے میں تعویز لٹکا دے گا' بسم اللہ کر کے لٹکا دو' کہتا ہے یہ کیا ہے؟ کہتا ہے جن نہیں آئے گا' تعویز کے ساتھ چلا جائے گا۔ کہتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ کہتا ہے اُس کو درخت کے ساتھ لٹکا دو رزق بڑھ جائے گا' اس سے رزق پھیل جاتا ہے' یہ اس تعویز سے محبت واپس آ جائے گی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو نسخے وہ بتائیں اعتقاد کے ساتھ پورا کرو۔ اب اس Situation میں' کیفیت میں جس میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں اس میں ضروری بات یہ ہے کہ آپ کا خیال یہ ہے' آپ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ وقت کے اندر جو گردش ہے' اس وقت جو ظلم ہے اِس کو روکنے کی تمنا ہے۔ تو میری طرف سے ذاتی طور پر اجازت ہے کہ اسے روکو' میں پھر کہہ رہا ہوں کہ اسے روکو اگر روکنا نہیں آتا تو پھر خاموش ہونا سیکھو۔ اگر Fight کرنا' لڑنا نہیں آتا' حضرت امام عالی مقامؑ کی طرح کسی کو شہید ہونے کا طریقہ نہ آئے تو پھر خاموش ہو جاؤ ورنہ ظالم کو للکارو تو پھر شہادت کا طریقہ خود بخود آئے گا۔ شہادت کا طریقہ وہ سکھا دے گا۔ تو ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو رائج الوقت طریقے ہیں' سیاسی ادارے ہیں' ایک جماعت بنائی جاتی ہے' وہ جماعت اعلان کر دیتی ہے' الیکشن' پھر موچی دروازہ ہے'

جلسہ گاہ ہے' اسی طرح پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ایک کالم ہوتا ہے' اخبار ہوتا ہے' اُس شخص پر لکھا جاتا ہے کہ اے ظالمو! ہوش کرو' خیال کرو' دھیان کرو' تم لوگوں نے وقت کی نبضیں خراب کر دی ہیں' ہوش کرو' جواب دینا ہوگا۔ تو یہ بھی ایک طریقہ ہے انسانوں کا۔ اس کے علاوہ انسانوں کی دنیا میں اور بھی طریقے ہیں۔ ایک آدمی جب کسی اور حساب سے چلتا گیا تو اس نے وقت کو بدل دیا' وقت کی گردش روک دی' تو کوئی کس انداز سے گیا اور کوئی کسی اور انداز سے گیا۔ بیماری محسوس کرنے والا کہیں نہ کہیں علاج کرا لیتا ہے' یا دعا کرتا ہے یا پھر صبر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تو چارہ ہی نہیں ہے۔ آپ نے جس طور پر قوم کی بیماری تجویز کی ہے' دریافت کی ہے' اس کے علاج کے لیے مناسب ادارے کے پاس رجوع کیا جائے' پھر وہ مناسب ادارہ خود ہی بیماری کو دریافت کرے گا' خود ہی علاج کرے گا' آپ صرف تعاون کریں۔ تو یا تو آپ اس اصلاح کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں یا پھر آپ جو کر سکتے ہیں وہ کر لیں۔ اتنی دنیا میں' اتنے لوگوں میں ہم نے ایک جماعت مرتب کر لی ہے' یہ جماعت آپ دیکھیں' اس میں سامعین کرام ہیں' آپ جیسے لوگ ہیں' تمام افکار اور اذکار والے لوگ ہیں' باطن والے بھی ہیں' دعا والے بھی ہیں' منصب والے بھی ہیں' ارادے والے بھی ہیں' فلسفے والے ہیں اور فکر والے ہیں' تو سارے موجود ہیں۔ اس لیے کوئی ایسی راہ اور بن جائے گی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو مانتے ہیں تو پھر اس کا ایک علاج ہو جائے گا۔ ایک نیک بندہ تھا' وہ بڑا Upset ہوا' پریشان ہوا' اللہ سے کہتا ہے کہ کمال ہے طاقت اس کو دے دی ہے اور خیال مجھے دے دیا ہے' میں خیال کو لے کے بیٹھ گیا اور تم نے طاقت اُس کے حوالے کر دی یعنی ہندو کی بات

84138

کرر ہاہوں' انگریزوں کی بات کرر ہاہوں اور یہ حملہ آور کی بات ہے کہ اسلحہ اُن کو دے دیا اور ایمان ہمیں دے دیا۔ کہتا ہے اب ایمان اسلحہ کے ساتھ کیسے لڑے' یا تو ایمان میں وہ قوت دے جو اسلحہ کو توڑ دے' ایٹم کو توڑ دے۔ اے اللہ تو اُن لوگوں کے ساتھ ملا ہوا ہے' ان کے ساتھ Allied ہے' ان کو اسلحہ دے دیا' مال بھی دے دیا' فکر بھی دے دی' اُن کو Strategic Points بھی بتا دیے' اہم نکات بھی بتا دیے اور ہمیں صرف ایمان دے دیا' اب بتا ایمان کا ہم کیا کریں' ہمارا ایمان سلامت ہے' جنگ جانے اور کافر جانے۔ تو ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ایمان کو اسلحہ بناؤ' یہ شہادت کی راہ ہے' پھر Clash ہے اور Confrontation ہے یعنی للکارنا۔ پھر ایک چھوٹی سی چیز بھی للکارے گی تو بڑی چیز کو اڑا دے گی۔ مگر یہاں کسی سے کہیں کہ تحریک چلانی ہے کمرے سے باہر نکلو تو وہ کہتا ہے کہ دھوپ بڑی تیز ہے' موسم کا آپ کو پتہ ہے کہ Heatwave' گرمی کی لہر آئی ہوئی ہے' کمرہ بڑی مشکل سے ٹھنڈا ہوا ہے' دوپہر کو کمرے سے باہر جانا بڑا مشکل ہے۔ اگر اُسے کہیں کہ کل دو بجے دوپہر کو نعرے لگانے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کیا ٹائم نہیں بدل سکتا؟ ٹائم تو بدل سکتا ہے اور ٹائم ہمیشہ کے لیے ٹل بھی سکتا ہے۔ اس لیے علاج جو ہے' علاج بتانے والا نہیں ہوتا بلکہ علاج کرنے والا ہوتا ہے۔ جب چار آدمی مل کے متفقہ طور پر فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم علاج کریں گے تو وہ انشاءاللہ تعالیٰ کریں گے۔ تو اس مسئلے کا علاج ہم نے کرنا ہے اور علاج کرنے کا طریقہ تو بتا رہا ہوں آپ کو۔ علاج یہ ہے کہ ایک آدمی کی آواز پر چل پڑیں تو آپ سارے ایسے ہیں جیسے مہلک ہتھیار ہوں' ابھی تو آپ کو پتہ نہیں کہ آپ کیا ہیں۔ اگر سارے ہم خیال ایک جگہ پہ بیٹھ جائیں' بشرطیکہ آپ سارے

ہم خیال ہوں' تو اتنے آدمیوں کا ہم خیال ہو کے بیٹھ جانا' دعا کرنا' بڑی بات ہے۔ دعا کے اگر آپ قائل ہیں تو یہ دعا موسم بدل دے گی' وقت کو ٹال دے گی اور زمانہ صحیح ہو جائے گا۔ باقی یہ کہ ظالم کا کیا کریں؟ ظالم کو سزا دو۔ دو ہی صورتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ سزا دینے والا ادارہ آپ ہونے چاہییں یا پھر وہاں تک آپ کی رسائی ہونی چاہیے۔ مگر نہ آپ وہ ادارہ ہیں اور نہ اس ادارے تک آپ کی رسائی ہے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب آنا چاہیے۔ اللہ کا عذاب تم نہیں دے سکتے' اُس نے تو ابھی وارننگ دینی ہے' اس طرح عذاب تو نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اللہ کی Agency تو یہی ہے کہ اللہ یا تو خود فیصلہ کرتا ہے' پھر اللہ کے نبیؑ کی طرف سے فیصلہ ہوتا ہے یا وقت کا کوئی آدمی فیصلہ کرتا ہے۔ تو کہیں نہ کہیں سے یہ منظوری ہوتی ہے۔ تو طریقہ یہ ہے کہ یا درویشِ وقت اعلان کرے کہ خبردار زمانہ رُک جا' یا حضور پاک ﷺ کی طرف سے کوئی وارننگ ہو' حکم ہو' یا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عتاب اور عذاب کی شکل آ جائے' زمین کے اندر سے کوئی واقعہ اُمڈ پڑے ورنہ آپ حالات کو اپنی حالت کے انداز سے پہچانو اور اپنی Contribution کو اپنی صلاحیتوں کی حد میں رکھو' یہ نہ ہو کہ آپ آسمان کے ستارے کی چال کی اصلاح کرتے جائیں۔ سوچنا چاہیے کہ آپ کتنا کچھ کر سکتے ہیں۔ وقت کی رفتار کی مثال دی جائے تو کون سے آدمی ہیں جو وقت کی رفتار کو بدلنے کے لیے جان قربان کرنے کو تیار ہیں؟ تو وہ آدمی ہونے چاہییں۔ چونکہ آپ وہ آدمی نہیں ہیں لہٰذا آپ سے ان کی آشنائی کس انداز سے ہو۔ تو وہ راہنمائی آپ تک کیسے پہنچے جب کہ آپ اُس لائن میں نہیں ہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ آپ تک وہ بات آنی چاہیے تو آپ کس Capacity میں پوچھ رہے ہیں'

کیا آپ Spectator ہیں' تماشائی ہیں' تمنائی ہیں اور اس وقت کو پہچاننے میں' Read کرنے میں' اور اس وقت کے تبدیل کرنے میں آپ کی Contribution' آپ کا حصہ کیا ہوگا اور آپ کی استعداد کیا ہوگی' وہ استعداد آپ کی طرف سے ہو گی یا مانگنے والے کی ضرورت کے مطابق ہوگی۔ تو سارے آدمی ایسی بات کہیں کہ ہم سے جو ہو سکا وہ کریں گے' جتنی بھی ہماری استعداد ہوگی۔ تو خود کو معالج کو Handover کریں' سپرد کریں' یہ اور طرح کا معالج ہے' Different معالج ہے' یہ وہ نہیں ہے کہ آپ کی مرضی سے علاج کرے اور جسے آپ کہیں کہ پہلے علاج اگر پسند آیا تو علاج کریں گے اور پسند نہیں آیا تو نہیں کریں گے۔ تو فیصلہ کرنا چاہیے آپ کو۔ آپ نے حکیم دریافت کرنا ہے۔ اب آپ کا مسئلہ بڑا آسان ہو گیا کہ وقت کی بیماری دور کرنے کے لیے کسی حکیم کی ضرورت ہے' اب آپ Wait کرو' انتظار کرو۔ اگر آپ کسی ماں سے پوچھیں کہ بچہ بیمار ہو تو ڈاکٹر کو کیسے تلاش کیا کرتے ہیں۔ تو میرا خیال ہے آپ کو اس کے جواب کا پتہ چل سکتا ہے بلکہ ہر ایک کو پتہ چل جاتا ہے۔ اگر کسی کو ذاتی تکلیف ہو تو اس کو معالج کا پتہ چل جاتا ہے' اگر زمین میں نقائص ہو جائیں تو پٹواری کے گھر چلے جاتے ہیں یا اُسے گھر بلا لیتے ہیں۔ اس طرح آپ کو پتہ چل جاتا ہے۔ وقت کی ضرورت جو ہے اُس کو پہچاننے کے لیے آپ کے اندر اگر یہ خیال جاگزیں ہو تو یہ باقی خیالوں سے بہتر ہے۔ پھر آپ کو اس کا جواب ضرور مل جائے گا۔ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے جس کا علاج اللہ تعالیٰ نے نہ پیدا کیا ہو' اللہ تعالیٰ نے سب علاج پیدا فرمائے ہیں۔ اب آپ لوگوں کے دماغ جو ڈسٹرب ہو رہے ہیں یہ بے سبب نہیں بلکہ یہ علاج ہی مرتب ہو رہا ہے۔ یعنی اگر لوگوں کے ذہن میں تشویش پیدا ہو گئی' لوگوں

کے ذہن پریشان ہونا شروع ہو گئے اور ایک کیفیت پیدا ہو گئی ہے تو یہ کیفیت بذاتِ خود معالج کے وجود کو پیدا کر رہی ہے' تو اُس معالج کی موجودگی خود بخود ہو جائے گی۔ پھر معالج کہے گا کہ آپ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ' پھر ہم جانیں اور ہمارا کام' ہم آپ کے کان میں Whisper کریں گے' بات کہہ دیں تو آپ ہماری بات نہ ماننا۔ میں آپ کو صرف صلاح نہیں دے سکتا' رائے نہیں دے سکتا بلکہ فیصلہ دے سکتا ہوں۔ فیصلہ میں اس کو دیتا ہوں جہاں پہلے میں اس کو قبول کرنے والا بناتا ہوں۔ میں آپ کو یہ ایک طریقۂ واردات بتا رہا ہوں کہ قبول کرنے والا مزاج میں پہلے بناتا ہوں اور فیصلہ میں بعد میں دیتا ہوں۔ اگر آپ کا مزاج ایسا ہے' قبول کرنے والا ہے تو میں فیصلہ آپ کو سنا دیتا ہوں۔ ہم آپ کو بتا دیں گے جب بھی آپ قبول کرنے والے ہوئے' ابھی تک تو نہیں ہوئے' تو پھر آپ Wait کرو۔ اب فیصلہ یہ ہو گیا کہ جو قبول نہیں کر رہا' اُس کو ہم قبول نہیں کر رہے اور جس کو قبول نہیں کر رہے اُس کو پھر علاج نہیں بتا رہے۔ تو یہاں تک تو پوزیشن Clear ہو گئی' واضح ہو گئی۔ اب میرے ذمے کوئی کام نہیں رہ گیا اور بال آپ کے کورٹ میں واپس چلا گیا۔ اب آپ کا سوال کیا رہ گیا؟ آپ کہیں گے کہ میں نے تو گزارش کی تھی کہ ہم کیا کریں؟ میں یہ کہہ رہا ہوں میرے پاس تو فیصلہ قبول کرنے والے لوگ ہیں' اور یہ میری اطاعت کی بات ہے اور یہ کہنا ماننے والے لوگ ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ میں آپ سے دوستانہ رکھنا چاہتا ہوں تو میں کہوں گا کہ آپ کے ساتھ میرا دوستانہ ہے مگر جو علاج کے لیے آئے اُسے میں کہوں گا کہ علاج کے لیے کلینک میں داخل ہو جائیں۔ تو یہاں حل اور طرح کا ہے۔ ایک کہانی سناتا ہوں۔ ایک پیر صاحب تھے' اُنہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم

کے لیے اُسے اپنے خلیفہ کے پاس بھیجا کہ اس کی تربیت کرو۔صاحبزادہ صاحب چلے گئے۔ وہاں گئے تو خلیفہ صاحب نے بڑی عزت کی کہ بسم اللہ پیر صاحب کا بیٹا کیا آیا کہ پیر صاحب ہی آ گئے۔ اُس نے کہا کہ مجھے ابا جی نے بھیجا ہے کہ میں آپ سے علم حاصل کروں۔تو خلیفہ صاحب نے کہا آپ نیچے بیٹھ جاؤ' جس طرح ہم نے علم حاصل کیا ہے' ہم اُسی طرح تمہیں دیں گے۔ پھر اسے باہر بٹھا دیا اور کہا کہ تم سے بعد میں بات کریں گے' تمہارے ساتھ کل بات ہوگی' جس طرح دوسرے لوگ لنگر کھا رہے ہیں اُسی طرح لنگر سے کھانا کھاؤ۔تو اگر پیرزادہ بن کے آنا ہے تو عزت ہے' ادب ہے اور اگر طالب علم بن کے آنا ہے تو جو سب کے ساتھ ہوگا وہی تیرے ساتھ ہوگا۔تو بات یہ ہے کہ اگر آپ نے دوست بن کے آنا ہے تو بسم اللہ' جو آپ کہو' ہم ماننے کے لیے تیار ہیں' ہم دوستوں کے بڑے دوست ہیں لیکن اِس وقت ہم دوسرے فنکشن میں ہیں۔ اگر آپ نے مجھ سے دوستی کا تعلق رکھنا ہے تو ہم آپ کو دوست اور محترم سمجھتے ہیں۔ یہ تو ہوئی ناں دوستانہ بات۔ رہ گئی نیاز مندی تو یہ شعبہ اور ہے۔آپ دعا کریں کہ ملک کے حالات بہتر ہو جائیں' آپ کے ذاتی حالات بہتر ہو جائیں' انسان نجات پا جائے' یہ زندگی اور اگلی زندگی بہتر ہو جائے۔باقی یہ کہ اللہ کا کام تو چلتا ہی رہتا ہے۔آپ کے لیے یہ نصیحت ہے کہ جہاں آپ عمل کر سکتے ہیں عمل کریں اور جہاں آپ دعا کر سکتے ہیں وہاں دعا کریں' تو جہاں جو کر سکتے ہیں وہ کریں۔ آپ کو آپ کی Will کی Exercise کے لیے' اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی مکمل آزادی اور مکمل اجازت ہونی چاہیے۔میری طرف سے تو یہ اجازت پہلے دن سے ہی ہے۔باقی جو لوگ ہمارے پابند ہو جاتے ہیں ہم اُن کے ساتھ پھر

راز کی بات کر دیتے ہیں۔ وہ جب پوچھتے ہیں تو پھر میں اُس کو بتاتا ہوں اور اُس کا اصول اور ہے' Rule of the Game ہے' اس گیم کے اور اصول ہیں۔ ایک دفعہ میں بے تاب ہو گیا تو میں نے ایک آدمی سے پوچھا جو اس گیم کو جاننے والا تھا' میں نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے اور اب کیا ہو گا؟ اُس نے بڑے آرام سے کہا ''ہم سے زیادہ بے تاب ہے تُو'' تو میں بات سمجھ گیا۔ پھر بولے ''اتنا کچھ ہم جانتے ہیں اور تم سے زیادہ جانتے ہیں اور ہم سے تُو زیادہ بے تاب ہے' تُو تو سب خراب کر دے گا' اب یہ دیکھ کہ کیا کیا چیز ہے جو تیری نگاہ سے اوجھل ہے' کتنے اور واقعات بھی ہو رہے ہیں لیکن تمہیں ہونے والے یہ واقعات نظر آ رہے ہیں اور جہاں دوسرے واقعات ہو رہے ہیں وہ تو تمہیں نظر نہیں آ رہے''۔ تو یہ بڑا Correlated Affair ہوتا ہے' بڑے مربوط معاملے ہوتے ہیں' ایک سائیڈ نظر آتی ہے مگر پورے کا پورا نظام عالم بدلتا ہے' تو آپ لوگوں کے لیے یہ نظامِ عالم کی نوید ہے اور یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ ویسے آپ لوگ اپنی تسلی کے لیے اس کا تجربہ کر لیں کہ یہ کیا ہے۔ ہماری حکومت سے جو لوگ معزول ہوئے اُن لوگوں کو کچھ کرنے کی ہمت ہی نہیں اور نہ ان کی ذاتی زندگی میں کوئی فرق پڑا' انہوں نے کھایا اور انہوں نے کمایا اور پھر اُن کو ایک اشارے سے ایک طرف کر دیا گیا۔ آپ کہتے ہیں کہ بڑا ظلم ہوا' یہ کیسے مظلوم ہیں کہ اُن میں سے کوئی بھی نہ بولے اور آپ بولیں' آپ کس کی داد میں اور کس کی فریاد میں بولیں گے۔ آپ کے لیے تو کل بھی یہ جائز نہیں تھا اور آج بھی یہ جائز نہیں ہے' ہمارے لیے تو کل بھی یہ اسلام نہیں تھا اور آج بھی یہ اسلام نہیں ہے' کل بھی یہ روا نہیں تھا اور آج بھی روا نہیں ہے۔ تو ہمارے لیے تو کوئی نئی بات ہوئی ہی نہیں' جیسے کل تھا ویسے

ہی آج ہے اور جن کے ساتھ یہ نئی بات ہوئی ہے اُنہیں کیا ہو گیا' وہ بولتے کیوں نہیں ؟ اُن میں سے کوئی نہیں بول سکتا۔ تو لازمی بات ہے Something wrong, seriously wrong, somewhere تو کہیں نہ کہیں کچھ غلط ضرور ہے۔ میں یہ کہتا ہوں ایک آدمی کی کرپشن کی بات نہیں بلکہ جنہوں نے بہت زیادہ مال کھایا وہ بھی محفوظ اور قائم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا وقت اپنی پوری کامیابیوں کے ساتھ موجود ہے۔ ان کا پورے کا پورا وقت قائم ہے۔ اور Apathy بڑھتی جا رہی ہے اور وہ ایک وقت گزرنے کے بعد وہ اپنے منطقی نتیجے پر نہیں پہنچی یعنی قوم کے اندر بے حسی اپنی جگہ موجود ہے اور جسے آپ علم کہہ رہے ہیں یہ ایک میٹھا درد ہے' قوم کے اندر موجود ہے' قوم کے اندر لالچ کی صورت میں' آج بھی لوگوں کے ذہن میں کوئی پروگرام ہو گا کہ بزنس کہاں ہو' کاروبار کیسا ہو' بے شمار لوگوں کی بے شمار Activity ہے۔ قوم جو ہے غالباً یہ کسی کے ذہن میں ترجیح کے طور پر نہیں ہے' کسی کی فکر میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ قوم کیا ہے۔ قوم جو ہے الگ الگ ہو رہی ہے اور اس قوم کے اندر وحدت ابھی تک ہے ہی نہیں۔ آپ کسی ایک سے پوچھیں تو ایک ادارہ کچھ اور کہہ رہا ہے اور دوسرا کچھ اور کہہ رہا ہے۔ اگر آپ Responsibility کی بات کریں' ذمہ داری کی بات کریں تو تمام صاحبان کے آپس میں الگ الگ بیان ہیں جس سے قوم کو اسلام کے بارے میں تشویش ہے کہ کیا کیا جائے۔ ہر آدمی ایک انبار لگا کے بیٹھا ہے اور کہتا ہے میرے پاس آؤ' صداقت ہمارے پاس ہے۔ تو ہر آدمی کہہ رہا ہے کہ صداقت ہمارے پاس ہے' اور عام آدمی' Common Man جو ہے وہ کچھ حاصل کیے بغیر ہی گھر واپس آ جاتا ہے کیونکہ اتنی صداقتیں ہیں کہ وہ کرے کیا۔ لہٰذا علماء

صاحبان اتفاق کرلیں' تھوڑی دیر کے لیے ہی اجتماع کرلیں تو پھر ایک واقعہ بن جائے گا۔اور مشائخ کرام اتفاق کرلیں تو ایک واقعہ بن جائے گا۔علماء اور مشائخ اکٹھے ہو جائیں تو ایک واقعہ بن جائے گا۔تمام سیاست دان وقتی طور پر اکٹھے ہو جائیں اور کہیں کہ ایک آدمی کو ہم مان لیتے ہیں اور چل پڑیں تو ایک واقعہ بن جائے گا۔ آپ لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو سب ایک خاص قسم کے لوگ ہیں' یہاں پر سب اپنے ذہن کو Enlighten کر لیتے ہیں' روشن کر لیتے ہیں اور زندگی کی کربنا کیوں اور اذیتوں سے نکل آتے ہیں' مگر جن لوگوں کا کام سیاست ہے وہ اتفاق نہیں کرتے تو کہتے ہیں کسی شخص کے پاس جو طاقت ہو اُس کو یہ نہ دیکھو کہ اُس کے پاس اپنی طاقت ہے بلکہ یہ دیکھو کہ دشمن کی طاقت دراصل دوستوں کی کمزوری کا نام ہے۔ جب دوست ہی نہ رہے تو دشمن تو خود بخود طاقت ور ہو جاتا ہے۔

میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ یہ سیزر کا واقعہ ہے۔اس وقت سیزر کا اتنا بڑا Image تھا کہ سارے کہتے تھے کہ یہ کوئی دیوتا ہے' کائنات کا بادشاہ ہے۔ تو کسی نے کہا کہ سیزر انسان ہی ہے' اس سے اتنا ڈرا نہ کرو' ایک مرتبہ یہ دریا میں ڈوبنے بھی لگ گیا تھا۔تو اس کا اتنا بڑا دبدبہ تھا کہ کوئی آدمی اس کے خلاف بولنے کو خدا کے خلاف بولنا سمجھتا تھا۔تو اس آدمی نے کہا کہ ایک مرتبہ سیزر کو مرگی کا دورہ پڑا تھا۔تو جواب دیا ایک جواب دینے والے نے کہ مرگی اس کو نہیں پڑی بلکہ مرگی تو ہمیں پڑی ہے کہ ہم اس کے خلاف بولنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔

تو اگر سیاست سے Belong کرنے والوں' تعلق رکھنے والوں میں جذبہ اور جرأت نہ ہو تو پھر جو بھی فاسق و فاجر ہو اُس کو Perpetuation مل

جاتی ہے' تقویت مل جاتی ہے۔ ظلم کی Perpetuation جو ہے تقویت جو ہے مظلوم کی خاموشی ہے بلکہ مظلوم کو اب ظلم عزیز ہونے لگ گیا ہے' مظلوم ہونے کے ساتھ نہ صرف سمجھوتہ کرلیا ہے' Compromise کرلیا ہے بلکہ اس کو ظلم سے Pleasure' خوشی ہو رہی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان زخم کو Enjoy کرتا ہے' لطف اٹھاتا ہے' بعض اوقات زہر پینے کو Enjoy کرتا ہے۔ بعض اوقات زہر سے بھی لذت ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بے خانماں برباد رہنے کی بھی لذت ہوتی ہے۔

نشیمن سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

کچھ لوگوں کے اندر یہ بات ہوتی ہے کہ وہ مظلوم ہونے کو بھی گوارا کرتے رہتے ہیں بلکہ ہمیشہ Enjoy کرتے ہیں' لطف اٹھاتے ہیں' ابھی اس قوم کو رد نہیں کرتے بلکہ اس قوم کے لیے دعا کرتے ہیں' اس کی عاقبت کے لیے دعا کرتے ہیں اور ملک کے لیے دعا کرتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ اتنا وعدہ کرلیں کہ آپ اپنی اپنی حد میں Domain میں اتنے Sincere' مخلص ہو جائیں گے جتنا آپ کسی Head of State' ملک کے صدر کے ساتھ Sincere' مخلص ہوتے ہیں' جتنا کسی کو Sincere' پُرخلوص دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو آپ اپنی Domain میں' حد میں اُس سے Sincere ہو جائیں۔ اللہ جب آپ سے پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا تو کہنا کہ ہم سورج تو نہیں بنا سکے بس ہم نے ایک جگنو کی روشنی کا کام کیا۔ سورج بننا آپ کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے یہ نیکی' بدی' سیاست' زندگی' مال' دولت' یہ ساری کی ساری **Activity** جو ہے' یہ Answerable ہے' جواب دہ ہے۔ آپ میری ایک بات وارننگ کے طور پر سن لیں' Answerability' آپ لوگوں کے عمل

کی جواب دہی آپ لوگوں کے اپنے سامنے نہیں ہے' اپنے ذہن کے سامنے نہیں ہے' جواب دہی Answerability اللہ کے سامنے ہے اور ذہن جو ہے وہ حجاب کے طور پر اللہ اور آپ کے درمیان کھڑا ہے۔ لہٰذا ذہن کو آپ درمیان سے نکال دیں۔ تو جواب دہی آپ کی ذہن کے سامنے نہیں بلکہ اللہ کے سامنے ہے اور اللہ کے سامنے اتنی ہے جتنی آپ کی استعداد میں ہے۔ استعداد تھوڑی ہے تو اگر آپ زیادہ کی کوشش کرو گے تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو گے۔ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے کے اعمال کا Answerable نہیں ہے' جوابُ دہ نہیں ہے۔ No man will never be questioned for the action of others تو کوئی آدمی دوسرے کے عمل کا جواب دہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دوسرے کا عمل ہے' دوسرے کا Action ہے' دوسرے کا دین خراب ہو رہا ہے اور آپ اپنے دین کو سنواریں۔ ایک دفعہ کسی نے سوال کیا تھا کہ جہاں کوئی مردار ہوتا ہے تو وہاں گدھ کیسے پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ پتہ چل جائے کہ مردار میں تھوڑی سی جان باقی ہے تو وہاں مسیحا کو بھی جانے کی اجازت ہے کہ شاید کام بن جائے۔ اس کا دارومدار Intention پر' نیت پر ہے' تو اے صاحبانِ عقل' تمہاری عقل قوم کے کام آنی چاہیے' اے صاحبانِ مال' تمہارا مال قوم کے کام آنا چاہیے' اے صاحبانِ سیاست' تمہاری سیاست' قوم کے کام آنی چاہیے۔ اے صاحبانِ جاگیر آپ کی جاگیر قوم کے کام آنی چاہیے۔ تو آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ قوم کے کام آنا چاہیے۔ تو ہمارے پاس جو دولت ہے ہم یہ کہیں کہ یا رب العالمین' اس کو قوم کے فائدے کے لیے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنے آپ سے باہر جانا' یہ پہلی بغاوت ہے' پہلا ظلم ہے۔ بزرگ یہ بتاتے ہیں کہ ظالم وہ

انسان ہے جو کسی چیز سے اُس کی Capacity سے' صلاحیت سے زیادہ کام لے' کسی چیز سے اُس کی فطرت کے علاوہ کام لے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ظالم وہ بھی ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ بیان کرے کہ اس کے پاس ہے' یعنی جو چیز نہیں ہے اُس کا ہونا ظاہر کرے تو وہ ظالم ہے۔ اور جس کے پاس جو چیز ہے اُس کا نہ ہونا بیان کرے' وہ بھی ظالم ہے' یعنی جو مخفی رکھے ظاہر کو اور ظاہر کرے مخفی کو وہ ظالم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرفان نہیں دیا' اللہ کی مرضی جس کو دے' اگر وہ کہتا ہے کہ صاحبان' میرے پاس عرفان کی دولت آئی ہے' اور اس نے کسی کتاب سے فقرہ پڑھ کے بول دیا۔ اب یہ آدمی ظالم ہے جو عرفان رکھتا نہیں ہے مگر ظاہر کرتا ہے۔ یہ ظلم اپنے آپ پر بھی ہے اور لوگوں پر بھی ہے' یہ آدمی انشاء اللہ تعالیٰ اپنی عبرت کو پہنچے گا۔ کون؟ جو ایسی چیز بیان کر رہا ہے جو Exist نہیں کرتی' موجود نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی Head of the State ہے' سربراہِ مملکت ہے اور کہتا ہے کہ اے میری قوم' مظلوم قوم میں تمہیں کنارے پر لے جانا چاہتا ہوں۔ مگر اس کی نیت یہ نہیں ہے' تو وہ ظالم ہے اور عبرت کو پہنچے گا۔ اسی طرح اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ صاحبان میرے پاس تمہارے لیے عرفان کی دولت ہے مگر اُس کے پاس نہیں ہے تو یہ آدمی ظالم ہے اور اپنی عبرت کو پہنچے گا۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس دین کا علم ہے اور علم اُس کے پاس لادینیت کا ہے تو وہ ظالم ہے اور عبرت کو پہنچے گا۔ کسی حقیقت کو چھپانے والا شاید بچ جائے لیکن غلط مقام بیان کرنے والا مشکل سے بچے گا۔ تو وہ غریب جو دولت مند ہو کے سامنے آ رہا ہے' وہ جاہل جو عقل مند بن کے سامنے آ رہا ہے اور وہ کمزور جو طاقت ور بن کے آ رہا ہے' یہ سارے کے سارے ظالم ہیں۔ ظالموں

کے یہ شعبے بھی غور کرنے والے ہیں۔ لہٰذا آپ وہ بات نہ کریں جس کا آپ کو عرفان نہیں ہے۔ دو انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی۔ یہ دو قسمیں، دو Categories آپ کو بتا رہا ہوں، ایک وہ جس کو اللہ نے چاہا، پسند کیا اور اُس کو بادشاہت سے نوازا اور دوسرا ایک وہ جس کے لیے اُس نے عبرت تجویز کی اور اس کو بادشاہی دی، ایسی بادشاہی جو عبرت اور عذاب ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

اللہ کیسے معزول کرتا ہے؟ معزول کرنا، مذموم کرنا ہے۔ اب یہ ہے بادشاہت کا حال جو کہ ایک Contrivance ہے اللہ کے نزدیک۔ جس کے اعمال میں حسن اور خوبی ہے اس کو کبھی کبھی دانائی کی دولت اور بادشاہت سے نواز دیتا ہے۔ بادشاہت کا مطلب ہوتا ہے اس کی رعایا، عوام، اُس کے چاہنے والے، اُس کے ماننے والے، اُس کا جن پر حکم نافذ ہو۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے، بہت عرصہ پہلے، ایک زندہ انسان تھا جو لاہور میں موجود تھا اور اُس کے بعد تھوڑے عرصہ بعد مزار بن گیا۔ اب مزار کو تو کوئی حق نہیں ہے کہ زندہ انسانوں پر Rule کرتا جائے، حکومت کرتا جائے مگر یہی بادشاہت ہے۔ حکومتیں تو بدلتی رہتی ہیں۔ مگر ان کی بادشاہت نہیں بدلتی، اس بادشاہت کا کوئی نام رکھ لو، غریب نوازؒ رکھ لو یا داتا صاحبؒ رکھ لو۔ یہ ایک بادشاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت اور چرچا ہے۔ ایک بادشاہت وہ ہے کہ ہر وقت اندیشہ ہے اور خطرہ ہے، بادشاہت کے باوجود چین کی نیند نہیں آتی۔ اس طرح کی بادشاہت کا ہونا جو ہے یہ بذاتِ خود عبرت ہے۔ اس کے بارے میں زیادہ سوچنے کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اپنے منطقی نتیجے کو پہنچ رہی ہے اور جلدی جلدی پہنچ رہی ہے۔ ایک طریقہ

تو خدائی ہے اور دوسرا دنیاوی طریقہ بھی سن لو۔ وہ شخص جو کسی طور پر اپنی کسی ضرورت کے ماتحت اپنے کسی پرانے دوست کو ترک کرنے کی مجبوری میں آ جائے سمجھو کہ وہ بربادی کے آغاز میں آ گیا۔ اس فقرے کو دوبارہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے پھر بھی آپ لوگ ضرور سن لو کہ وہ شخص جو کسی موجود ضرورت کی بنیاد پر' حال کی ضرورت کی بنیاد پر' ماضی کے دوستوں کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائے تو حال کی ضرورت جو ہے اس کے لیے عذاب ہے۔ ہر وہ آدمی جو ضرورتوں کے وقت' محبتوں کو ترک کر دیتا ہے وہ آدمی کبھی وفاداری نہیں پائے گا اور ہمیشہ عذاب میں رہے گا۔ وہ شخص جس نے دوستی کو ظلم کر کے ساتھ ترک کر دیا وہ شخص جس نے محبتوں کے ساتھ وفا نہ کی' وہ شخص جس نے مروتوں کو نظر انداز کر دیا' وہ شخص جس نے محبتوں کو ترک کر دیا' اُس کی بادشاہت پر بھی عذاب ہے۔ یہ بھی کیا بادشاہت ہے۔ یہ بھی کیا ضرورت ہے کہ دوست بھی قربان کر دیا۔ کیا ضروریات پیدا ہو گئیں کہ تُو نے وفا ہی نظر انداز کر دی۔ ہمارا شعبہ ہی اور ہے' ہم وفا کے دعویدار ہیں' مروّتوں کے ہم تمنائی ہیں اور ہم وضع داریوں کے قائل ہیں۔ رہ گئی ضرورت تو ضرورت کیا اور اس کا پورا ہونا کیا۔ سکندرِ اعظم ایک مرتبہ جا رہا تھا' چلا جا رہا تھا' ایک فقیر کہتا ہے کدھر جا رہا ہے۔ کہتا ہے دنیا پر حکومت کرنی ہے' دنیا کو کنٹرول کرنا ہے' دنیا کو فتح کرنا ہے۔ فقیر نے کہا دیکھو یہ پردیس میں اپنی لاوارث قبر بنانے جا رہا ہے۔ لاوارث کون ہوتا ہے؟ جو اپنے وارثوں کو چھوڑ دے' جو دوستوں سے لاتعلق ہو جائے' اتنا خود پسند اور خود فریب کہ جس شخص کو اپنے دوستوں سے دغا کرنے میں ذرا دیر نہ لگے۔ اب ایک اور پوائنٹ بھی زیرِ غور آ جائے کہ جب کبھی آپ یہ دیکھو کہ ملک کی بات ہو رہی ہے تو آپ کہیں

کہ کشتی آپ کی ہے‘ یہ ملک آپ کا ہے‘ تو ملک ہے وفادار کا‘ Sincere انسان کا۔ ایک دفعہ پوچھا کسی نے کسی سے کہ ملک میں شاعر کا مقام بہتر ہوتا ہے کہ سپاہی کا‘ ادیب کا بہتر ہوتا ہے کہ سپاہی کا بہتر ہوتا ہے‘ مہذب انسان بہتر ہوتا ہے کہ سپاہی بہتر ہوتا ہے تو اُس نے کہا کہ سپاہی کا کام ہے ملک کو بچانا لیکن جب ملک میں مہذب نہ ہو تو اُس ملک میں بچانے والی شے ہی کیا ہے۔ سپاہی بچائے گا کس کو جب مہذب انسان ہی نہ رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی قابل بچا ہی نہیں تو تمہارے پاس کچھ نہ رہ گیا‘ پھر تم نے کنٹرول کسے کرنا ہے۔ اس لیے بارڈر تو اُس وقت کنٹرول کیے جاتے ہیں جب اُن کے اندر دفاع کرنے کا خفیہ خزانہ اور محبت نامہ ہو۔ تمہارے دلوں سے تو محبت اتر چکی ہے۔ اب تمہیں بچانا کیا اور نہ بچانا کیا‘ اس کی ضرورت کیا اور ایمرجنسی کیا۔ پھر یہ دیکھو کہ جب آپ کی کشتی میں کوئی دیوانہ سوراخ کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو آپ کا کام ہے کہ کشتی میں جنگ کرو اور اُسے بچاؤ‘ Now is the time وقت ایسا ہے کہ آپ دیوانہ ہو کے War پر جاؤ‘ جنگ پہ جاؤ‘ ورنہ آپ کی نسلیں کسی اور ملک میں ڈوبیں گی یعنی کہ سورج نکلا کسی اور ملک میں اور ڈوبا کسی اور ملک میں۔ میں آپ کو صحیح بات بتا رہا ہوں‘ اس کو آپ لوگ غور سے سن لیں‘ اپنی وراثتوں میں لکھ جاؤ اور کتابوں میں لکھ جاؤ اگر اب کوئی غلطی ہو گئی تو پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ شام کہاں بسر ہو گی اور دن کہاں بسر ہو گا۔ یہ جو جائدادوں کے چکر آپ کے ذہن میں پڑے ہوئے ہیں یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ اس لیے اب ایک ایسا وقت ہے کہ سمجھ جاؤ۔ آپ اپنے انداز سے کام کر رہے ہیں اور لوگ اس کے برعکس کام کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ آپ کو یقین رکھنا چاہیے کہ آپ اکیلے نہیں ہیں اور

آپ کا یہ خیال اکیلا نہیں ہے' اس کے آگے پیچھے بھی بہت سارا عمل ہو رہا ہے۔ بہر حال یہ ایک بات ضروری ہے کہ ہر آدمی اپنے اپنے Field میں مستعد ہو جائے' اگر کوئی پانی آ رہا ہے تو آپ اُسے کسی مقام پر روک لیں' دروازے سے نہیں روک سکتے تو چھت کا سوراخ بند کر دو' کچھ نہ کچھ کرو' آپ لوگ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ آپ Country کے لیے' ملک کے لیے دعا کریں گے' ایک Ideal زندگی میں ساری بے ایمانی ہے لیکن صداقت کی زندگی بسر کرنے کا آغاز تو کریں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ حالات بہتر ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ ورنہ مالک تو پھر وہ ہے۔ تمہارے پاس زبان ہے اُس کو استعمال کرو' نگاہ کو استعمال کرو' فکر کو استعمال کرو' درد کو استعمال کرو یعنی تیرے سینے میں جو درد ہے اُس کو استعمال کرو' جو بھی چیز ہے اُس کو استعمال کرو۔ اب یہ لفظ استعمال نہ کرنا کہ میں نے تو ایک کام کر لیا تھا کہ میں خودکشی کر کے آ گیا کیونکہ حالات بڑے خراب تھے۔ تو یہ تو کوئی بات نہیں ہے کہ حالات خراب تھے۔ جو چیز تیرے پاس صلاحیت کی شکل میں ہے' اُسے Exercise کرو' استعمال کرو' تو سونے والے جاگنا شروع کر دیں گے اور رونے والے ہنسنا شروع کر دیں گے۔ تو گھر سے باہر نکل کے غور کرو اور کسی کے ساتھ کوئی نیکی Contribute کرو' کسی خیال پہ غور کرو' شاید یہ بلا ٹل جائے۔ جس طرح آپ اپنے گھروں سے بلا کو درود سے نکالتے ہیں' سلام سے نکالتے ہیں' اس کے لیے بڑے بڑے کلام پڑھتے رہتے ہیں' اسی طرح ملک کی وبا کو بھی آزاد کرو۔ یہ ابتلا کا وقت ہے' وقت میں کچھ بھی نہیں رہا' وقت تو اسی طرح چل رہا ہے لیکن ابتلا کا وقت ہے۔ یہ اس لیے ابتلا کا وقت ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی طبیعتیں اُداس ہو گئی ہیں۔ مجھے افسوس اس لیے ہو رہا ہے۔ مجھے تاریخ میں کچھ نہیں لگا۔

ایک شخص آج بادشاہ ہے' وہ کل بھی بادشاہ تھا۔ میں اُن کو نہیں جانتا' میں نے تو آپ لوگوں کو دیکھا ہے اور آپ مجھے اُداس نظر آ رہے ہیں' کہیں پہ کچھ ضرور ہو گیا ہے Something wrong has happened somewhere ۔ تو اگر آپ اداس ہو گئے تو پھر ہم بھی اداس ہو جائیں گے۔ کہیں کوئی ایسی چیز ہے جو یہاں تک بھی آ گئی ہے' اگر یہاں تک آ گئی ہے تو پھر یہاں سے تو اڑا دیں گے۔ کسی واقعہ کی سب سے بڑی شامت یہ ہوتی ہے کہ وہ محبت کے اندر دخل دینا شروع کر دے۔ یعنی کہ اس محفل کے اندر یہاں ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں یہاں پر اگر وہ غلط خیال آنا شروع ہو جائے تو پھر اُس خیال کی اور واقعہ کی بڑی بدبختی آ گئی ہے۔ کہتے ہیں درد تھا' کہاں تھا؟ پہلے دماغ تک تھا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ اور اب یہ درد جو ہے دل تک آ گیا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اب اڑا دو اس کے پرزے' اب گریبان کو سلوانے کا وقت نہیں ہے' جو بچا ہوا ہے اُس کو پھاڑنے کا وقت ہے۔ اب سلوانے کا ٹائم ختم ہو گیا ۔

پھاڑ کر پھینک دیا روز کا الجھاؤ گیا
ایک قصہ تھا گریبان سلوانے کا

اب تو ایک طریقہ ہے کہ آپ کچھ کر جاؤ اور اگر آپ نے Compromise کرنا ہے تو میرا خیال ہے کہ بہتر ہے آپ سو جاؤ۔ ایک آدمی نے سونے والے کو جگایا اور کہا کہ دیکھ کیا ہو رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کیا ہو رہا ہے؟ تیسرا آدمی کہنے لگا کہ تیرے کام کی باتیں نہیں ہیں تو سو ہی جا۔ تو اُسے کیا پتہ کیا ہو رہا ہے۔ خوابوں پر چلنے والے کو کیا پتہ کہ حقیقت کیا ہوتی ہے۔ تم لوگ اپنی زندگی تو تبدیل نہیں کر سکتے اور جب تک یہ تبدیل نہ کر سکو تو دوسرا کیسے تبدیل ہو گا۔ تم لوگ اپنے دس

روپے نہیں چھوڑتے ہو اور بادشاہت کے خزانے چھوڑنے کی بات کرتے ہو۔ اختیار چھوڑنے کی بات نہیں ہوتی بلکہ اختیار لینے کی بات ہوتی ہے۔ کوئی بھی لینے والا اختیار چھوڑتا نہیں ہے۔ لینے والا وہ ہے جو Candidate ہو' امیدوار ہو۔ وہ آدمی کیا انقلاب لائیں گے جن کی ضرورت ان کے قد سے زیادہ ہے۔ انقلاب وہ لاتا ہے جو اپنے آپ سے باہر ہو اور جو دیوانہ ہو' جو پاگل ہو' پہلے آگ لگائے جنگل کو اور پھر لگائے اپنے آپ کو۔ تو وہ آدمی یہ کام کر سکتا ہے۔ اس کے بعد پتہ نہیں پھر کیا کہانی ہو' اگر لاہور میں دقت ہو تو کسی گاؤں میں چلے جاؤ۔ ایسی جگہ چلے جاؤ کہ سچ آپ کے پاس نہ پہنچے یعنی سچی خبر ہی نہ ملے۔ سچ سے دلوں میں پریشانی ہوتی ہے' کانوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ آپ جیسے لوگوں کے لیے بہتر ہے کہ سچ سے بچو۔ اور اگر سچ بولنا ہی ہے' سچ سننا ہی ہے تو پھر اٹھو' جاگو اور پھر یہ نہ کہنا کہ وہ کیوں نہیں کرتا اور تم کیوں نہیں کرتے۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ میں تو آپ کے سامنے یوں سرخ رو ہوں کہ میں نے اور کچھ نہیں کیا' صرف یہ کہ آپ لوگوں کو بغیر کسی دھوکہ دیے ہوئے میں نے یہاں اکٹھا کر لیا ہے اور آپ لوگوں کو محبت کا دام دے کے اکٹھا کر لیا۔ آپ کے ساتھ تھوڑے آدمی ہیں اور میرے ساتھ بہت سارے آدمی ہیں' بہت سارے شعبوں اور رابطوں کے آدمی ہیں۔ اگر آپ میں کوئی خوبی ہے تو آپ کچھ کرو۔ اگر آپ دیوانے ہو تو محفل میں آؤ' اگر آپ روشنی ہو تو پھر جگمگاؤ کیونکہ رات کا اندھیرا بڑھ گیا ہے' اگر آپ مال دار ہو تو میدان میں آؤ' خرچ کرو۔ مال کا رعب جماتے ہو اور جب کوئی ضرورت مند بات کرتا ہے تو تم ڈھیلے پڑ جاتے ہو۔ پہلے کہتے ہو بول کیا چاہیے تو وہ کہتا ہے تھوڑا سا مال دے دو۔ پھر کہتے ہو یہ

بڑا مشکل ہے یہ تو نہیں دے سکتا۔ پہلے اُس کو دعوت دیتے ہو پھر اُسے یہ کہتے ہو۔ تو آپ اپنے حالات میں Sincerely Contribute کرو' خلوص سے حصہ لو' اپنے Domain میں اور اپنے Premises میں یعنی اپنے قد اور حد کے مطابق حصہ لو۔ آپ کا یہی علاج ہے۔ دوسرے کا عمل ابھی آپ کی اصلاح میں نہیں آیا۔ قابو کیسے آئے کیونکہ بہت سے لوگوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتی۔ ایک ایسے شخص نے خط لکھ دیا اور کئی لوگوں کو بھیج دیا۔ اس میں لکھا کہ آپ لوگ مسلمان ہو جاؤ اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا' کل کو یہ نہ کہنا کہ میں نے ڈیوٹی نہیں ادا کی وہ خط اخبار میں چھپا بھی تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ فرض یوں پورا نہ کر دو کہ صرف خط لکھ دیا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور وما علینا الا البلاغ میں نے آپ کو دعوت دے دی۔ اور کل قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ میں نے بتایا نہیں تھا کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ یہ تو کوئی دعوت کا طریقہ نہ ہوا کہ اُس کو خط لکھ دو کہ تُو بادشاہت چھوڑ کے چلا جا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہو کہ بادشاہت میرا حق ہے تُو چھوڑ دے۔ تو آپ اپنا حق تو لو مگر یہ آپ کا حق نہیں ہے۔ بادشاہ کا متبادل آپ تیار نہیں کرتے اور خود آپ متبادل ہو نہیں۔ پھر بحث کیا کرتے ہو۔ کون ہے وہ آدمی آپ میں سے جو اختیار لینے کے قابل ہو' ایمان داری سے بتاؤ' اس محفل میں ہے کوئی امیدوار' Candidate' ہے کوئی وارث' موجودہ سربراہ سے یہ مانگنے والا اور وہ یہ کہہ سکے کہ I am a better person and competent کہ میں بہتر اور اہلیت والا شخص ہوں یا یہ کہہ سکے کہ I have found a person other than myself کہ میں نے اپنے علاوہ ایک اہل شخص تلاش کر لیا ہے۔ اگر ہے تو پیش کرو' Present کرو ورنہ انتظار کرو۔ وقت

کی مشینری خود ہی ایسا شخص پیدا کرے گی۔ میری خبر یہ ہے کہ وقت کی مشینری ایسا شخص تیار کر رہی ہے' آدھا بندہ بن گیا ہے انشاءاللہ تعالیٰ اب جان باقی ہے' بت بن گیا ہے اور روح پھونکنے والی ہے۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ بس آپ اپنی ذات کے ساتھ مخلص ہو جائیں۔ Be true to your ownself آپ کی بادشاہت آپ کا گھر ہے' اُس بادشاہت میں بہتری پیدا کرو' اپنی رعایا کے ساتھ ظلم نہ کرو' آپ گھر کے اندر رہو اور آپ کی تحویل میں جو لوگ ہیں اُن پر ظلم نہ کرو۔ یہ بڑی ضروری بات ہے۔ یہ نہ کہو کہ جھوٹ بہت ہو گیا' جھوٹ کو چھوڑو' سچے کو پکڑو وہ کہاں گیا' سچا کدھر چلا گیا۔ جھوٹے کا قصور نہیں ہے بلکہ قصور سچے کا ہے کہ وہ کدھر چلا گیا۔ جھوٹ تو باطل ہے' جھوٹ نے تو باطل ہونا ہی ہے اور سچ کو اُس نے Replace کرنا ہے کیونکہ سچا ہی کہیں بھاگا ہوا ہے۔ اُس کو جا کے پکڑو کہ سچے آدمی تُو کہاں پر چھپا ہوا ہے۔ تو اس کو ڈھونڈ نکالو۔ ہمارا جھگڑا ہے سچے آدمی کے ساتھ کہ وہ کہاں غافل ہے۔ اُسے کہو اے سچے انسان' صادق انسان' وقت کے انسان' تو کدھر چپ کر کے بیٹھا ہوا ہے' تو باہر نکل' جھوٹ نے قبضہ کر رکھا ہے' تیری بادشاہت میں چوہے دوڑ رہے ہیں' اصل تو تیری بادشاہت ہے اور تُو کیا کر رہا ہے' اجالے کو ہمارے سامنے جلدی جلدی لا' کہیں سے بھی آتا ہے' جلدی لاؤ' نہیں آتا تب بھی لاؤ' اب ہم گھبرا گئے ہیں' ہمارا دل تنگ ہو گیا ہے۔ اب بدل ڈال وقت کو۔ وقت بدل جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ دعا کرو کہ یا اللہ وقت کی رفتار کو بدل' وقت کی گردش کو بدل' ہمارا دل گھبرا گیا ہے میں نہیں گھبرایا مگر آپ لوگوں کی طرف سے مایوسی ہے۔ آپ سب یہ کہیں کہ ہم نہیں گھبرائیں گے آج کے بعد۔ کیا میں یہ دعا کر دوں کہ میرے پاس جتنے لوگ بیٹھے ہیں یا اللہ تو

ان سب کا مال لے لے اور وقت کو بدل دے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مال لے لیا جائے گا۔ مگر ایک آدمی کا مال لینے سے بات نہیں بنتی یہ ساری قوم کی بات ہے۔ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہو گا مگر ایک سسٹم کے تحت ساری بات ہو گی۔ تو آپ سسٹم ہی بدل دو۔ لیکن ایک بات یہ ہے کہ آپ جو بھی سسٹم بدلو وہ خوش نیتی سے بدلو' بدلو اُس وقت جب آپ کا اختیار ہو اور اختیار سے پہلے نہ بدل دینا کیونکہ اس طرح آپ بدل نہیں سکو گے۔ پھر جو بھی سسٹم ہو گا وہ خوب صورت ہو گا۔ میں کہتا ہوں آپ کچھ بھی نافذ کرلو مگر دیانت داری سے نافذ کرلو' ایمان داری سے نافذ کرلو' شرط یہ ہے کہ قوتِ نافذہ Honest ہو' دیانت دار ہو۔ پھر تو ہر چیز ٹھیک ہے۔ حکومت کی کوئی Form آ جائے' کوئی شکل آ جائے بہتر ہے۔ اگر آدمی Sincere ہو' مخلص ہو تو ہر Form بہتر ہے' ایسا آدمی جو نافذ کرے گا وہ صحیح سمجھ کے نافذ کرے گا۔ تو آدمی Sincere' مخلص ہونا چاہیے' قوتِ نافذہ Sincere ہونی چاہیے۔ آپ کا مسئلہ ہی یہ ہے کہ قوتِ نافذہ Sincere نہیں ہے۔ اب اگر آپ قوتِ نافذہ میں Sincere ہیں' مخلص ہیں تو پھر تو آپ کا کام ہو گیا' کام ہوا پڑا ہے بلکہ دو قدم باقی رہ گئے ہیں' تو آدھا کام تو آپ کر آئے ہیں کہ Sincere ہو گئے ہیں۔ وہ جو لوگ غلط کو نافذ کر رہے ہیں اور غلط بن کے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ آپ لوگ Sincere ہو جائیں اور آپ کو نفاذ کا موقع مل جائے' کوئی ایسا Miracle' معجزہ ہو جائے کہ نفاذ ہو جائے۔ کوئی ایسی Energy توانائی پیدا ہو جائے' Create ہو جائے' ایسا واقعہ ہو جائے کہ کوئی Collective Movement' اجتماعی تحریک بن جائے۔ ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ موومنٹ تو Sincere' مخلص لوگ شروع کرتے ہیں مگر غیر

مخلص لوگ Insincere لوگ آگے جا کے پھر ایوانِ صدارت میں بیٹھ جاتے ہیں۔ عام طور پر یہی ہوتا رہا ہے کہ فکر کرنے والا کوئی اور ہوتا ہے اور آگے پہنچنے والا کوئی اور ہوتا ہے۔

منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

قافلے در قافلے کٹ گئے Partition میں' 1947ء میں لوگوں کے اور حکومتِ نافذہ کوئی اور ہی آ گئی۔ تو ایسا ہوتا ہے کہ Movement چلانے والے کوئی اور ہوتے ہیں' نافذ ہونے والے بعد میں کوئی اور آ جاتے ہیں۔ ہم دعا یہی کرتے ہیں کہ نافذ ہونے والے وہی ہوں جو Movement چلانے والے تھے۔ تو آپ لوگ موومنٹ چلائیں' ہمت دکھائیں۔ عام طور پر جس کو ملک چلانا ہوتا ہے پھر وہ اپنی طاقت استعمال کرتا ہے اور طاقت عام طور پر ذرا سخت ہوتی ہے' یہ مانگی نہیں جاتی بلکہ چھینی جاتی ہے۔

وہ نہیں ملتا جسے مانگا گیا
ہاتھ وہ آیا جسے چھینا گیا

اب آپ اس سے آگے چلو اور دیکھو کہ اس سے آگے کیا تذکرہ ہے۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان کے ستاروں کی رفتار ٹھیک کرتے کرتے' زمین پر پاؤں ہی ٹیڑھے ہو جائیں۔ سفر آپ کا اتنا ہے جتنا آپ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ بس اس کا خیال رہے۔

<u>سوال:</u>

یہ تو ہماری دنیا کا حال ہوا باقی دنیا کا کیا ہونے والا ہے؟

جواب:

تمام دنیا کا حال بالکل ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے مزاجِ خالق تو ایک سا ہی ہے۔ ساری دنیا کے ساتھ ایسے ہی ہو رہا ہے۔ ہم Collectively 'مجموعی طور پر غور کرتے ہیں تو ہمیں بہت ساری تکالیف نظر آتی ہے اور بہت خوشی بھی نظر آتی ہے۔ دراصل آپ انفرادی طور پر Consume ہو رہے ہیں' آپ کو زمانہ نظر آ رہا ہے کہ بہت بڑی ارب کھرب آبادی ہے مگر ہر آدمی انفرادی طور پر Consume ہوتا جا رہا ہے' انفرادی طور پر اس کو دکھ اور سکھ ملتا رہتا ہے۔ انسان کا اتنا بڑا ذہن ہوتا ہے کہ پڑھ پڑھ کے کتابیں ختم کر گیا مگر خاموش ہو کے مر جائے گا۔ پھر دور تک دیکھنے والی نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ بہت بڑے Event 'واقعات ہوتے ہیں اور کرنے والے گزر جاتے ہیں۔ اس لیے آپ غور کرو کہ یہ سب کیا ہے۔ اتنا بڑا Figure جو ہے Develop نہ کرو' مال کی اتنی گنتی نہ بڑھاؤ کہ جس کے لیے ہمیشہ زندہ رہنا پڑے۔ یہ واقعہ مزید تیس چالیس سال کا ہے' اس کے بعد تو پھر After Effects ہیں' مشکل ایام ہیں' آپ جانتے ہی ہیں کہ پچاس سال تک انسان Creative Mind 'تخلیقی ذہن رہے گا' اور ساٹھ سال تک وہ قائم رہے گا کہ جس نے بڑا دودھ پیا ہو۔ اس کے بعد تو پھر زندگی کی یادیں رہ جاتی ہیں' بس یادیں' حسرتیں' آرزوئے ناتمام' گذشتہ چہرے' غمِ دوست کی موت کا' اُن کی جواناں موت کا' گذرے دن یاد آ جاتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ اور غور کرو کہ انسان کے لیے محبت سے پالی ہوئی اولاد اور محبت سے اکٹھی کی ہوئی دولت' ان دونوں میں انتخاب کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب اُسے یہ پتہ چلتا ہے کہ میری دولت یہی وارث لے جائے گا تو اُس کو اولاد سے محبت کم ہو جاتی ہے۔ انسان کی اتنی ساری کل اوقات ہے! وہ زندگی میں مال نہیں دیتا اور بعد میں وراثت دے

جاتا ہے۔ بے شمار مقدمے ہم نے دیکھے وراثت کے، وہی وراثت زندگی میں کر دیتا تو کیا تھا مگر انسان برداشت نہیں کرتا۔ یہ ہے انسان، کہ خواہش بہت زیادہ اور حاصل بہت تھوڑا۔ حاصل اتنا سارا ہے کہ نیند کا بھی وقت نہیں ہے اُس کے پاس۔ ہم اُسے کہتے ہیں کہ سوجاؤ، اجازت ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب نیند نہیں آتی۔ جب ہم کہتے تھے کہ جاگو تو اُس وقت جاگ نہیں کھلتی تھی، آنکھ نہیں کھلتی تھی، نیند آجاتی تھی۔ بتاؤ زندگی میں کیا رہ گیا۔ محبت کو کاروبار بنا دیا، دولت کا نظام غلط کر دیا، کوئی وفا آپ نے قائم نہیں کی ہے، کسی ایک جگہ پر کچھ نہیں رہنے دیا، عبادت کرتے ہو تو بیان زیادہ کرتے ہو اور کرتے تھوڑی عبادت ہو۔

کارسازِ ما و فکرِ کارِ ما

خود کو ہر رات کو کس کے سپرد کر جاتے ہو، اُس کے حوالے کر دیتے ہو، سوتے وقت کس کے حوالے کر دیا خود کو؟ بارہ بارہ گھنٹے اللہ کے حوالے کرتے رہتے ہو اور بنے ہوئے ہو مفکرین وقت! رات کو سوتے وقت خود کو کس کے حوالے کرتے ہو؟ اللہ میاں کے۔ ضرورت، کھانا پینا، ہزار باتیں، سب اللہ کے حوالے، اللہ کے حوالے، جب اللہ کوئی اپنا کام کہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ تم نے کیا کر دیا، اس لیے کہ تم تو کرتے ہی کچھ نہیں ہو، تم تو صرف بحث کرتے ہو۔ خدا بھی مل جائے تو اس سے بحث کرنے لگو گے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اُس دن حساب کروں گا جس دن تمہاری زبانیں خاموش ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ تو پھر اللہ ہے، وہ کہے گا کہ اب ہاتھ کو کہو کہ ہاتھ بولے۔ بڑا مشکل وقت ہو گا جب آپ کے چہرے، آپ کی زبانیں سلب کر لی جائیں گے، اب اعمال کی عبرت کا وقت آ جائے گا، ایک بات میری بہت یاد رکھنا، بہت زیادہ یاد رکھنا، میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں، جب آپ یہ

دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو اپنے کیے ہوئے کی سزا ہونی چاہیے اور پھر آپ کہتے ہو کہ یا اللہ اس شخص کو اس کے اعمال کی عبرت سے آشنا کردے تو یہ اُس وقت ہوگا یعنی دعا اس وقت Operate کرے گی جس وقت دعا کرنے والے کو اُس کے اپنے اعمال کی عبرت سے آشنا کرایا جائے گا۔ کیا آپ کو ایسی دعا کرنا منظور ہے؟ خبردار' آمین نہ کہنا بلکہ آپ کہو کہ یا رب العالمین' اُس شخص کو بھی اور ہم لوگوں کو بھی اپنے اعمال کی عبرت سے دوچار ہونے سے بچا' تو ہم عبرت نہیں چاہتے ہیں' اپنی نہیں چاہتے اور اُس کی عبرت بھی نہیں چاہتے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اللہ تو پھر اللہ ہی ہے' بادشاہ ہے' ایک آواز آتی ہے تو عبرت شروع ہو جاتی ہے۔ ایک آواز' چنگھاڑ' ایسی آئی کہ پھر بستیوں کی بستیاں غائب ہوگئیں۔ تو وہ مالک ہے۔ کیونکہ وہ دوبارہ Create کرسکتا ہے' تخلیق کرسکتا ہے اس لیے اُسے کیا تباہی سے فرق پڑتا ہے۔ اس لیے یہ نسخہ آج کے دن یاد رکھو کہ دوسرے کو عبرت میں داخل کرنے کی آرزو خود عبرت میں داخل ہونے کی تمنا ہے' دوسرے کو اُس کے انجام سے آشنا کرانے کی آرزو اپنے انجام سے بھی آشنا ہونے کی تمنا ہے۔ ایسا شخص دراصل یہ کہتا ہے کہ یا اللہ' اُس کو بھی عبرت سے آشنا کر اور مجھے بھی میرے اعمال کا نتیجہ دے۔ بہت کم لوگ ہیں جو جرأت کے ساتھ یہ بات کریں گے۔ کیونکہ یہ مشکل الفاظ ہیں اس لیے کوئی آدمی دوسرے کو اس کی عبرت میں پہنچاتے وقت اپنے لیے بھی عبرت کی تیاری کرے۔ پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے اعمال کے نتیجے آپ کے سامنے آجائیں گے اور وہ وقت جو ہے بڑا سخت ہوتا ہے۔ اس لیے فریاد کا سہارا لو' اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر مہربانی کرے آپ کو آسان وقت سے گذارے اور آپ کے خیال کی الجھن دور کرے۔ آدمی

کا خیال الجھن بن جائے تو بہتر ہے آدمی کو اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیالوں کی الجھن سے بچائے۔ آپ لوگ اُلجھے بلاوجہ ہی ہیں' آپ کو الجھنا نہیں چاہیے۔ اللہ کے مضمون اللہ ہی جانے۔ تمہارے پاس جتنا دَور ہے اتنا ہی دیکھو۔ جو تحویل میں ہے اس کو درست کرو۔ تو اپنی تحویل والوں کو درست کرو۔ جھگڑا اُس کے ساتھ ہو جس کو سامنے بٹھا کے جھگڑا کرو' تب لطف بھی آتا ہے وگرنہ ہوا کے ساتھ جھگڑا نہ کرو کہ تُو تیز کیوں چل رہی ہے' اور دریا Slow کیوں چل رہا ہے۔ اس لیے جس آدمی کے آمنے سامنے بیٹھ کے بات کرنے کی گنجائش ہو اُس کے ساتھ کلام کرو۔ پھر بھی دعا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ آپ ابتلا سے آزاد ہو جائیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے۔ دعا تو ہوسکتی ہے۔ جس آدمی سے آپ آمنے سامنے بیٹھ کے بات کرنا چاہتے ہیں اور وہ حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ آمنے سامنے بیٹھ کے بات ہو سکے تو اللہ تعالیٰ یہ مہربانی فرما سکتا ہے۔ آپ کو جو پسند ہے حاصل کرلو یا جو حاصل ہے اُسے پسند کرلو۔ درمیان میں پریشان نہ ہونا۔ لوگ چاہتے ہیں کہ چاند کا بڑھنا گھٹنا بند ہو جائے' لوگ بہت کچھ چاہتے ہیں مگر قابو نہیں آرہا۔ اگر قابو نہیں آرہا تو پھر آپ ذرا دھیان کرو۔ میں آپ کو یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ کہیں Sincerely' خلوص میں اتنے پریشان نہ ہو جانا کہ دل میں کوئی اذیت پیدا ہو جائے۔ انسان کی صحت کے معاملات کمزور ہو جاتے ہیں' آپ ضرور اس کا خیال رکھنا۔ اعصاب پہ بہت پریشانی نہیں آنی چاہیے' اپنے کام میں دھیان رکھو اور یہ یاد رکھو کہ آپ سے زیادہ جاننے والے کوئی اور لوگ بھی ہیں بلکہ بہت سارے ہیں اور وہ سب غور کر رہے ہیں۔ آپ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت نکال دے۔ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکالے گا۔ آپ کو اگر ذاتی

طور پر کوئی عمل کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو دعا کرو' فکر کرو اور فکر کو تازہ رکھو' اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا۔ گھبرانا نہیں چاہیے۔

سوال:

موجودہ دور میں بڑی پریشانیاں ہیں' اخبار بھی آتا ہے تو تہلکہ مچ جاتا ہے۔

جواب:

اس سوال کے اندر آپ نے آدھا سوچا ہے' سوچنے والی پوری بات یہ ہے کہ جو خبر دینے والی ایجنسی ہے اس نے اخبار میں جو خبر دی ہے' دینے والے نے بڑے حساب سے دی ہے کہ جو نتیجہ وہ Desire کرتے ہیں' چاہتے ہیں' وہی برآمد ہوتا ہے۔ جب پریشان کرنا مقصود ہو تو پریشان کرنے والی خبر دی جاتی ہے اور جب نہ پریشان کرنا مقصود ہو تو پھر صاف خبر دی جاتی ہے۔ بات ویسے نہیں ہوتی جیسے آپ کو نظر آ رہی ہے۔ جو اخبار میں بات ہے وہ بات ویسے نہیں ہے۔ اخبار کی خبر اور ہے اور اصل واقعات اور ہیں۔ بس جو جس کے اختیار میں بات ہو وہی کرو۔ باقی ذرائع جتنے ہیں' آپ اچھے ذرائع استعمال کریں۔

سوال:

ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں اور خود نہیں بدلتے؟

جواب:

ایک آدمی نے جا کے کسی سے پانی مانگا' اس نے کہا پانی تو فی الحال نہیں ہے' ہم ٹیوب ویل کا انتظام کرنے والے ہیں' سکیم بنائی ہوئی ہے۔ تو یہاں بے شمار ٹیوب ویل لگ جائیں گے مگر اس وقت پیاسے کو پانی نہیں ملے گا۔ اپنی

اصلاح بہت مشکل ہے اور دوسرے کی اصلاح بہت آسان ہے۔ صرف اپنی اصلاح ہوتی نہیں ہے۔ اصلاح کو بیان کرنا بڑا آسان ہے اور اپنی اصلاح سب سے مشکل کام ہے۔ عام انسان گھبراتے ہیں کہ اپنی اصلاح اور اپنے گھر کے ساتھی کی اصلاح کیسے کریں۔ اپنے گھر کا اپنی مرضی کے مطابق ماحول بنانا بڑا مشکل ہے۔ اب آپ کو ایک فارمولا بتاتا ہوں کہ وہ شخص جو اپنے ذاتی گھر کو اپنی پسند کے مطابق نہ بنا سکا وہ دنیا کو اپنی پسند کے مطابق کیسے بنائے گا۔ آپ کے گھر کے افراد تو آپ کا کہنا مانتے نہیں۔ جو آپ کی تحویل میں ہے اُس کی اصلاح کرو۔ پہلے آپ اپنے آپ کی تحویل میں آ جاؤ ورنہ یہ اَنا کا غبارہ تو پھیل جاتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ وہ اصلاح کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے یہ اصلاح نہیں ہوتی' وہ کہتا ہے کہ ذاتی زندگی میں' ایک ذاتی زندگی میں اپنی اصلاح کے لیے' مسلمان کے لیے قرآن پڑھنے کے لیے بڑا وقت درکار ہے اور بڑی تھوڑی زندگی ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی میں بیس سال آپ سو کے گذارتے ہیں اور باقی سال مصروفیات میں رہتے ہیں' اور پھر آپ کے پاس کچھ کرنے کے لیے ٹائم ہی نہیں ہوتا کیونکہ سونا' جاگنا' بیماری اور کام میں سب وقت ختم ہو جاتا ہے۔ پچاس سال کے بعد یادیں ویسے ہی ختم ہو جاتی ہیں' نام بھولنے شروع ہو جاتے ہیں' وہ آدمی جس کو یادداشت پر ناز تھا اُس کی یادداشت کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے' وہ چہرے جن کا محبت سے انتظار ہوتا تھا' اب وہ چہرے پہچانے ہی نہیں جاتے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے دیکھو میں وہی ہوں۔ زندگی ہے کیا؟ ماں باپ سے انسان باہر نہیں نکل سکتا' اولاد سے باہر نہیں نکل سکتا اور مزاج سے باہر نہیں نکل سکتا۔ انسان سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کو تھامے ہوئے

ہے اور تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے کہ مجھے نیند آ گئی ہے۔ وہ آدمی جو دنیا کے بارے میں متفکر ہوتا ہے' شہر کے لیے متفکر ہوتا ہے' لوگوں کے لیے غور وفکر کرنے والا تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے اچھا اب سو جائیں۔ اب کس کے حوالے کر کے سوتے ہو؟ کہتا ہے اب اللہ کے حوالے کر دو' تھوڑی دیر کے بعد چارج لے لوں گا۔ جو شخص سو سکتا ہے اُس کو زیادہ فکر کی ضرورت نہیں ہے کہ زندگی میں کیا تبدیلی آئی ہے' امیر کیا ہے اور غریب کیا ہے۔ اب امیری غریبی کی بات بتاتا ہوں۔ اگر آپ لوگوں کے پاس پیسہ برابر بھی کر دیا جائے تو پھر فکر برابر نہیں ہوگی' خیال برابر نہیں ہوگا۔ فرض کرو پیسہ برابر کر دیا اور خیال برابر کر دیا مگر چہرہ کہاں سے برابر کرو گے؟ ایک چہرہ' ایک سادہ لوح انسان کا چہرہ' جب سامنے آتا ہے تو دانا انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے بلکہ بالکل ہی پریشان ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا! اُسے جواب ملتا ہے کہ ایک صورت' ایک شکل آئی ہے' دیکھ اب یہ صورت۔ پھر وہ صورت نگاہ کے اندر ایک جلوہ گاہ بنا دیتی ہے۔ اب یہاں کیا کرے گی تمہاری امیری غریبی۔ یہ واقعہ دل والوں کی زندگیوں میں ہوتا رہتا ہے اور یہ واقعہ وفا والوں کی زندگیوں میں ہوتا رہتا ہے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ مادہ پرستی کی دنیا میں سے تھوڑی سی وفا کی دنیا میں داخل ہو جاؤ' تھوڑی سی محبت کی دنیا میں داخل ہو جاؤ' اور پھر دیکھو کہ چہرہ کیا کام کرتا ہے۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ ہزار برابری ہے مگر برابری کے اندر ہی غیر برابری ہو جاتی ہے۔ پھر یہ دیکھو کہ ایک مسجد میں جانے والے' باقاعدہ' باجماعت نماز پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی نمایاں ہو جائے گا' ایک ٹیبل پر پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی الگ ہو جائے گا۔ یہ خداداد چیز ہے۔ یہ غور کرنے والی بات ہے اور آپ سمجھ دار ہو کہ دنیا کی

ساری تاریخ عوام کے واقعات ہیں اور خواص کے بیان ہیں' فکر والے لوگ' مفکرین اور عام آدمی کی بات ہے اور پیغمبروں اور امتوں کا واقعہ ہے۔ یہ کمال کی بات ہے کہ سب دنیا کے برابر کا قرآن ایک آدمی پر نازل ہو رہا ہے اور درود ہو اُس آدمی پر' آپ ؐ کی ذات پر۔ اللہ کے کام آپ نہیں سمجھ رہے کہ اللہ کے کام کیا ہیں اور ایسے ہی پریشان ہوتے جا رہے ہیں۔ کام اُس نے ایسے کیے ہیں کہ صاف ظاہر ہے کہ وہ انفرادیت کا مالک ہے۔ اللہ سب انسان برابر پیدا کرے گا چہرے پہ دو کان' دو آنکھیں اور ایک ناک۔ مگر انسان برابر نہیں ہوتے۔ دس کروڑ آدمی اگر کھڑے کر دیے جائیں تو کہتا ہے دیکھو سب کی آنکھیں دو دو ہیں اور سب کے کان برابر ہیں' ٹھیک ہے؟ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر کہتا ہے مگر سب کی شکلیں الگ الگ ہیں۔ تو ہر انسان برابر ہے مگر ہر انسان غیر برابر ہے۔ وہ انفرادیت کا مالک ہے مگر آپ اس میں انفرادیت شکنی کرتے ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ پیسے والا بخیل ہو سکتا ہے مگر غریب آدمی فیاض ہو سکتا ہے' سخی ہو سکتا ہے۔ بے شمار غریب سخی ہوتے ہیں۔ سخی آپ نے دیکھا ہی نہیں' چل پھر کے دیکھو۔ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ سیر کر دنیا کی اور دیکھو عاقبت مکذبین کی' جھوٹوں کی۔ دولت سے انسان معتبر نہیں ہو جاتا اور نہ غریبی سے غیر معتبر ہوتا ہے۔ غریبی اور دولت کی اور کہانی ہے۔ دعا کرو کہ فکر کی غریبی نہ ملے اور ایمان کی غریبی نہ ملے۔ میں بار بار آپ کو سمجھاتا آ رہا ہوں کہ صرف رزق یہ نہیں ہے کہ پیسہ ہو بلکہ خیال' ایمان' فکر اور بعض اوقات چہرہ بھی رزق دیتا ہے۔ اکثر اوقات کچھ اور بات بلکہ ایک بات نہیں ہزار باتیں رزق ہیں۔ تو یہ کمال کی بات ہے۔ چودہ سو سال پہلے حضور پاک ﷺ تشریف لائے۔ آپ لوگ اندازہ

لگائیں کہ آپ جیسا انسان جو کہ بھائی کی بات نہیں مانتا' اپنے باپ کی بات نہیں مانتا' اپنے کسی اُستاد کی بات نہیں مانتا مگر آج بھی آپ کا کلمہ پڑھتا جارہا ہے۔ تو اُس انسان پر درود کیسے نہ بھیجا جائے۔ آپ ایسے لوگ ہو کہ بادشاہوں کے خلاف بولتے ہو اور اس ذات پر درود بھیجتے ہو تو پھر وہ ذات کیا ذات ہے' بس کمال ہے! تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ انہیں غریب ترین پیدا کر کے دکھایا' یتیم پیدا کر کے دکھایا مگر ساری کائنات جھکی پڑی ہے اُن کے سامنے۔ تو دولت پیسہ نہیں ہے' دولت اخلاق ہے' اصل دولت وہ مقام ہے جو رحمۃ للعالمینؐ کا مقام ہے' فیاضی کا مقام ہے' کردار کا مقام ہے' افکارِ عالیہ کا مقام ہے' جیب خالی ہے اور کائنات ان کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اگر کوئی آدمی غریب بھی ہے اور پیسے کی پوجا بھی کرنے والا ہے تو وہ بہت ہی غریب ہے۔ آپ اپنی غریبی کو عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ عزت کی نگاہ سے کب دیکھا جاتا ہے؟ جب حسرت ختم ہو جائے۔ جن کے پاس مال ہے اُن کی آزمائش ہے۔ تم Simple ہی صحیح ہو' سادہ ہی ٹھیک ہو' غریبی پیغمبرؐ کے گھر کی عطا ہے' اِس بات کو یاد رکھنا! یہ ہم نہیں کہتے کہ تو میں غریب ہو جائیں' امیر بھی ہو جائیں' لیکن پہلے آپ یہ دیکھو کہ اچھا امیر بہت اچھا امیر ہوتا ہے اور برا غریب بہت برا غریب ہوتا ہے' بہت برا ہوتا ہے' اور اچھا غریب بھی بہت اچھا ہوتا ہے' اللہ والا ہوتا ہے۔ تو انسان Good اور Bad ہوتے ہیں' اچھے یا برے ہوتے ہیں' امیر غریب نہیں ہوتے بلکہ نیک اور بد ہوتے ہیں۔ میں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ معاشرے میں نیکی اور بدی کی تقسیم کیا کرو' نیکی اور بدی کو تقسیم کا معیار بناؤ' پھر امیری غریبی کی تقسیم بھی ہو جائے گی۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ہمارے ملک میں غریبی آئی پڑی ہے' مگر سڑکوں پہ راستہ ملتا نہیں ہے کیونکہ

گاڑیاں اتنی ہیں، مہنگائی زیادہ ہوتی جارہی ہے اور سپلائی بھی زیادہ ہورہی ہے۔ جھگڑا غریبی کا نہیں ہے۔ جھگڑا ہے غریب فکری کا۔ آپ کے افکار ختم ہو گئے۔ ایمان کمزور ہو گیا۔

میں آپ کو اپنی ذات کی اصلاح کا طریقہ بتاتا ہوں، آپ اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں دے دو جیسے مردہ بدستِ زندہ یعنی جیسے وہ چاہے اصلاح کر دے۔ تو یہ ایک طریقہ ہے۔ اس طرح اصلاح ہو جاتی ہے۔ ایک لگن میں لگ جاؤ تو بھی آپ کی اصلاح ہو جائے گی، کثیر المقصدیت سے بچ جاؤ تو اصلاح ہو جائے گی، Singleness of Purpose ایک مقصد رکھو تو اصلاح ہو جائے گی۔ آپ نیکی اور بدی کی پہچان کرو، اچھے آدمیوں سے ملو اور برے آدمیوں کو Avoid کرو، ان سے دور ہو جاؤ یا پھر یہ کہ آپ ان کی اصلاح کے لیے ملنا چاہتے ہیں۔ Unless you are going to reform them، تو آپ کی اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح یافتہ کی تمنا جو ہے وہ اصلاح کرتی ہے۔ اصلاح، اپنی تنہائی کے اندر اپنا محاسبہ کرنا ہے۔ Man alone اور دوسرا In Society یعنی تنہا انسان اور ہجوم میں انسان۔ تو آپ سوسائٹی میں مبالغے سے گریز کریں، سوسائٹی میں جھوٹ سے گریز کریں اور تنہائی میں اپنا محاسبہ و جائزہ لیتے رہیں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح بہت ساری صفات کا نام نہیں ہے بلکہ ایک صفت کا نام ہے۔ اور یہ بات یاد رکھ لینے والی ہے۔ مثلاً ایک Reformed آدمی ہے، اصلاح شدہ آدمی ہے چاہے آپ کسی کا نام لے لو، تو اُس میں ایک صفت نمایاں ہوگی اور باقی صفات جو ہیں وہ صرف Balance میں ہوں گی، توازن میں ہوں گی۔ مثلاً وہ ایک اچھا انسان تھا۔ وہ کیا کرتا تھا؟ کہتا ہے کہ وہ ایک بینک میں

ملازم تھا۔ اب آپ اُس بیچارے سے پوچھو کہ اُس نے دنیا کا سفر کیا؟ کہے گا کہ نہیں کیا۔ تو اُس میں ساری صفات اکٹھی نہیں ہو سکتیں بلکہ ایک صفت نمایاں ہو گی۔ تو آپ اپنی ایک صفت کے سائے میں اپنی عمر گزار لو' تو یہ Reformation ہو گی' اصلاح ہو گی۔ تو اُس ایک صفت کے اندر آپ Perfect ہو جاؤ' مکمل ہو جاؤ۔ تو ''کسبِ کمال کُن'' بن جاؤ' اس صفت میں کمال حاصل کر لو مثلاً یہ صفت کہ دشمن کو ہمیشہ معاف کر دیا' ہمیشہ معاف کر دیا۔ بس یہ صفت جو ہے یہ آپ کو کمال تک پہنچائے گی۔ تو کسی ایک صفت کے آپ ماہر بن جاؤ' Expert بن جاؤ' انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح زیادہ صفات کا نام نہیں بلکہ ایک صفت کا نام ہے۔ آج کے دور میں اصلاح مشکل نہیں ہے بلکہ آسان ہے۔ بس اس کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کی اصلاح نہ کرو بلکہ صرف اپنی اصلاح کرو۔ اگر آپ نے دوسروں کی اصلاح کرنی ہے تو پہلے اُس سے محبت کرو' لاتعلق اصلاح نہ کرنا' میری طرف سے آپ کو منع ہے۔ یعنی لاتعلق اور بے تعلق اصلاح کرنا منع ہے۔ تو آپ کو جس سے محبت ہو اُس کی اصلاح کرو۔ پہلے آپ تعلق بناؤ پھر اصلاح کرو' اُسے کہو کہ پہلے ہم آپ کے ساتھ بات کر رہے ہیں' پھر آہستہ آہستہ دوستی بڑھے گی۔ پھر اُسے کہو کہ مجھے آپ میں کوئی خامی نظر نہیں آ رہی ہے تو پھر آپ کی کیا اصلاح کرنی ہے۔ اس طرح اصلاح ہونا شروع ہو جائے گی......

<u>سوال:</u>

آپ جاننے والے ہیں' آپ ہی سمجھ لیں کہ ہماری تمنا کیا ہے اور ہم کیا جاننا چاہتے ہیں......

جواب:

آپ لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کی یہ زندگی کیسی ہے اور آپ کی آنے والی زندگی کیسی ہے۔ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا یہ ملک تاریخ میں رہ جائے گا؟ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ملک میں جو موجود Disturbance ہے اس سے Situation کچھ زیادہ Worse تو نہیں ہو گی یعنی حالات اور زیادہ خراب تو نہیں ہوں گے۔ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا ہمارے لیے فلاح ممکن ہے؟ اور آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ کیا ہم آزادی کی دولت ضائع تو نہیں کر بیٹھیں گے؟

آپ یہ سب باتیں جو پوچھنا چاہتے ہیں' یہ سب باتیں بتانے والی نہیں ہیں۔ اس میں میں کچھ اشارہ کر سکتا ہوں کہ یہ زندگی اُس آدمی کی اچھی ہے جس نے اپنے علاوہ کسی اور آدمی کی خوشی کو اپنا مقصود بنایا ہو۔ عاقبت یا آخرت اُس آدمی کی اچھی ہے جس آدمی نے توبہ کی ہو اور دوسروں کو معاف کر دیا ہو' تو اُس کی عاقبت اچھی ہے۔ میں ایک بات کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ کے خلاف زیادتیاں کی ہیں آپ اُن کو معاف کر دیا کرو اور آپ سے جو غلطی سرزد ہو گئی ہے آپ اُس کی معافی مانگ لیا کرو اور استغفار کر لیا کرو۔ اس طرح آپ کی عاقبت بہتر ہو گی۔ ملک کے بارے میں یہ ہے کہ یہ ملک قائم رہے گا اور بہتر ہو گا' انشاء اللہ تعالیٰ! اس کے اندر صرف یہ نہیں ہے کہ آپ اور ہم یا اِدھر اُدھر کے چند لوگ ہی ہیں بلکہ اس ملک کے اندر بہت سارے واقعات ہیں اور یہ ملک قائم رہے گا اور اس کی آزادی بھی قائم رہے گی۔ اب رہا کہ موجود Situation' حالت کے بارے میں تو یہ ہے کہ

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جُنبش میں

ہر بار ہی موجود Situation ' حالت بڑی خراب ہوتی ہے اور ہر بار ہی حل ہو جاتی ہے' اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ اگر آپ کو ہم لازمی جزو سمجھیں تو پھر آپ کی ہر دور کو ضرورت ہے۔ لہٰذا ہر دور جو ہے بہتر نتیجہ حاصل کر لیتا ہے۔ مثلاً اگر ہم آپ کو Sincere مانیں' مخلص مانیں تو ہر دور میں مخلص' Sincere آدمی کی گنجائش ہے' ضرورت ہے۔ تو آپ کی ہر دور میں گنجائش ہے اور حالات میں کبھی بھی انشاء اللہ تعالیٰ ایسا وقت نہیں آئے گا کہ جب کوئی چیز لاعلاج ہو' علاج ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اس لیے آپ کبھی مایوس نہ ہونا اور اچھے حالات کا انتظار کرنا۔ اور یہ جو برائی آپ دیکھ رہے ہیں یہ کسی ایک انسان کی کی ہوئی نہیں ہے' ایک سسٹم کی پیداوار ہے۔ اب سسٹم کی جو غلطی ہے وہ آپ نوٹ کرو کہ کیا ہے؟ سسٹم کیا ہے؟ وہ جو تضاد ہے وہ کیا ہے؟ تو تضاد یہ ہے کہ آپ نے اللہ کو مانا' کیوں مانا؟ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو اُس نے فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں یہ پیدا کرنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے اس Idea پر' بات پر بہت زیادہ غور نہیں کیا اور کہا کہ آپ اُسے پیدا کر رہے ہیں جو فساد مچائے گا' ہم آپ کی عبادت کرنے والے ہیں اور کیا ہم کافی نہیں ہیں تو اللہ کریم نے فرمایا کہ You don't know,Which I know اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور پھر انسان پیدا ہو گیا۔ اب یہ تخلیق کا فارمولا ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے کہا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین پر خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے کہا قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا کہ آپ اُسے بنا رہے ہیں جو فساد مچائے گا۔ یہ جو انداز ہے اور طریقہ ہے کہ یوں انسان کی تخلیق ہوئی ہے' تو اسلام نے یہ بتایا اور اس کے علاوہ بھی کتابوں میں درج ہے' اور دنیا کے فارمولے بنائے ہوئے ہیں کہ آدم کب

سے چلا آ رہا ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ بندر سے بنا' کوئی کچھ اور کہتا ہے۔ تو تخلیق کے وہ طریقے ماننے والا یعنی اسلام کے علاوہ طریقے ماننے والا اپنی عاقبت کا خود آپ ذمہ دار ہے۔ میں نے آپ کو وارننگ دے دی ہے۔ There can be other explanations as well دوسرے راستے بھی بیان کیے جا سکتے ہیں مگر اسلام نے یہ بتایا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' ہم نے فرشتوں کو بنایا' پھر اُس کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر اُس میں جان ڈال دی اور فرشتوں سے کہہ دیا کہ اس کی اطاعت کرو۔ نہ یہ کوئی Symbol ہے' نہ یہ کوئی علامت ہے بلکہ یہ سیدھی سادی بات ہے اور یہ واقعہ صحیح ہے۔ اس کے علاوہ بھی تخلیق کے متعلق باتیں ہوں گی' بائبل کے انداز سے یا کسی دوسرے انداز سے' مذہبی کتابوں کے علاوہ بھی ہوں گی' کچھ فلم والے بھی کہانی بناتے ہیں مگر آپ کو اسلام میں یہی بتایا گیا ہے۔ اب آپ اس کے علاوہ بات مانیں گے تو اپنی آخرت کی' عاقبت کی ذمہ داری آپ کی خود کی ہوگی۔ اب یہ میں اللہ کی بات کر رہا ہوں کہ اُس نے یہ بتایا ہے اور ہم اس کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مزاج کی بات ہے کہ اُس نے انسان سے کہہ دیا **وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ** اس درخت کے قریب مت جاؤ' یہ اُس Divine Excellence کی Pure Arbitrary Will تھی یعنی اس جلّ شانہ کی مطلق مرضی تھی' اور وہ مالک ہے' اُس نے انسان کو سوچنے والا بنایا اور Reasons دیے بغیر' وجہ بتائے بغیر اُس نے حکم لگا دیا۔ تو میں اللہ کریم سے یہ بات اُس کی مہربانی کے ساتھ' مہربانی کے طفیل کر رہا ہوں۔ تو کیا کہا؟ اس نے انسان کو سوچنے والا بنایا' اور انسان کیوں' کب اور کیسے یہ سب کرتا ہے؟ اور پھر اُسے کہہ دیا کہ اس درخت کے قریب نہیں جانا اور وجہ بھی نہیں بتائی۔ پھر انسان کو

عقل دے کر عقل پر مہر لگا دی تو اب انسان کیا کرے' اللہ سے کیسے پوچھے کہ جناب آپ نے یہ حکم کیوں دیا' پھر انسان نے پوچھنے کا طریقہ یہ اپنایا کہ اللہ کے حکم کو Violate کیا' توڑ دیا' یہ ''کیوں'' کی ایک انتہائی شکل ہے اور اس کے ساتھ ہی Punishment' سزا کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی Arbitrary Will کے سامنے' اس کے حکم اور مرضی کے سامنے سوال کی گنجائش نہیں ہے! تو یہ بتا کر میں آپ کو آپ کی عاقبت کے حوالے کر رہا ہوں۔ میں یا آپ جس اللہ کو مانتے ہیں اُس کے سامنے ''کیوں'' کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور آپ کو میں یہ پکی اطلاع دے رہا ہوں۔ تو جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات اللہ نے کہی ہے اور یہ ایسی بات ہے تو اُس کے سامنے ''کیوں'' کا سوال نہیں کرنا۔ اگر آپ اس کے علاوہ کوئی بات مانتے ہیں تو پھر آپ کی عاقبت کی ذمہ داری آپ کی ہے۔ آپ اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ نہیں کر رہے ہیں۔ اللہ نے کہا کہ اس زمین پر وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِـى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَـى اللهِ رِزْقُهَـا اس زمین پر کوئی مخلوق نہیں ہے مگر میرے پاس ہے اس کا رزق۔ ہم اُس کو رزق دینے والے ہیں اور یہاں اور آگے اس کے دوست ہیں نَـحْـنُ اَوْلِيَـآءُ كُـمْ فِـى الْـحَيٰـوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِــرَةِ تو اللہ نے فرمایا ہم اس کے پالنے والے ہیں اور اس کے دوست ہیں یہاں دنیا میں اور آخرت میں۔ یہ اللہ کی بات ہے کہ رزق کے خالق ہونے کی حیثیت سے اُس نے تمام مخلوق کو رزق دینے کے لیے اپنی ذمہ داری لگا رکھی ہے۔ آپ کا کارخانہ الگ کہانی ہے اور فیکٹری الگ راز ہے لیکن مالک نے کہا ہے کہ رزق میرے ذمے ہے۔ اب اگر آپ فیکٹری سے رزق لے کر آؤ گے یا زمینوں سے لے کر آؤ گے تو یہ رزق دیا کس نے؟ اللہ نے دیا ہے۔ اگر آپ کو یہ

بات سمجھ آ گئی ہے تو پھر آپ کو اللہ کی بات سمجھ آ سکتی ہے ورنہ بات سمجھ نہیں آ سکتی۔تو آپ یہ سمجھیں کہ رزق اللہ نے کیسے دیا' یہ زمین کیسے اللہ نے آپ کو دی ہے' یہ رزق کہاں سے آیا' تنخواہ لینے والا آدمی جانتا ہے کہ رزق کہاں سے آیا ہے' سب خدا کی طرف سے آیا۔آپ کی محنت کرنے کی صلاحیت' آپ کی Activity اور آپ کا ذہن' سب اللہ نے دیا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ اللہ نے کیسے آپ کو رزق دیا ہے' کہ کسی کی نگاہ میں رزق ہے' کسی کے انداز میں رزق ہے' کسی کے خیال میں رزق ہے' کسی کے قلم میں رزق ہے اور کسی کے تھوڑے سے ذہن میں علم کی ایسی گنجائش ہے کہ وہ ڈگری لے کر ملازمت کر لیتا ہے۔تو اللہ نے یہ کہا ہے کہ رزق میرے پاس ہے' اللہ نے کہا کہ عزت اور ذلت ہماری طرف سے ہے۔تو آپ یہ بات مان لیں۔تو آپ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سوال جواب سے آزاد رکھو' یہ آپ کی عاقبت کے لیے بہت ضروری ہے۔تو جہاں اللہ کی بات نہ ملے کہ اس بارے میں کیا فتویٰ ہے کیا حکم ہے تو پھر آپ رجوع کرو الی الرسول کہ حضور پاک ﷺ کی کسی بات سے اس کا فیصلہ مل جائے گا اور اگر نہ ملے تو پھر آپ اس کو حال میں تلاش کرو کہ یہ کیا واقعہ ہے۔تو یہ ضروری بات ہے اور اللہ کے ساتھ زیادہ بحث کی گنجائش نہیں ہے......تو میں آپ کو آج وقت کے اندر تضاد کا بتا رہا تھا کہ تضاد یہ ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ اللہ وہ ہے جو Arbitrary Will رکھتا ہے' ہم سے پہلے آپ ہی رب بن کر بیٹھ گیا ہے' وہ بادشاہ ہے' مالک ہے' اُس کو سلام اور سجدہ کرتے ہیں کہ اُس نے ہم سے رب بننے کے لیے نہیں پوچھا' یہ اُس کا کمال ہے' ووٹ نہیں لیا' اور اُس نے کائنات میں کسی کو بھی نہیں پوچھا اور پھر بھی وہ کائنات کا رب ہے' ہر آغاز سے پہلے رب ہے اور ہر

انجام کے بعد بھی رب ہے۔ آپ لوگوں کا کائنات میں ہونا Fraction of Seconds کی کہانی ہے' ایک سیکنڈ کا بھی ذرہ ہے۔ اللہ کا مزاج غیر جمہوری ہے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ رب کا مزاج غیر جمہوری ہے اور جب یہاں پر تضاد پیدا ہوتے ہیں تو پھر آپ کے ملک میں فساد پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو جب چاہے پیغمبر بنا دے' کمال کی بات تو یہ ہے کہ پیغمبر بھی انسان کے ووٹ سے نہیں بنے گا' پیغمبر کو نامزد کرنا بھی غیر جمہوری ہے۔ اللہ جس کو جب مرضی چاہے پیغمبر بنا دے۔ وہ اگر چاہے تو قطرے کو قلزم بنا دے۔ آپ لوگ یہ دیکھیں کہ موسیٰ علیہ السلام کلام نہیں کر سکتے لیکن اللہ کریم نے انہیں اپنا ہم کلام بنا دیا اور نام اُن کا کلیم اللہ ہے حالانکہ اُن کی زبان میں لُکنت ہے' تو یہ اللہ کی بادشاہی ہے' وہ جو چاہے کرے۔ اب آپ لوگ دیکھیں کہ آپ کے ملک میں اسلام کا نعرہ ہے اور یہ نعرے کی حد تک ہی ہے' اور جمہوریت کی آمد آمد ہے۔ اگر آپ کے ملک کے آدھے سے زیادہ لوگ یعنی اکیاون فی صد لوگ اسلام نہ چاہیں' بشرطیکہ سارے لوگ ووٹ دیں تو' پھر آپ کی جمہوریت کیا کرے گی؟ پھر تو جمہوریت آئے گی لیکن اسلام نہیں آئے گا۔ اور اگر اسلام اِن لوگوں کو نظر انداز کر دے کہ یہ سارے جھوٹے ہیں تو پھر نظامِ مملکت کیسے بنے گا۔ اس تضاد کے دوران جو موجود حکومت ہے وہ عافیت میں بیٹھی ہے۔ آپ کے ملک میں اسلام آتا ہے تو جمہوریت نہیں رہتی اور اگر جمہوریت آتی ہے تو اسلام نہیں رہتا۔ لہٰذا یہ مسئلہ کسی سے حل نہیں ہونا اور زندگی کا کاروبار اسی طرح چلتا رہے گا۔ جمہوریت آپ کے ہاں آئی نہیں' پھر اسلام کا جو نفاذ یہاں ہو رہا ہے اس سے زیادہ اور کوئی بے معنی چیز نہیں ہے' اس میں ناراض ہونے والی بات کوئی نہیں ہے۔ آپ اس بارے میں ذرا جذباتی ہیں

مگر آپ یہ دیکھیں کہ مسلمانوں پر اسلام کا نفاذ ابھی تک کیوں نہیں ہوا؟ چودہ سو سال ہو گئے اور اسلام کا نفاذ مسلمانوں پر نہیں ہوا تو پھر وہ کیسے مسلمان ہیں۔ مسلمانوں پر اسلام نافذ نہیں ہوا اور یہ اسلام مسلمانوں پر نافذ نہیں ہوسکتا اور یہ قوت اسلام نافذ کر ہی نہیں سکتی۔ تو اب آپ یہ مسئلہ حل کرلو کہ وہ کون سا اسلام ہے جو مسلمانوں پر نافذ نہیں ہو رہا ہے اور یہ کیسے مسلمان ہیں کہ جن پر پچھلے کئی سال سے اسلام نافذ نہیں ہو رہا ہے' لٰہذا یہ تضاد جو ہے یہ اس طرح حل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ آپ لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتے کہ جیسے مرضی ہو جائیں اور پابند کر نہیں سکتے۔ لٰہذا موجیں حکمران طبقے کی ہیں اور اِن تضادات کے اندر ہی بادشاہوں کی آسودگی و عافیت ہے۔ اس تضاد کو Resolve کرنے کے لیے' حل کرنے کے لیے آپ میں سے کوئی صاحبِ دانش آگے بڑھے اور کہے کہ جمہوریت جو ہے یہ اسلام کا مزاج نہیں ہے کیونکہ نہ تو کوئی ولی اللہ جمہوریت کے ذریعے آیا' نہ کوئی پیغمبر آیا اور نہ خدا آیا اور نہ خدا کے رسولؐ آئے۔ یہ سب جمہوریت سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے آئے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کسی کی بات کرلو مثلاً کسی فقیہہ کی بات کرلو کہ لوگوں نے اُن کو فقیہہ بنالیا ہو' نہیں! یہ سب ادھر سے ہوا ہے' مجدد الف ثانیؒ ووٹوں کے ذریعے سے نہیں بن گئے۔ جب الیکشن ہوں گے تو آپ ووٹ دیکھو گے۔ لوگ کہیں گے اس دفعہ ہمارا خیال ہے کہ مجدد کے الیکشن کرادیں' کسی قلندر کے الیکشن کرادیں' ابدال کا الیکشن ہونا چاہیے' چلو غوث الاعظم کا الیکشن ہو جائے۔ تو یہ تو انتخاب والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ آپ خود کہیں گے کہ یہ تو اُدھر سے آتی ہیں۔ تو پھر باقی کیا رہ گیا۔ باقی صرف ساری کہانی کی کہانی رہ گئی ہے۔ تو آپ لوگوں کی فکر میں جو تضاد موجود ہے آپ

اس تضاد کو فکر سے نکالو۔ یہاں آ کر انسان کو ٹھہرنا چاہیے اور خدا کے ساتھ بحث نہیں کرنی ہے۔ جب تک آپ کا خیال درست نہ ہو جمہوریت نافذ نہیں ہونی اور اسلام نے آنا نہیں ہے اور یہ وقت ٹلنا نہیں ہے۔ یہاں پر اسلام کے نفاذ کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ ہم پر پیدائشی طور پر اسلام نافذ ہے۔ اب آپ اسلام کا قانون نافذ کرو' آپ اسلام کی زندگی نافذ کرو' آپ زندگی میں آسانیاں نافذ کرو' آپ ریلوے کو ٹائم سے چلاؤ' ٹیلی فون کو صحیح فنکشن کرنے دو' اور اس طرح کے ہزاروں قسم کے پرابلم ہیں جو حل ہونے چاہئیں۔ یہاں پر تو اسلام ہی اسلام ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں' سارے درود شریف پڑھتے رہتے ہیں اور سارے اللہ کریم کو یاد کرتے رہتے ہیں' یہ سب اسلام ہے اور مکمل نافذ ہے۔ آپ نے اور کیا نافذ کرنا ہے؟ اور اگر آپ نے اسلام نافذ کرنا ہے اور آپ ایسا کئی سال میں نہیں کر سکے تو آپ وجہ بتاؤ کہ آپ ایسا کیوں نہیں کر سکے؟ آپ کو کس نے روکا ہے؟ یہ آپ کی Inefficiency ہے' نااہلی ہے یا پھر آپ کی مرضی نہیں ہے کہ یہ نافذ ہو۔ آپ کو ایسا کرنے سے کس نے روکا ہے جب کہ آپ باقی ہر شے کرتے جا رہے ہیں' ہر چیز نافذ کرتے جا رہے ہیں۔ آپ جس چیز کو نافذ کرنا چاہتے ہو اُسے تو آپ نافذ کر دیتے ہیں۔ کوئی بھی نیا قانون آپ بنائیں تو سمجھو وہ راتوں رات نافذ ہو گیا' اُس کو Ordinance کہتے ہیں اور اُس وقت فٹافٹ Arbitrary Will چل پڑتی ہے' مثلاً مرضی کے مطابق کام ہو جاتا ہے۔ تو جو آپ چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کرتے ہیں اور اگر نہیں ہوتا تو اسلام نافذ نہیں ہوتا۔ پھر تو آپ کو اپنے اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا چاہیے کہ یہ چیز جو ہے اس کو کیا کرنا ہے' اسلام نافذ

ہونا ہے یا جمہوریت نافذ ہونی ہے۔ یہ جو تضادات ہیں یہ ابھی حل نہیں ہوں گے جب تک اِن کو حل کرنے والا کوئی صاحب نہ آئے اور وہ آنے والا ہے۔ آپ لوگ بھی دعا کرو کہ وہ جلدی آ جائے۔ اب آپ لوگ اور سوال کریں ......

سوال:

آپ ہمارے لیے بہت کچھ کرتے ہیں مگر ہم نے آج تک آپ کے لیے کچھ نہیں کیا۔ تو ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

جواب:

میرے لیے آپ ایک کام یہ کرو کہ میرے لیے دعا کرو اور میں بھی آپ کے لیے دعا کروں گا' آپ باقی سب لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھو اور آپ کی دعا جو ہے وہ بہت ضروری ہے' اور میری بات کو غور سے سنو اور عمل کرنے والی بات پر عمل کرو' یاد رکھنے والی بات کو یاد رکھو اور آگے بیان کرنے والی بات کو بیان کرو۔ بس آپ کی یہی Contribution بہت ہے' یہ عمل بہت ہے۔ میں راضی ہوں اور آپ کا یہ عمل آپ کی بڑی Contribution ہوگی۔

سوال:

ہم آج کل کے حالات میں بندوں کو کیوں موردِ الزام ٹھہراتے ہیں جب کہ اس میں اللہ کی رضا اور مشیت بھی تو ہو سکتی ہے۔

جواب:

موردِ الزام کوئی نہیں ٹھہرا رہا' بس کچھ لوگ غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہر بات ضرور اللہ کی طرف سے ہوتی ہے لیکن پھر بھی انسان جائزہ لیتا رہتا ہے کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ ہر چیز کو اللہ کے حوالے کرنے سے جو نتیجہ ہوتا ہے تو

جو صاحبانِ غور ہوتے ہیں اس پر وہ غور کرتے رہتے ہیں۔ اب اللہ کی طرف سے دونوں طرح کے واقعات ہوتے ہیں۔ اللہ کے حوالے کرنے والی جو بات ہے تو ایک واقعہ سنو۔ ایک آدمی کسی کے باغ میں چلا گیا اور بغیر اجازت کے آم کھانے لگ گیا، تو مالک آ گیا اور اُس نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو تو وہ شخص کہتا ہے کہ یہ اللہ کا باغ ہے اور اللہ کا بندہ اللہ کے حکم سے آم کھا رہا ہے، آپ کو اس میں کیا دقّت ہے۔ تو مالک نے چھڑی اٹھائی اور کہتا ہے کہ اللہ کے دوسرے حکم سے اللہ کا دوسرا بندہ یہ چھڑی استعمال کرنے کی بسم اللہ کرتا ہے...... تو بات اتنی ساری ہے کہ ایک واقعہ اگر اللہ کے حکم سے نافذ ہوتا ہے تو دوسرے آدمی بھی اللہ کے حکم سے ہی سوچتے ہیں۔ آپ یہ بات کیوں نہیں دیکھ رہے۔ اس لیے سوچ کا عمل آپ بند نہیں کر سکتے۔ یہ چلتا رہے گا ......

سوال:

یہ جو سارے واقعات ملک میں ہو رہے ہیں تو کیا اس میں کوئی معنی پوشیدہ ہیں؟

جواب:

یہاں تک کا واقعہ تو آپ کو سمجھ آ رہا ہے۔ اگر کچھ سمجھ آ رہا ہے تو پھر گہرائی میں آپ کیوں جاتے ہیں کیونکہ یہ آپ کا پرابلم نہیں ہے، اور جن لوگوں کا یہ پرابلم ہے اُن کو جواب مل گیا ہے۔ آپ کے لیے یہی ٹھیک ہے۔ آپ کا یہ کام نہیں ہے کہ واقعہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ یہ سمجھیں کہ سب ٹھیک ہی ہو رہا ہے، کیونکہ جو آدمی کام میں لگا ہوا ہے، ڈیوٹی پر جاتا ہے، سوتا ہے، نماز پڑھتا ہے وہ اتنا مصروف ہے اُس کے لیے تو واقعہ کوئی نہیں ہے۔ واقعہ تو اُن لوگوں کے لیے ہے

جن کے پاس وقت ہے' دعا کرنے کا وقت ہے یا یہ اُن کی ڈیوٹی ہے۔ آپ کے لیے یہ واقعہ نہیں ہے۔

سوال:

سر! یہ جو اس وقت ملک کی صورتِ حال ہے یہ جزا کی ہے یا سزا کی ہے؟

جواب:

جو اِس وقت صورتِ حال موجود ہے' آپ دیکھیں کہ جب خیال پر جبس طاری ہو جائے تو یہ جزا نہیں ہے۔ آج خیال پر بوجھ پڑ گیا ہے۔ غالباً اعمال جو ہیں اُن کا نتیجہ نکل رہا ہے۔ آج آپ کو دوسرے کے عمل سے پریشانی نہیں ہو رہی ہے بلکہ اپنے اعمال ہی اس قابل نہیں ہیں' بات سختی کی طرف جا رہی ہے کہ اپنے اعمال بھی اچھے نہیں اور کوئی آدمی بھی نہیں جس کو یہ موقع ملے کہ وہ اس کے علاوہ بھی بات کرے۔ آج کل کے حالات کا مقام ہی ایسا ہے یعنی لالچ کا اور طاقت کا مقام ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں' سارے ہی ایسے کرتے ہیں' اپنے اپنے علاقے' اپنی اپنی Domain میں ایسے ہی کرتے ہیں۔ اس لیے یہ سزا کا وقت ہے۔

سوال:

مگر آپ فرماتے ہیں کہ صورتِ حال بہتر ہے......

جواب:

انشاءاللہ تعالیٰ صورتِ حال بہتر ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیا ساری کافر ہو جائے تو مومن کے لیے مومن ہونے کی گنجائش رہے گی۔ اس دنیا میں کوئی بھی

لو نہ مانے تو کچھ لوگ خدا کو مانتے رہیں گے۔ اچھے آدمی کے لیے ہر وقت اچھا ہے اور برے آدمی کے لیے کوئی وقت بھی اچھا نہیں ہے۔ بس آپ نے خود اچھا ہونا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقت ہمیشہ ہی اچھا رہے گا۔ یہ آپ کی وقت کے ساتھ Total Involvement ہے' وقت کے ساتھ کل معاملہ ہے اور آپ کی جواب دہی انفرادی ہے۔ تو آپ اپنی ذاتی زندگی انفرادی طور پر دیکھیں کہ کیا ہے۔

<u>سوال:</u>

آج کل جھوٹ اور ظلم سے کیسے لڑیں؟

<u>جواب:</u>

آپ دیکھو کہ جہاں جھوٹ As such exist نہیں کرتا' وہاں ہر انسان اپنے جھوٹ سے خود بچتا ہے۔ انسان میں اصلاح کی ہمیشہ گنجائش رہتی ہے۔ کسی نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ ہم دین سے کیسے محبت کریں' کتنی محبت کریں؟ اب آپ لوگ حضور پاک ﷺ کا جواب سن لیں' آپؐ نے فرمایا کہ آپ لوگ دین سے اتنی محبت کرو جتنی دنیا دار کو دنیا سے محبت ہے کہ وہ دنیا حاصل کرنے کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑتا تو تم بھی کوئی دین حاصل کرنے کا موقعہ نہ چھوڑو۔ تو جھوٹے کی اصلاح کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ اپنے سچ کو نہ چھوڑو' وہ اپنا جھوٹ پکڑے رکھے' آپ اپنا سچ پکڑے رکھو اور اُس پر قائم رہو۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ یعنی حق آجاتا ہے اور باطل چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جھوٹ کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ یہ بھاگنے کے لیے ہے۔ سچا بن کر آپ کسی ماحول میں چلے جاؤ تو جھوٹ ٹھہر نہیں سکتا۔

جھوٹ کو Deal کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے سچ سے نکال دیا جائے' جھوٹ کو جھوٹ نہیں نکال سکتا' اس لیے جو آپ لوگ کرتے ہیں وہ تو غلط ہے۔ یہاں تو جھوٹ کو سچ کر دیا جاتا ہے۔ تو آپ جہاں بھی جائیں بس سچا بن کر جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ جھوٹ نکل جائے گا۔ تو جھوٹ کو نکالنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سچے بن جاؤ۔ سچ اور صداقت والے صادق لوگ صادق بن کر پوری دنیا پر چھا گئے ہیں۔ صداقت گواہی ہے' کسی اور طریقے کی بات نہیں ہے بلکہ صرف صادق کی بات ہے۔ جو طاقت سچ کو پیدا کرتی ہے وہ طاقت باطل کو بھی پیدا کر دیتی ہے۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ جس نے سورج بنا کے کائنات کو چلانا ہے اُس نے آپ کی نگاہ پہلے بنائی ہے اور سورج کو بعد میں بنایا ہے' اب وہ روشنی خود بخود نظر آ رہی ہے' نہ اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ فارمولا ہے' آنکھ کے ساتھ نظر لگا کے نظارے بنانے والا لطف لے رہا ہے۔ تو نظارے بعد میں بنائے پہلے نظر بنا دی۔ اس لیے صداقت کو پہچاننے کے لیے آپ کے پاس صداقت کا شعور آ جائے گا اور یہ شعور موجود ہے۔ اب صداقت کا آغاز ہو رہا ہے جو کچھ آپ کر رہے ہیں' آپ کو جو پریشانی ہے' یہ جو صداقت دیکھنے کی تمنا پیدا ہو گئی ہے' یہ جو حالات کو بہتر دیکھنے کی تمنا پیدا ہو گئی ہے' یہ جو کنفیوژن دُور کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی ہے' یہی تو صداقت کا آغاز ہے۔ پھر جب وہ واقعہ ہو جاتا ہے تو قرار آ جاتا ہے۔ اب یہ جو بے چینی پیدا ہو رہی ہے' اس کا حل نکل آئے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

<u>سوال:</u>

سر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسی قوم ہو گی ویسے حاکم مسلط کر دیے

جائیں گے۔ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟

جواب:

آپ کو کس نے کہا ہے کہ قوم کو حاکم پسند نہیں ہیں۔ یہ جو بارہ کروڑ عوام ہے یہ کب حاکموں کو ناپسند کر رہی ہے کیونکہ اتنی بڑی قوم اگر مخالفت کرے تو کیا کوئی حاکم چل سکتا ہے۔آپ کا یہ بیان جو ہے یہ ایسے نہیں ہے جیسے آپ بیان کر رہے ہیں کہ جیسی قوم ہوگی ویسے حاکم ہوں گے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔اور ایک حدیث شریف ہے جو لوگوں کے بارے میں ہے کہ جیسے بادشاہ ہوتے ہیں ویسے ہی لوگ بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں برابر برابر چلی ہوئی ہیں۔اب جب اُس حکمران کو ہٹانا مقصود ہوگا تو لوگوں میں طاقت آ جائے گی۔ فی الحال تو لوگ ڈر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اچھا ہے کہ نہیں ہے۔اگر نوے دنوں کے بعد انتخابات ہو جائیں گے تو عام آدمی کی اقتصادی زندگی میں کیا فرق پڑ جائے گا۔آپ اگر انتخاب لڑیں تو پھر کیا فرق پڑ جائے گا۔ جہاں اور جس وقت میں آپ کے خیال میں وقت ہو' اُسے آپ Change کرو تبدیل کرلو اور اگر Change' تبدیل کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو پھر غور کرو اور خاموش رہو۔یعنی کہ جو پسند کی چیز ہے اُسے حاصل کرلو ورنہ جو کچھ حاصل ہے اُسے پسند تو کرو۔صرف بیان کرتے رہنا اچھا نہیں ہے کہ یہ برا ہے اور وہ برا ہے۔آپ ایک اور بات دیکھو کہ اگر برائی دیکھنی ہے تو اپنے آپ میں دیکھو اور پھر اُس برائی کی اصلاح کرلو ۔ بار بار یہ بات ہم آپ کو سمجھاتے ہیں کہ بادشاہوں کی برائیوں کو حل کرنے کا کام آپ کا نہیں ہے جب تک کہ آپ کو یہ ڈیوٹی نہ ملی ہو۔ Unless you are appointed that way فی الحال آپ

دیکھتے جائیں۔ یہ قبول کرنے کا وقت ہے اور آپ سے بہتر لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔ بس آپ غور کریں اور آپ اپنے حالات کو دیکھیں۔ سیاست کے میدان کی اور بات ہے' یہ اور میدان ہے' آپ اپنی اصلاح کرو اور اپنے آپ پر غور کرو' جب نوے دن میں انتخابات نہیں ہوئے تھے تو لوگوں نے کیا کر لیا۔ یہ ایسے ہی پریشان ہونے والی بات ہے۔ آپ لوگ اس کا تھوڑا سا علاج سوچو۔ اس کا کوئی اور ہی علاج ہے۔ اس سے پہلے جو انتخاب ہوئے تھے اُن سے کیا فرق پڑا تھا اور اب اگر انتخاب ہو جائیں گے تو کیا فرق پڑے گا۔ بات انتخاب سے حل نہیں ہوتی ہے بلکہ آپ کا مقصد کیا ہے اور آپ کیا چاہتے ہیں' اصل بات یہ ہے' اور یہ کہ اصل میں آپ کی پوری قوم کا نصب العین کیا ہے۔ حکومت چلانا تو مقصد نہیں ہے۔ اسلام کو تو ایک توضیح بنا دیا گیا ہے۔ 1947ء میں قوم کو ایک مقصد مل گیا تھا یعنی مسلمانانِ ہند کو ایک مقصد مل گیا تھا کہ ہم نے ملک بنانا ہے اور اُس مقصد کے لیے مسلمان چل پڑے اور وطن بھی چھوڑا' مال و اسباب بھی چھوڑا' کچھ کٹ گئے اور کچھ یہاں پہنچ گئے۔ مگر اُس کے بعد کوئی منزل نہیں ملی 1947ء میں ایک پاکستان بنانا تھا' اُس کے بعد آپ کے ذاتی مقاصد ہیں اور قومی مقصد کوئی نہیں ہے۔ اگر قوم کا کوئی بھی متفقہ مقصد ہو جائے پھر تو قوم کامیاب ہو جائے گی کیونکہ وہ اُس میں مشغول ہو جائے گی۔ اس وقت قوم کا قومی مقصد کوئی نہیں رہ گیا' اجتماعی Purpose کوئی نہیں رہ گیا' لہٰذا پریشانی ہے۔ جس کو وحدتِ کردار کہتے ہیں یہ ختم ہو گئی ہے' کوئی متفقہ عمل نہیں رہ گیا' نہ ہی آپ کا کوئی مشترکہ لائحہ عمل رہ گیا' نہ کوئی مشترکہ مقصد رہ گیا' ہاں اگر انڈیا مہربانی کرے' حملہ کرے تو آپ کو ایک مقصد مل جاتا ہے اور وہ مہربانی کرتا ہے' وہ مہربانی کرتا رہتا

ہے۔قوم کو اگر اکٹھا کیا ہے تو انڈیا نے کیا ہے اور یہ ایمان داری کی بات ہے جیسے کہ 1965ء میں کیا اور قوم اکٹھی ہو گئی۔ جب یہ واردات اُدھر ہو جائے گی تو آپ اکٹھے ہو جاؤ گے۔ جب کوئی افتاد پڑی تو یہ قوم اکٹھی ہوئی ہے ورنہ اکٹھی نہیں ہوئی۔ آسودگی میں تو آپ جھگڑا کرتے ہیں اور دولت آپ کو راس نہیں آتی ہے بلکہ پریشانی آپ کو راس آتی ہے۔فرض کرو کہ آج جو حکومت بدلی ہے اس سے آپ بڑے پریشان ہیں' اس کو تو چار دن ہو گئے ہیں' اُس سے پہلے کیا تھا؟ کون سے ایسے درخت کے ساتھ پھل لگ رہے تھے جواب نہیں لگیں گے۔ تو اب بھی آپ کے آموں کے ساتھ پھل لگیں گے اور اس سے کچھ بھی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ بے فکر رہیں' آپ کے درختوں پر پھل لگے گا اور حسبِ معمول لگے گا اور وقت پر لگے گا۔ کچھ لوگ ہیں جو دوست بھی ہیں اور دشمن بھی وہی ہیں' تو پھر تبدیلی کیا آئی ہے؟ تبدیلی تو آنی چاہیے' ہم بھی کہتے ہیں کہ تبدیلی آنی چاہیے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ لوگ بدل جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ انقلاب اس کو کہتے ہیں جب آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی پیدا ہو جائے اور دنیا کی گنتی ختم ہو جائے۔اور آپ اللہ کریم کے محبوب بن جاؤ' آپ اللہ کی محبت میں چل پڑو تا کہ دنیا کی محبت ہی نکل جائے' تو یہ انقلاب ہے۔ورنہ آپ کوئی سا بھی زمانہ لے لو تو یہ کل ہی کی بات ہے' ہم تو بہت پرانے ہیں' یہ روزِ الست بھی کل کی بات ہے ہم تو اُس سے بھی پہلے سے انتظار میں ہیں۔تو ہر دور میں ایسی بات ہوتی ہے' یہ سمجھو کہ بادشاہوں میں کوئی خامی نہیں ہے اور خامی عوام کی بھی نہیں ہے' وقت ٹھیک چل رہا ہے' بس جب اللہ کی مہربانی ہو جائے گی تو وقت اور اچھا ہو جائے گا۔آپ کے لیے ضروری ہے کہ قوم کے پاس کوئی واحد مقصد ہونا چاہیے۔

سوال:

1965ء میں تو انڈیا کے آنے سے ایک واحد مقصد ہو گیا تھا لیکن جب مشرقی پاکستان کا مسئلہ ہوا تب یہ وحدتِ فکر پیدا نہیں ہو سکی۔

جواب:

میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ وحدتِ فکر صرف انڈیا کے آنے سے پیدا ہوگی' یہ میں نے ایک مثال دی ہے اور میں نے 1965ء ہی کہا ہے 1970ء نہیں کہا ہے۔ آپ لوگ پاکستانی تو بنتے نہیں ہیں' صرف انتشار میں ہیں اور آپ پہلے بھی انتشار میں تھے۔ مقصد یہ ہے کہ میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ آپ اپنے اندر کوئی وحدتِ فکر پیدا کریں۔ اس سے پہلے کہ کوئی بات ہو آپ اپنی قدر کریں' اپنا خیال کریں تاکہ قوم جو ہے وہ ضائع نہ ہو جائے۔ تو آپ لوگ کوشش کریں لیکن آپ لوگ کوشش نہیں کرتے۔ صرف یہ نہیں کہ آپ لوگ مسئلے پر غور کر لیں اور مسئلے کو سن لیں بلکہ آپ قوم کو وحدتِ فکر دیں' وحدتِ کردار دیں اور یہ آپ کا کام ہے۔ مگر آپ تو سیاست کی بات کر رہے ہیں۔ ملک کی بہبود کا سوچنا جو ہے یہ سیاست ہے۔ سیاست دان کا کوئی الگ شعبہ نہیں ہے۔ ہر آدمی جو ملک کے بارے میں سوچتا ہے وہ سیاست دان ہی ہے۔ سیاست کا شعبہ جیسے آپ لوگوں نے بنایا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہ سیاست دانوں کا کام ہے' مذہب مولویوں کا کام ہے اور دوسرا کام صاحبِ اقتدار کا کام ہے۔ پھر آپ کا کام کیا ہے؟ کیا صرف نعرے لگانا۔ آپ لوگ صرف نعرے نہ لگائیں' آپ اپنا کردار بنائیں اور آپ اپنی اصلاح کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک جماعت کے جلسے میں نعرے لگانے والے دوسری جماعت کے جلسے میں بھی نعرے لگا

ہے ہوں گے اور سامعین بھی وہی ہوں گے۔ جب زندہ باد اور مردہ باد کہنے والا یک ہی ہو تو ایسے آدمی کی عاقبت خراب ہونی چاہیے جو کسی آدمی کو زندہ باد کہتا ہے اور پھر کسی آدمی کو مردہ باد کہتا ہے یعنی دوستوں کے مخالفوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ نعرے لگانے والے پیسے لیتے ہیں' یہ پورا کاروبار ہے اور جلسے' جلوسوں کا آدھا کام تو اس طرح ہوتا ہے۔ بہر حال آپ سب لوگ یہ دعا کریں کہ خیر ہو جائے۔ لیکن آپ کسی طور یہ نہیں کہہ سکتے کہ وحدتِ کردار کسی اور کا کام ہے بلکہ یہ آپ ہی کا کام ہے' یا تو آپ یہ بات نہ کریں یا پھر یہ آپ ہی کا کام ہے۔ آپ کے گھر پر مصیبت آجائے تو پھر آپ اُس کو ٹال لیتے ہیں اور اگر ملک پر مصیبت آجائے تو نہیں ٹال سکتے۔ یہ کیا بات ہوئی۔

سوال:

سر! اسلام میں سکونِ قلب کے لیے کیا بتلایا گیا ہے؟

جواب:

اسلام کہتا ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ سکونِ قلب نہیں ملے گا' اطمینانِ قلب' سکونِ قلب صرف اللہ کے ذکر سے ملے گا۔ یہ ایک طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سکونِ قلب ایک عطا ہے' سکونِ قلب کسی کی مہربانی سے ملتا ہے۔ آپ میں اگر ہمت ہے تو آپ اللہ کا ذکر کریں' محویت پیدا کریں' Meditation کریں۔ اور ایک طریقہ یہ ہے کہ اُس کی ویسے ہی مہربانی ہوتی ہے کہ وہ سکونِ قلب عطا فرما دیتا ہے۔ خواہشات کم ہو جائیں تو سکونِ قلب آجاتا ہے' حاصل کی بجائے ایثار پیدا ہو جائے تو سکونِ قلب آجاتا ہے۔ ایثار کے معنی قربانی کے ہیں' مثلاً جو چیز آپ نے محنت سے کمائی ہے وہ اپنی خوشی سے آپ کسی کو دے

دیں تو پھر آپ کو سکونِ قلب بڑا آ جائے گا۔ اصل میں سکونِ قلب حاصل کرنے کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ سکونِ قلب حاصل نہ کرو بلکہ کسی کو سکونِ قلب دو۔ سکونِ قلب دوسروں کو سکون دینے سے ملتا ہے۔ کوئی پریشان آدمی ڈھونڈو کہ کون ہے؟ آپ اُس کو سکونِ قلب دے دو' اُس کو آپ نے سکونِ قلب دے دیا تو پھر آپ کو سکونِ قلب مل جائے گا۔ آپ سکون دیتے جاؤ تو پھر آپ کو سکون ملتا جائے گا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ سکون لینے کی خواہش کو ہی چھوڑ دو تو یہ سکونِ قلب ہے۔ آپ اپنی زندگی کو بے مقصد ہونے سے بچاؤ' آپ با مقصد ہو جاؤ۔ اگر آدمی با مقصد ہو جائے تو نیند بھی مقصد ہے اور جاگنا بھی مقصد ہے۔ چاہے کسی ایک شخص کی محبت میں ہی گرفتار ہو جاؤ اور آپ زیادہ مقاصد سے بچو۔ آپ لوگ زندگی کے دس مقاصد چھوڑ دو' صرف زندگی کا ایک مقصد ہونا چاہیے۔ چاہے آپ کسی نادان شخص کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ' اجازت ہے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ ایسے آدمی سے محبت کرنے والا بھی شروع شروع میں بڑی دانائی حاصل کر جاتا ہے۔ تو محبت ایک ایسی چیز ہے۔ تو محبت جو ہے یہ سکونِ قلب کا باعث ہے' عبادت سکونِ قلب کا باعث ہے' ذکر سکونِ قلب کا باعث ہے' دوسروں کو سکون دینا سکونِ قلب کا باعث ہے' اور تنہا بیٹھنا سکونِ قلب کا باعث ہے' صرف خالی تنہا بیٹھنا' بغیر کسی عبادت کے تنہا بیٹھو تو یہ سکونِ قلب کا باعث ہے' کسی آستانے پر جا کر بیٹھنا سکونِ قلب کا باعث ہے' محنت سے حاصل کیے ہوئے پیسے کو ایثار کرنا سکونِ قلب کا باعث ہے۔ تو سکونِ قلب کے بڑے طریقے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سکونِ قلب کے لیے ایک ایسا وقت آتا ہے کہ خالی آسمان کو دیکھنے سے سکون نازل ہوتا ہے کہ آسمانوں کی سیر سے فنِ تخلیق

لی ثناء اور فنِ تخلیق کو سلام' سبحان اللہ' فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحسَنُ الْخَالِقِیْن گویا کہ خالق کی کیا بات ہے' کیا تخلیق ہے' صرف ایک پھول کی پتیوں کو دیکھو تو کیا تخلیق ہے' خالق کے لیے سبحان اللہ' سبحان اللہ' کیا بات ہے' کیا چیز اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی ہے۔ ساری داد وجہِ تخلیق کو دے دو تو پھر سکون پیدا ہو جائے گا۔ انسان جو ہے وہ سکونِ قلب خود ضائع کرتا ہے اور یہ اپنے آپ کو پریشان کرتا ہے اور بڑی کوشش سے پریشان کرتا ہے ورنہ اس کا سکون کیسے برباد ہو۔ یہ کسی کو چھیڑ کے' کسی کو تنگ کر کے' کسی سے مار کھا کے' کسی کی پگڑی اچھال کے' اور ایسے ایسے تماشے کرتا رہتا ہے کہ پھر اپنا سکون ضائع کر بیٹھتا ہے۔ پہلے دوسرے کو چھیڑتا ہے اور پھر خود پریشان ہوتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ لہٰذا آپ دوسروں کی تذلیل کرنا چھوڑ دو' شکایت کرنا چھوڑ دو اور تنقید کرنا چھوڑ دو۔ جو آدمی تنقید کرنے والا نہیں ہوتا وہ سکون میں رہتا ہے۔ تقاضہ چھوڑ دو' شکائتیں چھوڑ دو' گلہ چھوڑ دو' شکوے چھوڑ دو' سب کو چلنے دو' اللہ جانے اور اللہ کی مخلوق جانے' بس آپ اپنا کام کرتے جاؤ۔ آپ کو وہ تاریخی فقرہ یاد ہوگا کہ ہمیں تو ہمارے اونٹ دے دو باقی رہ گیا خانہ کعبہ' جس کا ہے وہی سنبھالے گا۔ تو آپ لوگ اسلام کے لیے فکر نہ کرو اور اسلام کو بچانے کی زیادہ فکر نہ کرو' اسلام کو وہ خود بچائے گا۔ آپ لوگ تو اسلام کی بجائے خدا کی حفاظت کرتے ہو' آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ اللہ آپ کی حفاظت کر رہا ہے۔ یہ چھوڑ دو تو سکون آپ کو بڑی آسانی سے مل جائے گا۔ خالی سجدہ کر لو اور جب تک سکون نہ ملے تب تک سر مت اٹھاؤ۔ پھر بے شمار حساب سے سکون ملے گا کیونکہ اُس وقت تک سر اٹھانا ہی نہیں ہے جب تک سکون نہ ملے۔ آپ کا کوئی ایک Base ہونا چاہیے کہ

جس سے سکون ملے' سکون کا معنی ہے کہ ساکن حالت میں ہونا تو آپ کسی ایک مقام پر ساکن ہو جاؤ' Stay کر جاؤ' پھر بس سکون ہی سکون ہے۔ اپنی حرکات کو بند کرو بلکہ حرکتیں بند کرو اور یہ حرکتیں اگر بند ہو جائیں تو سکون ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ بولو ......

سوال:

سر! آپ کہتے ہیں کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ تو اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب:

میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ بغیر تعلق کے کبھی تبلیغ نہ کرو۔ اگر ایک ناواقف آدمی ہے اور آپ چلتے چلتے اُسے تبلیغ کرنا شروع کر دیں تو پھر وہ انسان Offend ہو جاتا ہے' غصہ کر جاتا ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ تعلق پہلے بناؤ اور تبلیغ بعد میں کرو۔ اور اتنی بات آپ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے' اللہ تعالیٰ کسی سے بدظن نہیں ہوا اور آپ اللہ تعالیٰ کو مہربان سمجھو اور اپنے گناہوں کی توبہ اور معافی مانگتے رہنا اور دعا کرتے رہنا ہے کہ جو کچھ ہم سے ہو گیا اللہ تعالیٰ وہ ہمیں معاف فرمائے۔ میں بتا رہا تھا کہ گناہگار کو تو معافی مل سکتی ہے لیکن شیطان کو معافی نہیں مل سکتی۔ گناہگار اور شیطان کا فرق میں نے آپ کو بتلایا ہے کہ گناہگار وہ ہے جو اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور شیطان وہ ہے جو اپنی غلطی کو Defend کرے' غلطی پہ اصرار کرے۔ بس جو اپنے گناہ کو Defend کرنا چاہے' گناہ پہ اصرار کرے اُس کو معافی نہیں ہے اور جو Confess کرے' اپنا گناہ مان لے اُس کو معافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری کوتاہیوں کے باوجود معاف کرے یعنی جو بھی ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ ہماری غلطیاں

معاف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک اچھی زندگی میں داخل کرے' یہ زندگی بھی اور آنے والی زندگی بھی اچھی کرے' ہماری زندگی میں آنے والے تمام تضادات اللہ کریم حل فرمائے اور ہمیں سکونِ قلب عطا فرمائے۔ سکونِ قلب کب ہے؟ جب آپ کا حاصل اور آپ کی آرزو برابر ہو جائے۔ تو اس طرح سکونِ قلب آ جاتا ہے ورنہ حاصل کم رہ جائے اور آرزو بڑھ جائے تو پھر پریشانی ہی پریشانی ہے۔ خدا آپ کی آرزوؤں کی ٹانگیں کاٹ دے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے کہ آپ کی آرزوئیں کم ہو جائیں' لمبی آرزوؤں کو کم کرو اور چھوٹی آرزو کرو۔ صرف چار دن کی زندگی ہے۔ آپ لوگ دعا کرو کہ اللہ کریم ملک کے حالات بہتر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے زمانے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اچھے زمانے آپ کی زندگی میں آئیں۔ تو اچھے زمانے بھی ہوتے ہیں اور وہ زمانے آنے چاہییں۔ اللہ تعالیٰ سچوں کو نافذ کرے اور اللہ تعالیٰ نیک کو توفیق دے کہ وہ نافذ ہو' اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے اور اُن کو کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا وسندنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

٢

۱ نماز قائم کرنے اور نماز پڑھنے میں کیا فرق ہے؟

۲ استقامت کا کوئی آسان راستہ بیان فرمادیں؟

۳ حضور! مومن اور مسلمان میں کیا فرق ہے؟

۴ نماز قائم کرنے' عمل پیرا ہونے پر تو اس عمل کا خارجی طور پر بھی اثر ہوتا ہے؟

۵ اللہ کا شکوہ کیا ہوتا ہے؟

۶ ہمیں کیا دعا مانگنی چاہیے؟

۷ گزارش ہے کہ نفس بعض اوقات منہ زور گھوڑے کی طرح ہو جاتا ہے تو اس کو قابو کرنے کے لیے ہم کیا کریں؟

۸ عرض یہ ہے کہ "ظرف" ہوتا کیا ہے اور یہ بڑا کیسے ہوتا ہے؟

۹ کیا زندگی میں Competition نہیں کرنا چاہیے؟

۱۰ کیا ہم جمع ہو کر ایک جماعت نہ بنالیں۔

۱۱ اجتماعی زندگی میں کیا کیا جائے؟

۱۲ ایسا کیوں ہے کہ ایک طرف تو انسان سیاست میں دلچسپی لیتا ہے اور ایک طرف سیاست سے بھاگتا ہے؟

سوال:

نماز قائم کرنے اور نماز پڑھنے میں کیا فرق ہے؟

جواب:

دفتر جانا' کاروبار کرنا اور پھر گھر آنا' ان میں سے وقت نکال کے انسان نماز پڑھتا ہے یا نماز ادا کرتا ہے اور جس نے نماز قائم کر لی وہ نماز میں رہتا ہے اور وہ درمیان میں وقت نکال کر بچوں کو دیکھ آتا ہے۔ گھر کے کام کرنے کے لیے وہ نماز سے وقت نکالتا ہے اور دوسرا آدمی اپنے کام سے نماز کے لیے ٹائم نکالتا ہے۔ نماز قائم کرنے والا دنیا کے لیے وقت نکالے گا' فرائض ادا کرے گا اور جس نے نماز ادا کرنی ہے وہ فرائضِ دنیا میں رہے گا اور نماز کے لیے وقت نکالے گا۔ بس دونوں میں یہی فرق ہے۔ یا آپ اِس کو یوں کہہ لیں کہ اگر انسان کا ظاہر و باطن کا کردار اور مسجد کے اندر کی زندگی مسجد کے باہر کی زندگی کے برابر ہو جائے تو نماز قائم ہو گئی۔ جو بات آپ مسجد میں نہیں کرتے وہ آپ باہر بھی نہ کریں' مسجد میں خدا رُوبرو ہوتا ہے تو باہر بھی اُسے روبرو رہنے دو' یہ نہ ہو کہ باہر جا کے' نماز پڑھ کے پھر ویسے ہو جاؤ ...... تو نماز کب قائم ہو گی؟ جیسے حالتِ نماز میں رہتے ہو وہ نماز کے بعد کی حالت بھی ہو۔ حالتِ نماز میں آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے ماں باپ پر رحم کر' تو حالتِ نماز سے جب باہر نکلیں تو خود ہی اُن پر رحم کریں اور اُن کے لیے دعا بھی مانگیں اور یہ دعا بھی کریں کہ میری اولاد کو نیک

بنا' نمازی بنا۔ تو آپ مسجد سے باہر نکل کر وہی کام کرو جو آپ نماز میں کہہ رہے تھے۔ نماز میں آپ عباد الصالحین اور اپنے آپ پر سلام بھیجتے ہیں تو آپ باہر بھی ایسے ہی کام کریں۔ نماز میں کہتے ہیں کہ ہم تجھ ہی کو رب مانتے ہیں' پروردگار مانتے ہیں' اگر نماز میں آپ یہی کہہ رہے ہیں تو آپ باہر بھی یہی کہیں۔ یہ نہ کہنا کہ یہ حالاتِ زمانہ ہیں' ضرورت تو پڑتی ہے' پھر کیا کیا جائے' تھوڑی سی رشوت ضروری ہوتی ہے ورنہ کاروبارِ دنیا نہیں چلتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز قائم نہ ہوئی۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کہے ہوئے الفاظ کا استعمال عام زندگی پر ایسے ہو جائے کہ اطلاقِ مطلق ہو جائے۔ اگر اطلاقِ مطلق نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہیں نہ کہیں گڑبڑ ہے۔ یہ نہ کہنا کہ میں جو اللہ سے بات کر رہا تھا وہ یہ بات تو نہیں تھی۔ تو اگر اللہ سے بات اور بندوں سے بات میں فرق ہو جائے یعنی آپ کے کردار میں فرق آ جائے' آپ کی ادائیگی میں فرق ہو جائے تو پھر آپ سمجھیں کہ نماز قائم نہیں ہوئی۔ نماز قائم کرنے والے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان ہمیشہ ہی اللہ کے رُوبرو رہتا ہے' مسجد کے اندر بھی اور مسجد کے باہر بھی۔ جس طرح اقبالؒ نے کہا کہ ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

یعنی بادشاہ نماز پڑھ رہا ہو تو غلام بھی ساتھ کھڑا ہو' محمود غزنوی کے ساتھ ایاز بھی کھڑا نماز پڑھ رہا ہو ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

اگر وہ مسجد کے اندر ایک ہوئے ہیں تو باہر بھی ایک ہو جائیں۔ اگر مسجد

کے اندر غلام اور آقا دونوں ایک ہو جائیں' دونوں برابر کھڑے ہوں اور باہر نکل کر غلام کو آقا کہہ دے Shut up and get out تو پھر وہ ایک تو نہ ہوئے۔ نماز قائم کرنے والا جو اندر ایک ہو گیا وہ باہر بھی ایک ہو گیا۔ اگر مسجد کے اندر ''تیری سرکار'' ہے تو مسجد کے باہر بھی وہی سرکار ہونی چاہیے' پھر ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ۔

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

تو اس سرکار میں باہر بھی ایک جیسے ہونے چاہئیں ۔ حالتِ نماز میں اور حالتِ زندگی میں جتنا فاصلہ ہے حالتِ کاروبار میں وہ فاصلہ کم سے کم کرو تو نماز قائم ہو جائے گی ۔ وہ لوگ جنہوں نے نماز قائم کی ہے اُن کا فاصلہ کم سے کم ہے بلکہ انہوں نے اتنا کم کر دیا کہ فاصلہ ہی نہ رہا۔ اور ہمارے ہاں اصل اور نقل میں فرق کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ جیسے مسجد کے اندر کی حالت میں ہیں ویسے ہی آپ مسجد کے باہر کی حالت میں ہوں' اگر یہ حالت قائم ہوگئی تو نماز قائم ہوگئی ۔ اگر مسجد کے اندر حالتِ وضو میں ہیں تو باہر بھی ایسے رہ جائیں' مسجد کے اندر بعض ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ وہ نماز میں رو رہے ہوتے ہیں' تھر تھر کانپ رہے ہوتے ہیں' فرض کریں کہ یہ کیفیت سچی ہے تو باہر بھی سچی ہونی چاہیے۔ مسجد کے اندر بھی اللہ ہے اور اللہ تو مسجد کے باہر بھی ہے۔ اگر ایک آدمی نماز کے اندر رو رہا ہے اور وہ ''مکر'' ہے اور باہر اس کی ایسی حالت نہیں ہے تو وہ ظالم ہے۔

تو جس کے ظاہر اور باطن میں فرق آ جائے اُس کی نماز قائم نہیں ہوئی ۔ تو حالتِ نماز اور حالتِ کاروبار میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ تو جو آپ مسجد میں کہہ رہے ہیں وہ آپ باہر بھی کر کے دکھائیں تو نماز قائم کرنے اور نماز ادا کرنے

میں یہ فرق ہے ...... یہ نہ کہنا کہ وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر نماز قائم کرتا ہے' نماز پڑھتا ہے' ادا کرتا ہے۔ بلکہ نماز قائم کرنے والا شخص وہ ہوگا جو نماز ادا کروائے۔ اُس شخص نے نماز کی فوقیت محسوس کی اور کہنے لگا کہ جی آپ بھی نماز پڑھیں' بیٹا آپ بھی نماز پڑھیں' بس سب ہی نماز ادا کریں' تو اُس کی نماز قائم ہوگئی جس نے نماز ادا کروادی۔ تو نماز ادا کرنا' اپنے آپ کو ہمیشہ حالتِ نماز میں پانا اور کاروباری زندگی کے مزاج اور حالتِ نماز کے مزاج میں فرق کو کم کرنا' یعنی جب آپ مسجد میں کہہ رہے ہیں کہ ہم تم کو رب مانتے ہیں اور تمہیں سے مدد مانگتے ہیں تو مسجد سے باہر یہ سب کر کے دکھانا اور مسجد کے اندر اگر آپ جھگڑا کر رہے ہیں تو پھر آپ نماز کیا قائم کریں گے۔ بہر حال جو کچھ مسجد میں جائز ہے حالتِ زندگی میں وہی کچھ ہونا چاہیے۔ زندگی مسجد میں لے جاؤ تو زندگی مسجد کے برابر آئے' مسجد زندگی میں لے جاؤ تب برابر آئے۔ تو جن لوگوں نے فاصلے کم کر دیے اُن لوگوں نے نماز قائم کر دی اور اگر فاصلے نہیں کم ہوئے تو نماز قائم نہیں ہوئی ہے۔ تو نماز قائم کرنے والے توجہ سے نماز قائم کریں۔ حالتِ نماز اور حالتِ کاروبار میں فرق نہ رہے۔ تو جو مسجد میں خدا سے کہہ رہے ہو' خدا کے ساتھ باتیں کر رہے ہو وہ کاروبار میں بھی کرو۔ اگر مسجد کے اندر خدا حاضر ہے تو مسجد کے باہر بھی آپ اُسے حاضر سمجھو۔ اللہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ٹی وی کی طرح آن کر دیا اور پھر بند کر دیا۔ یہ نہ کہنا کہ تھوڑی سی رشوت لی تھی حالانکہ میں رشوت نہیں لیتا ہوں' بس اُس نے زبردستی میری جیب میں ڈال دی ہے' کیونکہ یہ پیسے آگے بھی دینے ہوتے ہیں اور اس میں بڑے بڑے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ آپ یہ کبھی نہ کرنا' یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت خدا موجود نہیں ہے۔ تو اللہ جس طرح

مسجد کے اندر ہے ویسے ہی باہر ہے۔تو جب حالتِ نماز اور حالتِ کاروبار برابر ہو جائیں تو نماز قائم ہو جاتی ہے۔آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ تو وہ لوگ جو باپ سے ڈرتے ہیں' باپ سامنے ہو تو ڈرتے ہیں اور باپ سامنے نہ بھی ہو تب بھی ڈرتے ہیں۔اس سے پوچھا کہ کیا ہوا تھا تو وہ کہتا ہے کہ مجھے خوف آ گیا تھا۔ خوف کیوں آیا' کیا تمہارا باپ وہاں تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہاں تھا۔ تو جو اللہ کو حاضر سمجھ کر ڈر جائے کہ وہاں اللہ نظر آ رہا تھا تو اُس کی نماز قائم ہے۔تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ سے غیب میں ڈرتے ہیں یہ اُن کے ایمان کی بات ہو رہی ہے۔تو وہ لوگ جو غیب میں ڈرتے ہیں اور وہ لوگ اللہ پر ایمان لائے بالغیب' یعنی دیکھے بغیر' اب وہ اس لیے ڈر رہے ہیں کہ دعوتِ گناہ تو ہے لیکن اللہ دیکھ رہا ہے۔تو نماز قائم کرنا پیغمبری شعبہ ہے۔ایک پیغمبر کو جب دعوتِ گناہ دی گئی تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ تو نے مجھے گناہ کی دعوت کیوں دی بلکہ انہوں نے کہا قال معاذاللہ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔تو حالتِ گناہ کے وقت معاذاللہ کہہ دیں تو گناہ قریب نہیں آئے گا۔تو گناہ کی دعوت کے باوجود گناہ نہ کرنا' یہ نماز قائم ہو گئی۔تو جب دعوتِ گناہ موجود ہے' وسائل ہیں' گنجائش ہے' امکانات ہیں اور انسان اگر یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو نماز قائم ہو گئی۔ایسا شخص کہتا ہے کہ جہاں میں ہوں وہاں اللہ ہے اور جب تک میں ہوں تو اللہ میرے ساتھ ہے۔تو وہ مسجد کے اندر یہ نہیں کہتا کہ یا اللہ ہم آپ سے رحم کی التماس کرتے ہیں' ڈرتے ہیں اور آپ ہم پر مہربانی فرمائیں' یہ باتیں تو مسجد کے اندر ہیں اور مسجد سے باہر آ کر وہ کہتا ہے کہ اللہ ہم پر مہربانی فرمائے اور ہمارے کام میں دخل نہ دیا کرے' کچھ کاروبار ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں اس کا دخل نہیں

ہونا چاہیے۔تو ایسے شخص کی نماز قائم نہیں ہے۔بس آپ منافقت نکال دیں' اس کا اصل مدعا ہی یہ ہے کہ منافقت نکال دو۔اگر آپ مسجد کے اندر مسلمان تھے تو مسجد کے باہر بھی مسلمان ہی رہو مسلمان کے اندر جب آپ Group of Pray Offerers عبادت گزاروں کے گروپ کی طرح بیٹھے ہیں اور السلام علیکم کہہ کر ملتے ہیں یعنی سب کو سلامتی کی دعا دے رہے ہیں' تو پھر اُن ہی لوگوں کو سلامتی کی دعا مسجد سے باہر جا کر بھی دو' جب کہ باہر آپ اُن سب کے ساتھ لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد کرتے ہو۔اس لیے یہ بات نہیں ہونی چاہیے۔آپ کسی دن ٹرائی کر کے دیکھو اور مسجد کے اندر کے لمحات اور دفتر کے اندر کے لمحات برابر کر لو۔ تو آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ ناکام ہو جائیں گے؟ کیا کامیاب ہو جائیں گے؟

<u>سوال:</u>

استقامت کا کوئی آسان راستہ بیان فرما دیں۔

<u>جواب:</u>

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تو جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے۔تو اب لفظ ''استقاموا'' جو ہے اُس کا مطب ہے استقامت' اور استقامت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جان نہیں بچائے گا بلکہ وہ اپنا قول بچائے گا کیونکہ اُس نے اللہ کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔جس نے قول کی حفاظت کی' وعدے کی حفاظت کی' اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر۔یہ وہ لوگ ہیں جن کو نماز قائم کرنے کی سہولتیں بذریعہ فرشتگان آتی ہیں۔استقامت کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ کرتے ہیں اُس کا اللہ

کے ساتھ وعدہ پورا رکھیں' دوسرا یہ کہ کوئی نماز میں استقامت کرنے والا مل جائے' ساتھی سے آدھا راستہ طے ہو جاتا ہے۔ تو ساتھی کون ہوتا ہے؟ نیک ساتھی۔ تو نیک ساتھی جو ہے وہ نیکی کے اندر آسانی پیدا کر دیتا ہے' برا ساتھی نیکی کے سفر میں نقصان پہنچا دیتا ہے اور آدھا سفر برے ساتھی برباد کرتے ہیں' تو وہ زندگی کے ساتھی ہو سکتے ہیں' دوست بھی ہو سکتے ہیں' دوسرے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کا نیکی کا راستہ روکتے ہیں کہ آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں' آپ کی وہاں جانے کی عمر ہی کیا ہے' آگے دیکھا جائے گا۔

جب حشر کا دن آئے گا
اُس وقت دیکھا جائے گا

اب ناچتے جاؤ اور گاتے جاؤ۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ کی جو حالت یہاں ہو وہی وہاں ہو۔ تو نماز قائم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یا اللہ کا خوف ہو یا ساتھی اچھا ہو یا یہ پریکٹیکل عمل کر کے دیکھو کہ آج جو کہا ہے اور جو کیا ہے اُس میں کتنا فاصلہ ہے' کتنا فرق ہے' تو اُس فرق کو نکالو۔ بہرحال یہ آپ کے لیے مشق ہے' Exercise ہے' آپ ایسا کر کے دیکھا کرو۔ اللہ کو ماننے اور اللہ کو قائم رکھنے میں بڑا فرق ہے۔ اس لیے آپ پوری کوشش کیا کریں اور دعا مانگا کریں اور بزرگوں کے آستانے پر ضرور جایا کریں' اس سے استقامت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہاں کیا ہے اور کیا نہیں ہے لیکن استقامت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ایک ایسی جگہ جانا جہاں بظاہر کوئی بات نظر نہیں آتی لیکن آہستہ آہستہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ استقامت کیا ہوتی ہے۔ تو آپ استقامت حاصل کریں۔ دعا مانگا کرو کہ یا اللہ میرے باطن اور ظاہر کا فرق جو ہے یہ مٹا دے' مہربانی فرما۔

اور آپ پیسے کی محبت سے بچو اور توبہ کرو۔ پہلی بات یہ کہ پیسے کو فوقیت نہ دینا' پیسہ کمانے سے میں منع نہیں کر رہا ہوں' آپ پیسہ کماؤ لیکن پیسے کو فوقیت نہ دو' پیسے کی پرستش نہ کرنا۔ دوسری بات یہ کہ جسمانی لذتوں سے تسکین حاصل نہ کرنا' جسم کو تسکین میں ملوث کر دینا' زیادہ کھانا' پینا' سونا وغیرہ' اس سے بچو۔ اور تیسری چیز عبادت ہے۔ آپ یہ تین چیزیں کر لیں تو پھر آسانی ہو جائے گی۔ تو تین چیزیں کون کون سی ہیں؟ پیسے کو فوقیت نہ دو' پیسہ ہے تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے' پیسہ عام طور پر برائی پیدا کرتا ہے' اس سے بچو' پیسے کی Worship نہ کرو اور لذتِ وجود سے بچو' ''تلذّذ'' سے بچو اور تیسری چیز کہ حالتِ وضو میں رہو۔ حالتِ وضو والا جو ہے وہ عام طور پر محفوظ رہتا ہے۔ تو اس طرح نماز قائم ہو جائے گی۔ نماز ادا کرنے کے لیے مستعد رہنا اور آواز سے پہلے تیار ہو جانا۔ اس طرح یہ بات قائم رہے گی۔ دوست اچھے بنانا یعنی وہ دوست جو آخرت کی یاد دلاتے جائیں' اُس سے نماز قائم ہو جائے گی' حالتِ وضو میں رہنے سے نماز قائم ہو جائے گی' کچھ پڑھتے رہنا مثلاً درود شریف تو نماز قائم ہو جائے گی ...... ہاں اب آپ اور سوال پوچھو ...... بولو ......

سوال:

حضور! مومن اور مسلمان میں کیا فرق ہے؟

جواب:

جو ایمان لایا کلمے پر' اسلام لایا تو وہ مسلمان ہو گیا اور جو اِس پر قائم ہو گیا وہ مومن ہو گیا' جس طرح کہ نماز پڑھنے اور قائم ہونے والی بات ہے۔ مومن جو ہے وہ نماز پر قائم ہو جاتا ہے ......

سوال:

نماز قائم کرنے، عمل پیدا ہونے پر تو اس عمل کا خارجی طور پر بھی اثر ہوتا ہے۔

جواب:

تمام خارجی دنیا اور یہ ساری کی ساری ظاہری دنیا' یہ سب باطن کی تکمیل ہے' باطن نے آنا اسی راستے سے ہے اور اسی راستے میں' اسی کائنات میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں' اور یہ عجیب راز ہے کہ یہی بازار ہے' اس میں ایک دکان ہے' وہاں آٹا بکتا ہے' پیغمبر بھی وہیں سے لائے گا اور اُمتی بھی وہیں سے لائے گا۔ دنیا کے انہی بازاروں میں نبوت بھی پلتی ہے اور اسی کے اندر گناہ بھی پلتا ہے' یہ خارج جو ہے یہ نیک کے لیے پورا راستہ دیتا ہے مگر یہ راستہ پہچاننا ذرا مشکل ہے۔ تو خارج کس کو سرفراز کرتا ہے اور کون سے مقام پر کرتا ہے؟ جیسے کہ کربلا میں فتح نہیں آئے گی بلکہ کربلا میں صداقت سرفراز ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ تم جنگ میں فتح حاصل کر جاؤ' وہ جنگ جیت جائے گا مگر وہاں تو صداقت جیتی ہے۔ پھر صداقت کیا ہے؟ صداقت یہ ہے کہ سارا قافلہ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ اور یہ جو بات ہے کہ صداقت کو حاصل کرنا اور باقی سب کچھ دے دینا ہے' تو یہ انتہا ہے۔ اس لیے خارج کی دنیا جو ہے یہ باطن کا راستہ دیتی ہے بلکہ ساری خارج کی دنیا سارے باطن کا راستہ دیتی ہے۔ دنیا میں کوئی باطن نہیں ہے جو ظاہر نہ ہوا ہو' کوئی راز ایسا نہیں ہے جو باہر نہ آیا ہو' کوئی خزانہ ایسا نہیں جو زمین نے اُگل نہ دیا ہو' کوئی بات ایسی نہیں جو ہو نہ سکی ہو' کوئی شے ایسی نہیں جو مخفی رہ گئی ہو۔ اور جو آج تک مخفی ہے اور ظاہر نہیں ہوا' وہ ہے ہی نہیں' تمہیں کیا

پتہ کہ کیا ہے۔اور جس کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ ایک امام ہے جس نے ابھی آنا ہے تو جب آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ امام ہے اور اُس نے آنا ہے تو پھر وہ آ ہی جائے گا' وہ علم میں آ گیا' بات میں آ گیا' بیان میں آ گیا' آنا اُس کا منظور ہے اور وہ آ کر ہی رہے گا۔اور ایک اللہ ہے جو نظر آج تک نہیں آیا لیکن بیان میں آ گیا' تو وہ ہے۔تو جو چیز بیان میں نہیں آئی اور دھیان میں بھی نہیں آئی' وہ ہے بھی کہ نہیں ہے' اُنے ناں ہی گنو۔باقی جتنا راز ہے جس کے بارے میں کوئی کہتا ہے کہ یہ ایک بڑا راز ہے' لکھ کر کہہ رہا ہے کہ ایک ایسا راز ہے جو تمہیں معلوم ہونا چاہیے اور یہ کوئی نہیں جان سکتا اور راز یہ ہے کہ زمین کے اندر اور زمین کے سینے میں مخفی خزانے ہیں اور یہ بہت بڑا گہرا راز ہے۔تو یہ کیا راز ہے کیونکہ آپ کو بتا ہی دیا۔اور جتنے بھی پراسرار راز ہیں وہ سارے بیان ہو گئے' تمام خزانے ظاہر ہو گئے' کوئی بات ایسی نہیں جو مخفی رہ گئی ہو اور ظاہری دنیا کے اندر باطن Involve ہے اور ظاہری دنیا میں باطن کا علم کیا ہے؟ تو باطن بھی بیان ہوتا ہے اور وہ اسی کانوں سے سنا جاتا ہے اور اسی زبان سے بیان ہوتا ہے' یہ سارا باطن ہے اور سب بندے باطن ہیں' اور یہ سارا ہی ظاہر ہے۔تو جو ظاہر نہیں ہوا اُس کا باطن ہی کیا ہے؟ تو ظاہر ہو جانے والے کا باطن یہی ہے اور راز کی بات یہ ہے کہ اِسی زندگی میں دوزخ کے راستے طے ہوتے ہیں اور اِسی زندگی میں جنت کے راستے طے ہوتے ہیں' یہی زندگی ہے دانا کو دانا بنانے والی اور یہی زندگی ہے جاہل کو جاہل بنانے والی' یہی زندگی ہے جس میں مولانا حضرات چلتے ہیں اور اِسی زندگی کے اندر بیوقوف لوگ بھی چلتے ہیں' اِسی زندگی میں سیٹھ چلتے ہیں اور اِسی زندگی میں غریب چلتے ہیں۔تو یہ دنیا بڑی عجیب و غریب کہانی ہے۔تو یہ سب کو پالتی

رہتی ہے' گناہوں کو بھی پالتی ہے۔ تو دنیا نہ گناہ ہے اور نہ دنیا ثواب ہے بلکہ یہ راستہ ہے' یہ بازار ہے' شیطان کا کہتے ہیں کہ یہ شر کا راستہ ہے گرچہ وہ خود بھٹکا ہوا ہے' یہ ایک الگ کہانی ہے' وہ ایک ایسی راہ ہے جو اُس کا کہنا مانے گا وہ برا ہی ہو جائے گا۔ اس دنیا کے اندر شر اور خیر سب چل رہا ہے' اِدھر بھی راستہ طے کر رہے ہیں' اور اُدھر بھی راستہ طے کر رہے ہیں' سینما ہاؤس والے سینما ہاؤس جا رہے ہیں اور داتا صاحبؒ والے داتا صاحبؒ جا رہے ہیں اور نماز والے نماز کے لیے جا رہے ہیں آج بھی ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی ماں کو ماں جی کہتے کہتے تھکتے نہیں اور آج بھی آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو والدین کا ادب نہیں کرتے' آج بھی آپ کو ایسے غریب مل جائیں گے جو اپنی غریبی پر بڑے مطمئن ہیں کہ اللہ نے بڑی مہربانی کی ہے ۔

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

حضور پاک ﷺ کی حدیث ہے کہ غریب میرے قریب ہے۔ اس لیے ہم اللہ کے قریب ہیں' اللہ کے بندوں کے قریب ہیں' تو غریب ہونا بہت بہتر ہے۔ تو کچھ لوگ کچھ اور طرح سے سوچتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں لیکن آپ غور ہی تو نہیں کرتے' اگر آپ ذرا غور کریں تو آپ کا اپنا ہونا اسی زندگی میں ہے' جو خیالات والے ہیں وہ اسی زندگی میں ہیں' جتنے اللہ والے ہیں' جتنے دانا' عقل مند اللہ کی عبادت اور پرہیز گاری والے ہیں سارے کے سارے اسی زندگی میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جو بہت محبوب ہیں وہ بھی اس دنیا میں ہیں اور یہ بڑے راز کی بات ہے کہ محبوب ﷺ ہیں' نور ہیں' سلطان ہیں' مبین ہیں' اور پتہ نہیں کیا کیا

مقامات ہیں لیکن ہیں اِدھر ہی۔ اور یہ سارا واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جو واقعہ ادھر نہیں ہے وہ زندہ ہی نہیں ہے۔ مثلاً ستارے کتنے خوب صورت ہیں' آسمان کتنا خوب صورت ہے' چاند کتنا خوب صورت ہے' سورج کتنا خوب صورت ہے' لیکن وہ چل پھر نہیں سکتے اور آپ کتنے اختیارات استعمال کرتے رہتے ہیں کہ آنا جانا' لینا دینا۔ اور یہ سبھی کچھ اسی زمین پر ہے اور زمین کی زندگی ہی آسمان ہے اور یہیں پر سارا واقعہ ہے' یہیں عبادت ہوتی ہے' یہیں مصلّے بنتے ہیں' یہیں مسجدیں بنتی ہیں اور وہاں اللہ کے ہاں تو مسجد ہے ہی کوئی نہیں' وہاں اگر فرشتے کھڑے ہیں تو کھڑے ہیں' سجدہ ہی سجدہ ہے' رکوع ہی رکوع ہے اور اُن کو اس سے آگے کا تو پتہ ہی نہیں ہے۔ تو فرشتوں نے اور کیا کرنا ہے۔ تو عبادت وہ ہے کہ جس کے پاس نفس بھی ہو اور وہ پھر عبادت کرے تو پھر اُس کی عبادت ہوتی ہے۔ تو انسان جو ہے وہ یہیں پر ہی ہے اور خیر شر بھی اِدھر ہی ہے۔ دعا یہ کرنی چاہیے کہ آپ کو اِسی ظاہری دنیا کے اندر باطن کا اِدراک مل جائے اور سارا اِدراک اِدھر ہی ہے۔ آپ کا ظاہر کا وجود اور احساس جو ہے یہ باطن ہے۔ تو ظاہر میں باطن ہے۔ اس زندگی میں آپ کو ایک اور زندگی نظر آ جائے گی' اسی زندگی میں چلتے چلتے ایک آدمی آپ کو ایسا ملے گا جس نے ایک ایسی بات کر دینی ہے جو صرف آپ جانتے ہیں اور کوئی جان نہیں سکتا۔ وہ راز کہہ کے چلا گیا اور پھر کہتے ہیں میرے علاوہ تو یہاں بندہ ہی نہیں تھا تو کون تھا ؎

وہ کون تھا جو میرے ساتھ ہم کلام ہوا
میرے سوا کوئی انسان تھا نہ آس نہ پاس'

تو وہ کہتا ہے کہ وہاں بندہ تو تھا نہیں پھر کون بول پڑا۔ کبھی ایسے شخص

آپ کو مل جائیں گے اور آپ کو کوئی ایسی بات کر کے چلے جائیں گے جو صرف آپ کی گواہی میں ہے اور جب آپ پیچھے دوڑو گے تو بندہ نظر نہیں آئے گا۔ تو اس زندگی میں ایک اور زندگی آپ کو نظر آنی شروع ہو جائے گی' اس واقعے میں ایک اور واقعہ ہونا شروع ہو جائے گا' تو آپ اپنی زندگی میں موت دیکھنا شروع ہو جائیں گے۔ پھر کوئی پوچھے گا کہ کدھر بھاگا بھاگا جا رہا ہے اور تم نے کیا اٹھایا ہوا ہے تو آپ کہیں گے کہ میں نے اپنا ہی جنازہ خود اٹھایا ہوا ہے' اس مردے کو پھر لے چلو' میں نے اس کا جنازہ خود پڑھانا ہے۔ لوگ کہیں گے یہ بیوقوف آدمی ہے' کہتا ہے کہ اپنا جنازہ میں نے آپ پڑھانا ہے۔ تو لوگ اپنا جنازہ خود آپ پڑھاتے ہیں' ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم قبرستان چلے ہیں' ذرا جنازہ پڑھانا ہے' کہتا ہے کہ پھر؟ کہتا ہے کہ اس کو لے کر آؤں گا اور پھر یہ اپنا کاروبار کرتا رہے گا۔ کہتا ہے کہ مرنے سے پہلے مر جا' اگر مر جاؤ تو اچھا ہے ورنہ تو پھر بھی مارے جاؤ گے۔ تو یہ وہ بات ہے کہ جو سمجھ گیا وہ مر گیا اور جو نہ سمجھا وہ مارا گیا۔ آپ اگر نہ سمجھے تو آپ مارے ہی جاؤ گے۔ یا تو آپ ہر شے چھوڑ دو یا پھر ہر شے چھن جائے گی' تو بہتر ہے کہ آپ چھوڑ ہی دو۔ تو ظاہر کہاں ہے؟ باطن کہاں ہے؟ اِدھر ہی ہے' سب کچھ ہی یہاں ہے' اِسی زندگی میں ہے۔ یہاں ایک بات بڑے غور والی ہے کہ جو فارمولا آپ بیان کرتے ہیں کہ یہ کسی سچے آدمی سے سنا ہوا ہے' جب وہ فارمولا استعمال میں پورا نہ ہو تو کیا اس کی صداقت میں فرق پڑا؟ اگر حکیم صاحب نے کہا کہ یہ دوائی استعمال کرو گے تو آپ ٹھیک ہو جاؤ گے' دوائی استعمال کر لی لیکن بندہ ٹھیک نہ ہوا تو کیا حکیم صاحب کی حکمت پر کچھ فرق پڑا؟ کچھ لوگ کہیں گے کہ فرق پڑا اور کچھ لوگ کہیں گے کہ فرق نہیں پڑا یعنی جن کا

ایمان قائم ہے وہ کہیں گے کہ فرق نہیں پڑا۔ اللہ کہتا ہے کہ محنت کرو میں کامیابی دوں گا' تو محنت کی لیکن کامیابی نہیں ملی۔ اب اللہ ہے کہ نہیں ہے؟ تو ایمان والا کہتا ہے کہ پھر بھی ہے۔ جس کا اتنا ایمان پختہ ہو جائے تو سمجھو کہ وہ پار ہو گیا۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو چیلنج نہ کرنا' اللہ کو یہ نہ کہنا کہ کافروں کو ڈھیر سارے پیسے دیے ہیں' بم بھی اُن کے پاس' جہاز اُن کے پاس' چینل اُن کے پاس' سیٹلائٹ اُن کے پاس ہیں' ہر شے اُن کے پاس ہے' تو صدام صاحب کیا کریں' اب ہم کیا کریں۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ تو پھر یہاں تک شکوہ بڑھ جاتا ہے کہ ؎

اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

تو یہ شکوہ ہے اور پھر جواب شکوہ آگے خود دینا پڑ جائے گا کہ دیکھو آپ اِن باتوں کی پرواہ نہیں کرو' اس سے آگے بھی بڑی باتیں ہیں۔ اللہ کی بات یا اللہ سے منسوب کی ہوئی بات پوری ہو یا نہ ہو' آپ اللہ پر یقین قائم رکھیں۔ وہ پیسے دے تب اللہ ہے' پیسہ نہ دے تب اللہ ہے' زندگی عطا فرما دے تب بھی اللہ ہے اور اگر زندگی چھین لے تب بھی اللہ ہے۔ تو اس سے آپ کے ایمان یا تسلیم میں فرق نہ آئے۔ یہی دعا مانگو اور سارے مل کر دعا کرو' یہ دعا کرو کہ مریض کی زندگی بچ جائے۔ دعا قبول ہوئی اور مریض بچ گیا' اللہ تو سنتا ہے کیونکہ دعا مانگی اور وہ پوری ہو گئی۔ اور پھر کیا ہوا؟ کچھ عرصے بعد دعا مانگنے والے بھی رخصت ہو گئے اور مریض بھی رخصت ہو گئے اور ہسپتال بھرے رہے۔ پھر اب کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ ایمان پھر قائم ہے۔ اس لیے اِن باتوں کو آپ دیکھیں کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ دعا منظور ہی ہو جائے۔ پیغمبروں کے لیے امتیوں نے دعا کی ہوگی کہ ہمارے پیغمبر سخت بیمار ہیں' یا اللہ شفا دے۔ تو اِن کے لیے دعا کر کر تھک گئے

ہوں گے مگر جب آخری وقت آ گیا تو اُس کا ہونا ہو گیا۔ اس لیے ایمان کے لیے پہلی بات یہ ضروری ہے کہ اللہ کی طرف سے ہونے والے کام کو چیلنج نہ کرنا تا کہ آپ کے ایمان میں خلل نہ آئے۔ وہ آپ کو پیسہ دے یا نہ دے' خوشی دے' غم دے' بیٹے پیدا ہوں' بیٹیاں پیدا ہوں یا کچھ بھی نہ پیدا ہو' بس آپ مانتے چلے جائیں۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں تو افغانستان بھیج دے' کوئی کہتا ہے کہ ہمیں انڈونیشیا بھیج دے' آسٹریلیا بھیج دے یا فلاں علاقے میں فلاں واقعات ہو جائیں۔ یہ باتیں آپ کہہ رہے ہیں اور تسلیم والا کہتا ہے کہ تو جہاں رکھ ہم راضی ہیں اور اسی میں ہماری رضا ہے۔ اس لیے یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو گدا کو بادشاہ بنا دے اور چاہے تو بادشاہ کو گدا بنا دے اور وہ چاہے تو غریبوں کو سلطان بنا سکتا ہے' وہ چاہے تو کچھ کر دے' چاہے تو سب گناہگاروں کو معاف کر دے' چاہے تو نیکوکار کو اس لذت میں قائم کر دے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم جس پر مہر لگا دیتے ہیں یعنی جس کو ہم ہدایت دیتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ **من یضلل اللہ فلا ھادی لہ** یعنی جسے ہماری طرف سے گمراہی مل جائے اُسے کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ ایسا پوچھنے والا کوئی بھی نہیں کہ یا اللہ تمہاری طرف سے گمراہی کیوں ملتی ہے۔ تو جو اللہ فرما رہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ تو ایمان کا پہلا حصہ یہ ہے کہ جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے حبیبؐ نے جو بھی فرما دیا ہے وہ عین حق ہے۔ اس پر تو پوری طرح ایمان رکھو کیونکہ یہ ضروری بات ہے۔ پھر آپ یہ یقین رکھ لو کہ میں نے اس زندگی کے بکھیڑوں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونا ہے اور صداقت میں ہونا ہے' اور میں نے اپنا اسلام قائم رکھنا ہے' اگر دنیا کے سارے مسلمان اسلام سے بھاگ جائیں تو میں پھر بھی اسلام پر قائم رہوں گا۔ تو آپ

اپنے ایمان کو حالاتِ زمانہ سے مشروط نہ کرو' حالاتِ زمانہ جو بھی ہوں دیکھا جائے گا' ایمان قائم رہنا چاہیے۔ پھر آپ کو بڑی آسانی سے بات سمجھ آ جائے گی۔تو آپ مانو اور ماننے والوں کو مانو' آپ کے خیال میں جو صحیح ماننے والا ہے اُس کی عزت کرو کہ یہ خدا کو بہت مانتا ہے۔ اِن لوگوں کو اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ والے کہتے ہیں کہ جن لوگوں پر تیرا انعام ہوا' اُن کا راستہ دکھا۔تو آپ اُن کی عزت کرو۔ جو لوگ باغی ہیں' گمراہ ہیں' اُن سے بچو۔اس طرح اللہ تعالیٰ کا راستہ آسان ہو جائے گا۔

سوال:

اللہ کا شکوہ کیا ہوتا ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں یا جھگڑا کریں لیکن ایک بات ضروری ہے کہ بات تعلق کے مطابق ہونی چاہیے' ایسا نہ ہو کہ آپ کی بات میں بیباکی جو ہے وہ گستاخی بن جائے۔ اگر میرا آپ کے ساتھ رابطہ ہی نہیں ہے اور آپ بیباکی کریں تو پھر بات غلط ہو جائے گی اور اگر آپ کا اللہ کے ساتھ رابطہ ہے تو آپ بیباکی کر سکتے ہیں۔آپ غور کریں تو ہر وقت آپ لوگ زندگی کی کوئی نہ کوئی چیز Repair کرانے کے لیے اللہ کو پکارتے ہیں۔ وہ بات جو کافر لوگ محنت سے یا روٹین میں حاصل کر لیتے ہیں تو اگر دنیا کو حاصل کرنے کے لیے بھی دعا کرنی ہے تو کیوں نہ آپ دنیاوی ذرائع سے حاصل کریں کیونکہ وہ چیزیں کافر کے پاس آ جاتی ہیں تو کیا وہ آپ کے پاس نہیں آ سکتیں۔تو نااہلی دعا سے دور نہیں ہوتی' نااہلی محنت سے دور ہوتی ہے۔ سکیم اور پلاننگ سے نااہلی دور ہوتی

ہے۔ دفتر تو آپ نے جانا نہیں ہے اور دعا یہ کرتے ہیں کہ یا اللہ مہربانی فرمایہ بندہ مر جائے تو پھر میں اس سیٹ پر آ جاؤں۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس لیے نااہلی کو تقدیر کے ساتھ وابستہ نہ کرو۔ آپ دعا کریں کہ آپ صحیح راستے پر قائم رہیں اور یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ صحیح راستے پر پیسے زیادہ ہوتے ہیں، صحیح راستہ تو صحیح راستہ ہی ہوتا ہے۔ اگر صحیح رہبر یا قطبِ زماں پیسے والا ہوتا تو پھر آپ کے پاس پیسے ہی پیسے ہونے چاہئیں تھے۔ لہٰذا آپ کسی بات کو پیسے سے نہیں ماپنا، رہبر کو تسلیم سے ماپنا، اپنے سفر کو تسلیم سے قائم رکھنا ہے، مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ یہ وعدہ کریں کہ حالاتِ زمانہ کے ساتھ ہم اپنے ایمان کو تبدیل نہیں کریں گے اور یہ وعدہ پکا ہونا چاہیے اور یہ عملی شکل ہے۔ آپ کہیں کہ اگر وہ ہنسائے تو ہنس پڑیں گے اور رُلائے تو رو پڑیں گے، اللہ کے ساتھ تعلق نہیں توڑیں گے۔ جس طرح گھروں میں بعض اوقات جھگڑا ہو جاتا ہے لیکن باوجود جھگڑے کے تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ ایسے آدمی سے اگر کہیں کہ وہ شخص جو آپ کا دوست ہے اُس نے آپ کی توہین کر دی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اُس نے توہین تو کی ہے لیکن میں نے دوستی چھوڑنی نہیں ہے۔ یہی صحیح طریقہ ہے۔ اگر آپ تسلیم نہ چھوڑیں تو اس میں شامل جو کچھ بھی ہے سب جائز ہے۔ تو ایمان قائم رہے گا اور ایمان کو قائم رکھنے کے لیے فیصلہ چاہیے۔ تو فیصلہ کیا چاہیے؟ کہ اللہ کے ساتھ بندہ ہونے کی حیثیت سے جو میرا تعلق ہے اس کو حالاتِ زمانہ کے ساتھ تبدیل نہیں ہونے دوں گا، چاہے اتار ہوں، چڑھاؤ ہوں یا جو کچھ ہو۔ تو اس سفر پر جتنے گذرے ہیں بڑے بڑے غریب گذرے ہیں اور پھر بھی وہ قابلِ عزت ہیں اور جو امیر گزرے ہیں وہ بھی قابل عزت ہیں۔ تو قابلِ عزت وہ ہے جس کا عمل قابلِ عزت ہے۔

یہ پیسے کی بات نہیں ہے۔تو خیال کو ماپنے کے لیے پیسے کو معیار نہ بناؤ بلکہ آپ صرف خیال کو ماپو۔تو جس شخص کا خیال اچھا اُس کا حال اچھا۔اب آپ اپنے آپ کا جائزہ لیں۔ورنہ پھر آپ کا سارا ایمان منتشر ہو جائے گا اور پریشانی ہو جائے گی۔آپ اپنے خیال کو درست رکھیں اور اپنے حال سے بے نیاز ہو کر ایسا کریں، تو آپ پیسے سے بچو۔اللہ بہتر کرے گا۔اللہ کرے آپ کو پیسہ کبھی اتنا نہ ملے کہ آپ اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں اور اتنا کم بھی نہ ملے کہ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔بس گذارہ ہونا چاہیے۔تو یہ گذارہ کیا ہوتا ہے؟ بس زندگی کا کاروبار چلنا چاہیے ...... اب آپ لوگ اور سوال پوچھو ......

سوال:

ہمیں کیا دعا مانگنی چاہیے؟

جواب:

دعا وہ مانگو کہ جب سننے والا کسی بات پہ کہے کہ یہ کیا مانگا ہے تو آپ کو شرمندگی نہ ہو۔بس اپنا حق ہی مانگو اور میرا خیال ہے کہ حق مانگے بغیر ہی مل جاتا ہے۔تو کوئی ایسی ویسی بات نہ مانگو۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں تمہاری خواہش کے حوالے کر دیا جائے کہ مانگو جو کچھ مانگو تو تم مجھ سے جدائی مانگو گے۔ مثلاً یا اللہ مجھے بادشاہ بنا دے۔اب بادشاہ بننے کے بعد آپ نے اللہ کو بادشاہ ہی نہیں مانا تو یہ جدائی ہے۔میرا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی مانگو گے وہ جدائی کا ہو گا۔وہ کہتا ہے کہ بول کیا چاہیے؟ کہتا ہے کہ سرکار اجازت دے دیں کہ آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔تو ہر بندہ یہی بات مانگے گا اور اگر بندے کو دے دیا جائے اور اُس کی مرضی پر چلا جائے تو بندہ کہے گا کہ اے اللہ اپنے علاوہ کوئی چیز دے،

مجھے دنیا کی چیزیں دے اور مجھے اپنی دربار سے ہٹا دو۔ تو بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اپنے رُوبرو رکھ، اپنے دربار میں رکھ، اپنے در کا سائل بنا اور ہمیں دَردَر نہ پھرا۔ اور یہ خاص بات ہوتی ہے۔ اس لیے آپ اپنے خیالات کا جائزہ لیتے رہو، اپنی بات کا جائزہ لیتے رہا کرو۔ جو بات ذہن میں خود بخود آ جاتی ہے اُسے خود بخود نکال دیا کرو۔ کہتا ہے کہ آپ کیسے آئے ہیں؟ کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ میلہ لگا ہوا تھا تو ہم بھی آ گئے جیسے گھر میں برات آئی ہوئی ہو۔ تو جو آدمی ویسے ہی وہاں سے گذر رہا تھا وہ بھی آ گیا۔ جب پوچھا کہ تم کون ہو تو اُس نے کہا کہ میں نے رونق دیکھی تو میں نے کہا کہ میں بھی جاؤں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ Get out ہو جاؤ یا کچھ کھا کے چلے جاؤ۔ اس لیے جو خود بخود آ جائے، وہ ہوتا ہے محفل میں مداخلت کرنے والا Intruder۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے ہاں یہی رواج ہے کہ مداخلت کرنے والے کو نکال دو، تو آپ غلط خیال کو نکال دو اور دعا یہ کرو کہ یا اللہ نیکی دے، نیکی کی توفیق دے، قرآن پاک پڑھنے کی توفیق دے اور نماز پڑھنے کی توفیق دے۔

اگر آپ کو دعائیں یاد نہیں رہتیں تو پہلے لکھ لیا کرو اور پھر اللہ کے سامنے پڑھ دیا کرو۔ اوّل تو جب آپ لکھ رہے ہوتے ہیں تب بھی اللہ پاس ہی ہوتا ہے اور جب پڑھنے لگتے ہو تب بھی اللہ پاس ہوگا۔ اگر آپ کی نماز قائم ہو تو جب بھی آپ نے مانگا وہیں ہی ٹھیک ہوگا۔ تو ''من چنگا'' ہو، دل صاف ہو تو ہر جگہ ہی اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ آپ کا ارادہ، آپ کا اللہ کے رُوبرُو ہونا اور رُوبرُو رہنا، یہی اصل حاصل ہے۔

سوال:

گذارش ہے کہ نفس بعض اوقات منہ زور گھوڑے کی طرح ہو جاتا ہے تو اس کو قابو کرنے کے لیے ہم کیا کریں؟

جواب:

نفس کے باغی ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ نفس یہ کام کرے گا کہ وہ طاقت مانگے گا' پیسہ مانگے گا اور لذت مانگے گا۔ کیا مانگے گا؟ بادشاہی' کہ پیسہ جیب میں ہو' بینک میں ہو اور لذت کا ساتھ ہو۔ تو یہ تین چیزوں سے اپنے آپ کو قائم رکھتا ہے۔ اس کو کنٹرول کرنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے لوگ عام طور پر رات کو جاگنے والے ہوتے ہیں' جاگنا جو ہے ایک تو ویسے ہی عبادت ہے دوسرا یہ صحت کو ٹھیک رکھتا ہے۔ اور نفس کو قابو کرنے والے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلاً وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا کہ وہ ہنستے تھوڑا اور روتے زیادہ ہیں۔ آپ یہ وعدہ پکا کرلیں کہ آئندہ قہقہہ نہیں لگانا ہے یعنی ہنسی کی آواز اپنے کان تک نہ آئے' تو ایسا نہ ہو۔ اگر آپ قہقہے سے توبہ کرلیں تو پھر آپ کو اپنا نفس جو ہے یہ معتدل نظر آئے گا۔ نفس کی خوبی یہ ہے کہ جب وہ باغی ہوتا ہے تو قہقہہ مارتا ہے' مزاحیہ باتیں کرتا ہے اور لطیفے بولتا ہے۔ بس آپ اس سے بچو۔ تیسری بات یہ ہے کہ آپ اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں' تو آپ گھروں میں بیٹھو' اپنے بیوی بچوں کے پاس بیٹھو' بیوی بچوں کے پاس یہ نفس معتدل رہتا ہے' تو نفس کو بازاروں میں نہ پھراؤ۔ تو پھر آپ کہاں بیٹھو؟ گھر میں بیٹھو۔ تو گھر میں بیٹھنے والا آدمی بالعموم نیک رہتا ہے۔ جب وہ باہر جاتا ہے اور نظارے دیکھتا ہے تو پھر اُسے فوراً خیال آجاتا ہے کہ میرے گھر میں جو بچے ہیں' میرے بیٹیاں اور بیٹے'

ان کی حفاظت جو ہے وہ صرف میرے اخلاق سے ہی ہوسکتی ہے' تو میرا اخلاق صحیح ہونا چاہیے۔ تو اس طرح نفس باغی نہیں ہوتا۔ تو آپ کے ذہن کی بغاوت جو ہے وہ فوری طور پر بچوں کے عمل میں آ جاتی ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے۔ مثلاً آپ انگلینڈ میں ہوں اور وہاں آپ غلطی کریں تو غلطی کا اثر یہاں اولاد میں پہنچ جاتا ہے۔ تو یہ ایسا راز ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ Genes میں اثر آ جاتا ہے۔ تو نفس کو قابو کرنے کے لیے آپ شب کو جاگو' گھر میں رہو' روزہ رکھو اور فاقہ کرو تاکہ نفس کمزور ہو جائے۔

ایک آدمی مرغا کھا رہا تھا۔ اس سے پوچھا آپ کیوں کھا رہے ہو؟ کہتا ہے کہ بڑی دیر سے میرا نفس کہہ رہا تھا کہ میں نے کھانا نہیں کھانا ہے تو میں نے کہا کہ تو زبردستی مرغ کھا۔ تو اس طرح آپ نفس کی مخالفت نہ کرنا۔ آپ مہربانی کرنا' ایسا نہ کرنا۔ میرا خیال ہے کہ صحیح معنوں میں نفس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ تو آپ غلط طریقے سے نفس کو نہ مارنا۔ اور اگلی بات یہ ہے کہ اپنے شیخ کی اطاعت کرو' اگر شیخ بنایا ہے تو اطاعت کرو اور اطاعت کے اندر Concession نہیں ہوگی اور نہ Concession' رعایت مانگو۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کی باتیں سنا کریں اور آپ اگر اس کا کہنا مانتے ہیں تو اس نے جو بات آپ سے کہہ دی ہے اُس کو سنو اور اُس کو Follow کرو۔ اطاعت کرو' اگر Follow نہیں کرتے تو اس نے کچھ کہنا تو ہے نہیں اور نہ ہی کوئی مارشل لاء لگانا ہے۔ پھر اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ نفس طاقت ور ہو جاتا ہے۔ تو نفس ہوتا ہے اطاعت کے نہ کرنے کی سزا۔ ایک آدمی کا اپنے شیخ' اپنے پیر صاحب کی محفل میں جانا بند ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو کسی اور کام میں مبتلا

ہو گیا ہے شیخ نے اُس کو بلایا اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ تو کہتا ہے کہ آپ کی دعا سے فیضان ہو گیا' رات کو میرے پاس بندہ آتا ہے' مجھے لے جاتا ہے اور پھر بہشت کی سیر کراتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب جب رات کو تم بہشت کی سیر کرنے جاؤ تو یہ لفظ پڑھنا' اُس نے رات کو اس جگہ وہ لفظ پڑھے' دیکھا تو وہاں پر کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہے اور جو وہ بزرگ تھا وہ شیطان تھا۔ تو وہ لوگ جو اللہ کی یاد سے غافل ہو گئے اُن پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کے قریب ہیں۔ اگر شیخ کو مانا ہوا ہے تو اللہ کے قرب کا احساس بغیر شیخ کے تعاون کے ممکن نہیں ہوگا۔ اور اگر نہیں مانا ہوا تو پھر جس اُستاد کو مانا ہوا ہے اُس کے ساتھ چلو۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ماں باپ کو نہیں مانتا اور اللہ کو مانتا ہوں' تو اس سے زیادہ جھوٹ کوئی نہیں ہے کہ کوئی اللہ کو تو مانتا ہے لیکن ماں باپ کو نہیں مانتا' اللہ کو مانتا ہے اور اُستاد کو نہیں مانتا' اللہ کو مانتا ہے اور شیخ کو نہیں مانتا۔ تو نفس کو کنٹرول کرنے کے طریقے یہ ہیں۔ رونا' شب بیداری کرنا' کم کھانا' بزرگوں کی صحبت اختیار کرتے رہنا' گھر کے اندر موجود پایا جانا' اپنے بچوں کے پاس اپنی بیوی کے پاس رہنا اور ماں باپ کے پاس رہنا۔ ایسا شخص باہر جا کر فساد نہیں مچائے گا۔ اُسے اندیشہ ہوگا کہ اگر میں نے فساد مچایا تو اِن لوگوں کی حفاظت کون کرے گا۔ ایک بچہ تھا اور وہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکلا۔ کافی لوگ مسجد کے دروازے سے باہر آرہے تھے۔ وہاں پر کیچڑ تھی۔ ایک پیر صاحب بھی وہاں سے گذر رہے تھے۔ انہوں نے اُس بچے سے کہا کہ بیٹا آگے دلدل ہے دیکھ کر چلو کہیں پھسل نہ جاؤ۔ تو بچہ فی البدیہہ بولا کہ سرکار میں تو پھسلا سو پھسلا اور اگر میں گرا تو اکیلا ہی گرا لیکن آپ گر گئے تو ہم سارے گر جائیں

گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات بڑی ضروری ہے کہ گھر کا مالک جو ہے وہ بھی پھسلنے لگ گیا تو پھر گھر کے بچے تو پہلے ہی تباہی مچائیں گے۔ تو گھر کے بچوں کو کنٹرول کرنے کے لیے سوائے اپنے آپ کو ڈسپلن میں رکھنے کے اور کوئی حفاظت نہیں۔ جب تک آپ اپنے نفس پر کنٹرول نہ کرو بچوں پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ یہ بہت ضروری بات ہے۔ لہٰذا آپ نفس کو کنٹرول کریں تاکہ آپ کا اولاد پر کنٹرول ہو جائے ورنہ اولاد باغی ہو جائے گی۔ اگر نفس باغی ہوا تو اولاد باغی ہو جائے گی۔ نفس تو شاید آپ کو لذت دے دے پھر اولاد کی بغاوت آپ کو وہاں صدمہ پہنچائے گی جہاں آپ صدمہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ اس بات کا سب سے بڑا خطرہ ہے کہ تمہاری بغاوتیں تمہاری اولاد پر نازل نہ ہو جائیں۔ لہٰذا آپ دھیان کرو اور نفس کو کنٹرول میں رکھو۔

<u>سوال:</u>

عرض یہ ہے کہ ''ظرف'' ہوتا کیا ہے اور یہ بڑا کیسے ہوتا ہے؟

<u>جواب:</u>

''ظرف'' جو ہے یہ ہے برداشت کرنے کی صلاحیت' اور آپے سے باہر نہ ہونے کی صلاحیت۔ مثلاً اگر بہت پیسہ آ جائے تو بہکی بہکی باتیں نہ کرنا اور اگر بہت غریبی آ جائے تو مایوسی کی باتیں نہ کرنا۔ بہت ساری عبادت مل جائے یا پھر اللہ تعالیٰ بہت سارے اختیارات دے دے تو پھر یہ نہ کہنا کہ تمہیں میں اُڑا کے رکھ دوں گا۔ ظرف یہ ہوتا ہے کہ توازن میں رہنا ہے۔ آپ چاہے گرم ہو جاؤ، سرد ہو جاؤ' غریب ہو جاؤ' امیر ہو جاؤ' بااختیار ہو جاؤ یا بے اختیار ہو جاؤ' آپ کو توازن میں رہنا ہے۔ یعنی کہ یہ نہ کہنا کہ آج میں بہت بڑا ہو گیا ہوں! خبردار!

ایسی بات نہ کرنا کہ آج ہمارے پاس بہت پیسے آ گئے ہیں۔ یہ ظرف نہیں ہوتا۔

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

تو انسان کو اگر غصہ آئے تو خوفِ خدا ہو اور پیسہ آ جائے تو خدا کی یاد میں ہو۔ تو کوئی غریب ہو جائے یا امیر ہو جائے اُس کا مزاج وہی رہے گا اور مزاج میں تبدیلی نہ ہو۔ غریب بھی بڑا سخی ہو سکتا ہے یعنی غریب ہے اور اُس نے مہمان کو بلایا اور کہا کہ مل کے کھاتے ہیں' ایک روٹی تھی' آدھی اُس کو دی' آدھی خود کھالی۔ تو غریب بھی سخی ہوتا ہے۔ غریب کے سخی ہونے کی شرط کیا ہے؟ غریب کب سخی ہوتا ہے؟ وہ غریب سخی ہو جاتا ہے جو امیر کے مال کی طرف توجہ نہ کرے اور وہ غریب جو امیروں کے امیر ہونے کا گلہ نہیں کرتا وہ سخی غریب ہے' اور سخی غریب کا بڑا مقام ہے۔ اور اگر غریب گلہ کر رہا ہے کہ ایک اور بیٹا پیدا ہو گیا جب کہ پہلے بھی کئی بیٹے تھے' یہ کوئی انصاف تو نہیں ہے۔ اس بات کی بڑی سزا ہے۔ تو یہ جو امیر کے امیر ہونے کا گلہ کر رہا ہے یہ سخی غریب نہیں ہے بلکہ یہ دوہری مار میں پڑا ہوا ہے کہ ایک تو غریبی ہے اور پھر گلہ کر رہا ہے۔ اس لیے اس غریب کو دوہری مار پڑ رہی ہے۔ تو اچھا غریب کون ہے؟ جو امیروں کو امیر رہنے دے کہ اُن کا مقدر اُن کے ساتھ اور ہمارا مقدر ہمارے ساتھ۔ اس لیے دوسرے کے مال کی تمنا چھوڑ دو' اپنا مال آپ کو مل جائے گا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ کسی کو ایک کاروبار دیا اور کسی کو دوسرا کاروبار' کسی کو خوب صورت بنا دیا' کسی کو کچھ اور کر دیا۔ یہ سب اُس کا اپنا نظام ہے اور دنیا اُس کی سجائی ہوئی ہے' جو اینٹ جس جگہ لگی ہے وہی بلڈنگ کا حصہ ہے اور بہترین ہے۔ بس آپ پرواہ نہ کیا کریں۔ جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔ مطمئن شخص یہ کہتا ہے کہ اگر ہم تمہاری طرح بڑے

نہیں ہیں تو تم بھی ہماری طرح چھوٹے نہیں ہو' اس لیے نہ تُو میرے جیسا ہو سکتا ہے اور نہ میں تیرے جیسا ہو سکتا ہوں' اس میں کوئی افسوس کی بات نہیں ہے کہ آپ امیر ہیں اور ہمیں اس بات کا بھی افسوس نہیں کہ ہم غریب ہیں' جہاں ہیں ہم خود ہیں' ہماری دنیا یہ ہے کہ ہم موجود ہیں۔ تو اپنے آپ کو ایسا سمجھنے والا نفس کے شر سے بچ جاتا ہے۔ نفس سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی کے پیچھے لگ کر چل پڑو اور چلو تو ایک آواز پہ چلو۔ اس طرح آپ نفس سے بچ جائیں گے۔ دو آوازوں پر چلنے والا نفس میں برباد ہو جائے گا۔ تو دو آوازیں کیا ہیں؟ کہ ہم ادھر کو بلائیں اور تم اُدھر کو جاؤ۔ کہتا ہے کہ آپ کو کیا معلوم کہ وہاں کیا ہے؟ وہاں جلوے ہیں' وہاں پر بے شمار رونقیں ہیں' آپ باہر کی دنیا میں جاؤ تو وہاں امریکہ میں کیا کچھ ہے۔ تو جس کو یہ پتہ ہے کہ میرا Ultimate fate' عاقبت کن لوگوں کے ساتھ ہے' قسمت کن لوگوں کے ساتھ ہے' مقدر کن لوگوں کے ساتھ ہے' بس اپنی سانجھ کے ساتھ ہے تو وہ آدمی ہمیشہ ایک سمت میں جائے گا۔ تو آپ اپنا آخری ساتھی دریافت کریں وہ کون ہے' آخری منزل کیا ہے' جانا کن لوگوں کے ساتھ ہے' آپ نے کس کے کیمپ میں رہنا ہے اور اگر کیمپ معلوم ہو گیا تو پھر آپ دنیا کی آواز سے بچ جائیں گے' دو آوازوں سے بچ جائیں گے اور اس طرح نفس کے شر سے بچ جائیں گے۔

سوال:

کیا زندگی میں Competition نہیں کرنا چاہیے؟

جواب:

آپ مقابلہ' Competition عبادت کی کریں' نیکی کی

Competition کریں اور جس حال میں آپ ہیں اُس حال میں ترقی کریں۔ لیکن آپ تو دو کام کرتے ہیں' ایک یہ کہ یا اللہ مجھے ترقی دے' اگر نہیں تو اُس دوسرے کو بھی گرا۔ یہ نہ کہنا کہ ''اُس کو بھی گرا''۔ بس وہ جو مرضی کرتا جائے' اور نظام بھی چلتا جائے گا۔ ایسے شخص کے لیے Competiton نہیں ہے' رضا میں Competition نہیں ہے بلکہ رضا میں جہاں اللہ رکھے بہتر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پیچھے بیٹھنے والے کے ساتھ اُس کا تعلق زیادہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ سامنے رہنے والے کے ساتھ اُتنا تعلق نہ ہو اور اس طرح ہوتا بھی میں نے دیکھا ہے۔ جو نبیؐ سب سے بعد میں آیا وہ مرتبے میں سب سے پہلا تھا اور کچھ لوگ باقاعدہ کہتے ہیں کہ جو خلافت میں سب سے بعد میں آیا وہ خلیفوں میں سب سے اوّل تھا۔ تو جو ولیوں میں سب سے بعد آئے گا تو وہ اتنا ہی بڑا اولیاء ہو گا۔ اس لیے اللہ کے ہاں تقدیم و تاخیر نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں یہ ہوتا ہے کہ سب سے بڑے کو بعد میں لے آتا ہے۔ تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ پہلا نبی ہے' یہ دوسرا نبی ہے اور یہ تیسرا نبی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رونقیں ہیں' بہت خوبصورت رونقیں ہیں اور پھر آپؐ تشریف لے آئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کو پہلے آنا چاہیے تھا' یہ بڑے بیوقوف لوگ ہیں اور اس سے زیادہ بیوقوفی کی کوئی بات ہی نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ مرتبے اللہ بنائے اور درجے تم بناؤ۔ اور تم یہ کہو کہ اس کو پہلے بھیج دو اور اس کو بعد میں بھیج دو۔ تو مرتبہ ہے ہی اسی میں کہ اللہ جب چاہے بھیجے۔ اسی طرح خلافت میں بھی یہی بات آتی ہے' مطلب یہ ہے کہ لوگ کم جانتے ہیں کہ اُسے پہلے آنا چاہیے تھا یا کہ اس کو بعد میں آنا چاہیے تھا۔ جو دلوں کے قریب ہے وہ

جب چاہے آ جائے۔ اُس نے قریب ہی رہنا ہے اور قریب رہنے والا دور کیسے ہوسکتا ہے۔

سوال:

۔ کیا ہم جمع ہوکر ایک جماعت نہ بنالیں؟

جواب:

ناں ناں! آپ مہربانی کریں، ہم نے جماعت نہیں بنانی ہے۔ آپ جماعت نہ بناؤ بلکہ اپنی جان بچاؤ۔ میں نے کیا کہا ہے؟ اپنی جان بچاؤ۔ جماعت بندی ہم نے نہیں کرنی۔ کیوں نہیں کرنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس طرح بات شروع کرتے ہیں کہ ہم ایک اخلاقی Reformation کرنا چاہتے ہیں، اخلاقی انقلاب لانا چاہتے ہیں، تو کیا کرنا چاہیے، چار بندے اکٹھے کرو، سیکرٹری جنرل بناؤ، رسیدیں چھاپ کر لے آؤ، اس کا چندہ رکھنا چاہیے، چلو جی رسید بنالو دس ہزار کی، اور پھر اس کے بعد جماعت ہی ختم ہوگئی، جماعت بناتے ہی جماعت ختم ہوگئی۔ تو یہ آپ کا اخلاقی انقلاب آرہا تھا۔ لہٰذا بندے کو اُس کی حالت میں رہنے دو۔ جتنی جماعتیں پہلے بنی ہوئی ہیں آپ نے اُن کا حشر دیکھا ہے، انہوں نے ہال بنائے، بڑی بڑی مسجدیں بنائیں، بڑے بڑے مدرسے بنائے، بڑے بڑے بیانات ہوئے، بڑی کتابیں چھاپی گئیں اور Ultimately، لوگ منتشر ہوگئے۔ ایسا آپ نے دیکھا ہوا ہے۔ جماعت کا نام لینے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس لیے آپ کام چلنے دو اور خود چلتے جاؤ، گزارہ کرتے جاؤ، خود ہی کماتے جاؤ، اچھی اچھی باتیں سنتے جاؤ اور عمل کرتے جاؤ That's all!!۔ ہمارے ہاں پہلے اسلام کے نام پر بہت ساری جماعتیں موجود ہیں اور نتیجہ بھی

آپ جانتے ہیں۔لہٰذا آپ اپنا اخلاق درست کریں' کسی جماعت کا اخلاق درست کرنے کے لیے آپ کی ڈیوٹی نہیں لگی ہے' آپ کی ڈیوٹی اتنی ساری ہے کہ گھر کا اخلاق درست کرو' اپنا اخلاق درست کرو اور جمعرات کی شام کو اِدھر آجایا کرو' آسان سی بات ہے' یہاں فیس کوئی نہیں ہے' پھر آپ چُپ کر کے چلے جاؤ۔ اور جو لوگ یہاں پر آتے ہیں اُن کے کاروبار چلتے رہیں' وکالت چلنی چاہیے' ڈاکٹری چلنی چاہیے' سارا کاروبار چلنا چاہیے' گھربار چلنے چاہیئں۔ یعنی کہ سب نظام الاوقات چلنا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے ...... ہاں حافظ خوشی محمد بولو ...... جو بات ذہن میں آئی ہے بول دو اور سوال پوچھو ......

سوال:

اجتماعی زندگی میں کیا کیا جائے؟

جواب:

آپ اجتماعی زندگی میں شامل ہو جائیں' آپ الگ جماعت نہ بنائیں۔ اگر آپ کو بہت ہی ضرورت ہے تو کسی بھی جماعت میں شامل ہو جائیں آپ لازمی تقریر کرنا چاہتے ہیں تو آپ تقریر یہ کریں کہ صاحبان مہربان! آپ کی مہربانی آپ گھر چلے جاؤ' سیاستیں بند کیا کرو یا پھر لوگوں سے ایک وعدہ لے لو' آپ کہو کہ میں پہلا جلسہ کرنے لگا ہوں اور آپ لوگ میرے ساتھ ایک وعدہ کرو ایک بار جس جماعت کے جلسے میں جاؤ۔ آئندہ دوسری جماعت کے جلسے میں نہ جانا اور جس کو ووٹ دو اس کے ساتھ تعاون کرو' اور دوسرے کے ساتھ بات نہ کرو جس شخص کو زندہ باد کہا ہے اُسے مردہ باد کبھی نہ کہنا ورنہ تمہارا دین دنیا ضائع ہو جائیں گے۔ مگر یہ تو وہی لوگ ہیں جو دوسرے کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ روز موچی

دروازے پر جلسہ ہوتا ہے اور ہر روز وہی لوگ ہوتے ہیں۔ تو یہ آپ کے سامعینِ کرام ہیں اور اُن پر لیبل چڑھایا ہوا ہے کہ عوام طاقت کا سرچشمہ ہے۔ تو عوام پر کیا اعتماد۔ آپ دیکھو کہ اگر کوئی پیغمبر ہوں اور پیغمبر کو ماننے والا کوئی نہ ہو تو کیا اُس کے مرتبے میں فرق پڑے گا' جب کہ اُسے ووٹ کوئی نہیں ملا اور اگر اللہ میاں ووٹ مانگنے شروع ہو جائیں تو کیا لوگ ووٹ دیں گے' آدھی سے زیادہ دنیا تو اللہ کو مانتی نہیں ہے لیکن پھر بھی اللہ تو اللہ ہی ہے۔ اس لیے کوئی مجبوری والی بات نہیں ہے۔ عوام کو اختیار دے دیا جائے تو یہ کسی مذہب کو نہ مانیں' کسی خدا کو نہ مانیں' عوام کو تو یہ اختیار ملا کہ روٹی کھاتے جائیں اور روٹی ملی کہ نہ ملی یہ برباد ہو گئے۔ تو جو نامزد ہے وہ نامزد ہے۔ یہ آپ کا میرے ساتھ وعدہ ہونا چاہیے کہ نامزدگی عوام سے نہ مانگنا۔ عوام جیسے ہوں گے ویسا ہی لیڈر چنیں گے۔ اس لیے آپ ان کی کیا اصلاح کرنا چاہتے ہو۔ بڑے بڑے انقلاب ناکام ہو گئے۔ بس تیری جان بخشی ہو جائے اور تیرا کلمہ قبول ہو جائے ؎

یہ وہ توحید ہے جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

بس دعا کرو کہ توحید قائم ہو جائے' اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر بیک وقت برابر کا ایمان قائم ہو جائے اور بندے اور رب کا فرق قائم ہو جائے' اور اپنا آپ بھی ہونا قائم ہو جائے کہ ہم بھی اس دین میں شامل ہیں اور یہ ہمارے دم سے ہی بات ہے اور ہماری کہانی ہمارے دم تک ہے۔ جماعتیں بنانا غلط بات ہے۔ اگر آپ جماعت بنانا چاہتے ہیں تو بنا لیں میں تو نہیں بنانا چاہتا' فیصلہ پکا ہے۔

سوال:

ایسا کیوں ہے کہ ایک طرف تو انسان سیاست میں دلچسپی لیتا ہے اور

ایک طرف سیاست سے بھاگتا ہے۔

جواب:

سیاست سے بھاگنا نہیں چاہیے، عملی زندگی میں یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ آپ سیاست میں اُس وقت جائیں جب آپ کا سیاسی قائد آپ کا روحانی قائد ہو۔ آپ اس کی جماعت میں جاؤ اور پھر اُس کا حکم جو ہے وہ ایمان کا حصہ ہے۔ ماننے والے آ جاتے ہیں اور ایسے ہوتا ہے۔ ماننے والے قائدِ اعظمؒ کو روحانی باپ بنا گئے۔ یہ تو دوسرے لوگ کہتے تھے کہ یہ قائدِ اعظم نہیں ہیں، ابوالکلام آزاد وغیرہ کہتے تھے کہ یہ کیسا اسلام کا قائد ہے بلکہ اسلام کے قائد تو ہم ہیں۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم وہیں رہو اور جو یہ کہے گا وہ اسلام میں ہے۔ پھر لوگوں نے اقبالؒ کو مان لیا اور اُس کو قائد مان لیا اور اس کی بات کو اسلامی انقلاب مان لیا۔ لہٰذا اسلام کیا ہے؟ مسلمانوں کے مشترک عمل کا نام۔ جس جگہ پر مسلمان اکٹھے ہو جائیں گے یہ کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ یہ فیصلہ ہے! مسلمانوں کا کٹھ یا اجتماع عام طور پر گمراہ نہیں ہوتا۔ اجتماع جو ہے وہ وحدت ہے کثرت کے اندر۔ چلو جو لوگ جماعت بنا سکتے ہیں بناتے جائیں۔ آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ذاتی طور پر فلاح دے، آپ کی ذاتی زندگی اچھی گذر جائے، آپ کی اولاد کی زندگی اچھی گذر جائے، حالاتِ زمانہ بہتر ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اُسے قائد بنائے جس کے پاس صلاحیت ہے، یا اللہ اپنا کوئی نیک بندہ ہمارے پاس قائد بنا کے بھیج تاکہ ہم اُس کو مانیں اور وہی ہماری جماعتیں کرائے اور وہی ہماری سیاستیں لڑائے۔ ہمیں ایسا بندہ چاہیے کہ جس کے پیچھے ہم نماز بھی پڑھیں، جو اسلام بھی پھیلائے اور ملک کی باگ ڈور بھی سنبھالے۔

ایک بار پھر دعا کریں حاضرینِ مجلس کے لیے کہ اِن کی ذاتی مشکلات اللہ تعالیٰ آسان کرے' یارب العالمین مہربانی فرما! سب کے حال پر مہربانی فرما! جو ذاتی الجھنیں' ذاتی مشکلات' جو بھی ذاتی تکالیف ہیں' نیک' جائز' خواہشات مہربانی فرما کے پوری فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآلہٖ و اصحابہٖ واھل بیتہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

٣

﴿۳﴾

۱ علم حاصل کرنے کے لیے تو تاکید کی گئی ہے؟

۲ بعض آوازیں کیوں پسند آجاتی ہیں؟

۳ چھوٹے بچے سے جب ہم بات کرتے ہیں تو زبان اس وقت بدل جاتی ہے۔

آپ لوگ سوال پوچھیں۔ کسی طرح کا بھی سوال پوچھا جا سکتا ہے۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کو ضرورت کسی اور چیز کی ہو اور کوئی اور چیز Discuss کرتے رہیں۔ تو آپ اپنا ذاتی سوال بنائیں۔ آپ کی طرف سے اپنا سوال ہونا چاہیے...... تو سوال ایسا ہو کہ مضمون کا بھی پتہ چل جائے کہ کیا ہے۔

بولنا ضرورت کی بات نہیں ہے' اس کو تو فرمائش کہہ لو اور امر کہہ لو ورنہ بولنا کیا ہے۔ تو جب کہا جائے کہ گفتگو کرو تو گفتگو کرنی چاہیے۔ اب آشناؤں کو پاس بلوایا جاتا ہے اور پھر جو ناآشنا تھے وہ بولنے کے ذریعے آشنا ہو گئے۔ مطلب یہ کہ جو کسی چیز کا آشنا ہے وہ بولے گا اور جو ناآشنا ہے وہ اس سے محرم ہو جائے گا۔ ناواقف کو واقفیت کے لیے آواز کی ضرورت ہے' کلام کی ضرورت ہے۔ ورنہ ناواقف بھی اللہ کو اتنا عزیز ہے جتنا واقف' سب اس کے اپنے ہیں' آپ غور کریں تو مخلوق ساری خالق کے حوالے سے ایک ہی فن ہے۔ فن ایک ہے کیونکہ ساری مخلوق ایک ہی خالق کی ہے۔ یہ ہم مانتے بھی ہیں اور یہ ہمارا ایمان بھی ہے۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے کسی اور نے پیدا کیا ہو جو آپ کا دشمن ہے اور آپ کو کسی اور خدا نے پیدا کیا ہو۔ مطلب یہ کہ یہ تخلیق ایک ہی ہے۔ ایک خالق نے اپنی خوشی اور اپنی مرضی سے' بغیر کسی کی Dictation کے' بغیر کسی کے کہنے سے' اپنے حساب کے مطابق' اپنی خواہش کے مطابق' ایک مخلوق یا کئی مخلوقات

تخلیق فرمائیں۔ اب تخلیق ایک ارادہ ہے' وہ مخلوق یا وہ تخلیق جب تک معرضِ وجود میں نہیں آئی وہ کیا ہے......؟ ارادہ! تو مشیت کے ظہور سے پہلے مشیت کا ارادہ ہے۔ ابھی جو عمل ظاہر نہیں ہوا اور ابھی جو تخلیق ظاہر نہیں ہوئی اس سے پہلے کیا ہے؟ ارادہ ہے یا حسنِ خیال ہے اور یہ اللہ کریم کا اپنا ارادہ ہے اور جو چیز اس کے ارادے سے ہو کے آئے' اس میں سب خیریت ہی ہے۔ اس لیے آپ بہت سا فکر نہ کیا کرو کہ کافر کون ہے اور مومن کون ہے۔ اس کے ارادے سے جو چیز نکل کے آئی ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا کیا آغاز ہے اور کیا انجام ہے۔ تو ہر چیز اس کے ارادے سے نکل کے آئی ہے اور ارادے کو امر بننے کے لیے کلام چاہیے ...... اور کلام میں ''کُن'' پہلا لفظ ہے کائنات کا۔ اس کائنات میں سب سے پہلے اگر کوئی چیز ظہور میں آئی ہے' تخلیق سے پہلے' مخلوق سے پہلے تو وہ لفظ ہے ''کُن''۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا' پھر میں نے تخلیق فرمائی۔ اور پھر لفظ آ گیا ''کُن''۔ ایک آواز آئی ...... آواز کیا آئی؟ ''کُن''۔ یہ آواز کس کو آئی ہے؟ تو یہ جو آواز ہے وہ کائنات کے جاندار' بے جان' ذی جان' ہونے والے' نہ ہونے والے' ہونے سے پہلے ہونے والے' سب کو سنائی دے گی۔ ہر چیز کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے سماعت ہوگی۔ یہ فرق ہے آپ کی اور اس کی آواز میں۔ اس کی آواز پیدا نہ ہونے والا بھی سن سکتا ہے اور آپ کی آواز پیدا ہونے کے بعد بھی نہیں سن سکتے چاہے آپ کے بچے ہی ہوں۔ اس طرح فرق پڑتا ہے۔ اب یہ دیکھو کہ کیا فرق ہے۔ اللہ کریم نے انسان کو پیدا فرمایا' اس کی زندگی کے لیے ایک مقررہ وقت طے کر لیا یعنی ایک معلوم مدت ہے۔ آپ ڈر تو نہیں گئے چلو آپ کی عمر سو سال' دو سو سال سہی مگر دو سو سال کی عمر

مانگنے والا ظالم آدمی ہوتا ہے۔ پتہ ہے کیوں؟ وہ شخص اصل میں یہ کہتا ہے مجھے اتنی عمر دو کہ میرے سامنے میرا کوئی رشتے دار زندہ ہی نہ بچے یا سب کو اتنی عمر دو کہ کسی کو جگہ ہی نہ ملے۔ اس لیے زیادہ عمر مانگنے والا Comparatively بڑا ظالم ہے۔ تو عمر اتنی ہونی چاہیے کہ آسانی ہو یعنی واجبی طور پر۔ یہاں آپ اپنے بچوں کے پاس رہتے ہیں اور اگر وہاں سے آپ کے والد صاحب نے یاد کرلیا تو آپ انکار تو نہیں کر سکتے۔ بس آپ گھبرایا نہ کرو۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقررہ وقت رکھا ہے' اس کے اندر زندگی گزارنی ہے' شب و روز بھی گزارنے ہیں' تقریباً ساٹھ سال کی زندگی ہے' آپ ساٹھ سال ہی لگالو' بیس سال آپ نے سو کر گزارنے ہیں' یہ عرصہ غائب ہے کیونکہ نیند کا عالم ہے' واللہ عالم کیا ہے۔ تو یہ تو اس میں سے غائب ہو جائے گا۔ بچپن کا عالم ہے' واللہ عالم کیا عالم ہے۔ بچہ تو ہے ہی بچہ' چاہے جس چیز کا بچہ ہو' اس کو تو کسی چیز کا شعور ہے ہی نہیں اور پچاس سال کے بعد عام طور پر شعور کے پختہ ہونے کے بعد اس کی ضرورت ہی ناپختہ ہو جاتی ہے' آپ اب زیادہ Mature ہو گئے' بڑے ذہین ہو گئے۔ اب ذہن کہاں استعمال کرنا ہے؟ ذہن استعمال کرنے کی جگہ ہی نہیں رہ گئی کیونکہ اب آپ ریٹائر ہو گئے۔ اب جا کے آپ کا ذہن سونا بنا' کیمیا گری آ گئی اور آپ کہتے ہیں کہ اب میں ریٹائر ہو گیا ہوں۔ تو گویا کہ ساری عمر کتابیں اور لائبریری Memory میں' یادداشت میں محفوظ کیں' اب جب کہ اس کمپیوٹر کی ضرورت ہے تو اسے ریٹائر کر دیا گیا کہ گھر جا کر بیٹھو' پنشن سے حالات چلاؤ۔ مطلب یہ کہ جس وقت وہ کارآمد بنا ہے اس وقت وہ ناکارہ ہو گیا۔ اب آپ یہ اندازہ لگاؤ' کہ ساٹھ سال کا وقت تقسیم کرتے جاؤ' بچپن کا' بڑھاپے کا' تھوڑی سی بیماری بھی

فرض ہے' تقریباً ایک آدھ سال' یہ بھی نکال دو' کچھ مہمانوں نے بھی وقت لینا ہے' یہ بھی نکال دو' کھانے کی میز پر تھوڑا سا وقت لگے گا' وہ بھی نکال دو' اور کچھ ہنگامہ ہائے سود و زیاں ہوگا' وہ بھی نکال دو' باقی زندگی میں سے کچھ وقت آپ بیچو گے تاکہ باقی وقت آرام سے نکل جائے' آٹھ گھنٹے نوکری کرتے ہیں' جو نوکری نہیں کرتے وہ اپنی نوکری کرتے ہیں یعنی اپنے دفتر میں ملازم ہیں' اپنا کام ہے تب بھی کام ہے۔ آٹھ آٹھ گھنٹے انسان بیٹھا رہتا ہے' کس لیے؟ اس لیے کہ باقی کا کام محفوظ ہو جائے۔ پھر بچوں نے کچھ وقت لے جانا ہے۔ اور پھر حصولِ علم ...... یہ نئی بات آئی' علم کی ضرورت آ گئی' علم کون سا؟ انفارمیشن والا' ظاہری اور باطنی دونوں۔ ظاہری علم ضروری ہے کہ اس سے شعبہ حیات چلے گا' اس سے ڈگری لیں گے' سماج بنائیں گے' نوکری ہوگی' قانون دانیاں ہوں گی اور پھر اس زندگی میں باطنی علم بھی ہوگا۔

اتنی زندگی میں ایک آدمی کپڑے بدلنے میں ساٹھ سالوں میں ایک سال لگا دیتا ہے۔ کچھ لوگ دو سال لگا دیتے ہیں۔ حساب لگانے والوں نے حساب لگایا کہ آئینے کے سامنے انسان کے سال' چھ مہینے لگ جاتے ہیں۔ یعنی صرف آئینہ دیکھنا۔ انسان کے پاس بننے بنانے کے لیے جو زندگی ہوتی ہے وہ صرف ڈیڑھ دو سال ہے کہ جس میں اس نے بننا ہے۔ اگر وہ بھی انسان ضائع کر دے تو اس کا کیا بنے گا۔ اب میں یہ آپ کو اس لیے بتا رہا ہوں کہ زندگی عام طور پر ضائع کرنے والا کامیابی کے نام پر ضائع کرتا ہے۔ اپنے آپ کو کامیاب سمجھنے کی غلط فہمی میں وہ ناکامی کے اندر جا رہا ہے۔ "بڑا اللہ کا فضل ہو گیا" "کیا ہو گیا" "بڑا کاروبار چل پڑا" لیکن اندر سے وہ ایسا مصروف ہو گیا کہ جائز ناجائز کمائی

کرنے میں ساری زندگی کا کاروبار ختم ہو گیا۔ میں یہ وارننگ کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ اکثر لوگ وہاں پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھتے ہیں جہاں پر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھنا تھا۔ اور اس مقام پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھنے سے اللہ کہتا ہے کہ اس میں اور اضافہ ! اللہ کا ارشاد ہے کہ ''تم جہاں شکر کرو گے میں وہاں بڑھا دوں گا'' یعنی تم جس چیز کا شکر ادا کرو گے میں اس میں اضافہ کروں گا' نعمت کا شکر ادا کرو گے تو نعمت میں اضافہ ہوگا' مصروفیت کا شکر ادا کرو گے تو اس میں اضافہ ہوگا' اور جائز ناجائز کمائی کا شکر ادا کرو گے تو اس میں اضافہ ہوگا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کامیاب سمجھتے سمجھتے اچانک یہ خیال آتا ہے کہ دیکھو زندگی ختم ہوگئی اور یہ جو ہم نے حاصل کیا ہے اس کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ جب پوچھا جائے گا کہ یہ بتا کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ یہ تو پڑھا ہی نہیں ہم نے''۔ پھر پوچھیں گے ''اچھا یہ بتا کہ تیرا ظاہر کیا ہے اور باطن کیا ہے؟ تجھے اللہ کریم سے نسبت کیا ہے؟'' تو جو وہ پوچھے گا آپ کو اس کا پتہ نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ جو یہاں کا علم' یہاں کی طاقت ہے' طاقت یعنی سیاست' طاقت یعنی مرتبہ' طاقت یعنی مال' طاقت یعنی دفتر' طاقت یعنی جسمانی طاقت بلکہ ہر طرح کی طاقت' تو یہاں کی طاقت وہاں کارگر نہیں ہوتی۔ لہٰذا طاقت جو ہے صرف واہمہ ہے اور یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ طاقت کا وہاں تعلق کوئی نہیں ہے' استعمال کوئی نہیں ہے' جو چیز آپ حاصل کر رہے ہیں اگر یہ سکہ وہاں رائج نہ ہوا تو آپ یہ غلط کر رہے ہیں۔ میں بتا رہا ہوں کہ آدھے سے زیادہ لوگ کامیابی کے نام پر تباہ ہوئے۔ مدعا یہ ہے کہ کامیابی آپ کے مزاج کا نام ہے اور اس کے امر کی کامیابی وہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ کریم کا اپنا ارشاد ہے کہ ممکن ہے تم پسند کرو ایک ایسی چیز کو جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو اور یہ بھی قوی امکان ہے کہ تم

ناپسند کرو ایسی چیز کو جو تمہارے لیے بہتر ہے۔ جب تک اپنی پسند اور ناپسند کی اصلاح نہ ہو، تمنا جو ہے یہ نقصان پہنچاتی ہے۔ بلکہ کامیابی بھی تباہ کرتی ہے۔ اگر کبھی انٹرویو کیا جائے زندگی چھوڑ کے جانے والوں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والوں سے یعنی کسی جنت جانے والے سے پوچھو کہ آپ کیسے پہنچے تو وہ کہے گا کہ یہ بڑے اتفاق کی بات ہے، بس کسی سبب پہنچ ہی گیا ہوں، یعنی جو میں نے چاہا تھا وہی نہیں ہوا اور میں یہاں جنت میں آ گیا۔ اور اگر دوزخ میں جانے والے سے پوچھیں تو وہ کہے گا جو میں نے چاہا تھا وہ پورا کر لیا اس لیے اب میں دوزخ میں آ گیا ہوں۔ گناہ کسے کہتے ہیں؟ کامیاب ارادہ، غلط ارادے کی کامیابی گناہ ہے، اور صحیح ارادے کی ناکامی بھی ثواب ہے۔ اپنے ارادے کی اصلاح کرو، اپنے نصب العین کی اصلاح کرو۔ اپنی خواہش کی اصلاح کرو۔ خواہش کا جب تک پتہ نہ ہو کہ جانا کہاں ہے تو سفر رائیگاں ہوگا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں بیس سال تو آپ نے سو کر گزار دیئے ہیں۔ باقی کچھ نوکریاں کرنی ہیں، وہ سال بک گئے، کچھ بیمار ہونا ہے، کچھ شیو کرنی ہے، کچھ بچوں کے مسائل ہیں، کچھ اپنے مسائل ہیں۔ لہٰذا آپ کے پاس دو چار لمحات ہیں جو رہ گئے۔ اس کے اندر اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کریم کو اللہ کریم ماننے کے لیے اب کتنا علم چاہیے، واجبی بات کر لیتے ہیں کہ اتنا ضروری ہے، وہ ہم کر لیتے ہیں یعنی اللہ سے محبت کرنے کے لیے، اللہ کے ساتھ انسان ہونے کی حیثیت سے رشتہ جوڑنے کے لیے کتنا علم چاہیے۔ وہ تو علم دینے والا ہے...... آپ پہلے دنیا کا جائزہ لو، کیا اس دنیا کے اندر کچھ ایسے لوگ آئے جو اللہ کے قریب اور محبوب تھے لیکن دنیاوی علم سے آزاد تھے۔ آپ کہیں گے کہ آئے

تھے بلکہ اکثر ہی آئے' بیشتر ہی آئے بلکہ آئے ہی آئے۔ پھر وہ کیا علم ہوتا ہے جو تعلیم سے آزاد ہوتا ہے اور اللہ کا تقرب ہوتا ہے؟ اسے آپ کہیں گے باطن یا لدنی۔ یہ علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟ جو اللہ کہے وہ ضروری ہے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ کسی آدمی سے ملاقات ہو۔ تو اللہ کریم نے یہ ملاقات کرادی...... اور پھر وہ شخص ایسے واقعات کرتے رہے کہ وہ وقت کے پیغمبرؑ کے لیے عجوبہ تھے۔ پہلے ایک واقعہ ہو جاتا ہے پھر ایک اور واقعہ ہو جاتا ہے اور پھر تیسرا واقعہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ حیران رہ جاتا ہے کہ بظاہر تو یہ علم صحیح نہیں ہے۔ تب انہوں نے کہا میں وجہ تو تمہیں بتا دوں گا لیکن اس کے بعد تیری میری جدائی ہو جائے گی' هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ یعنی اس کے بعد پھر جدائی ہے۔ وہ علم جو آپ کو آتا ہے یہ شریعت کی بات ہے اور یہ علم جو ہے یہ ڈائریکٹ بات ہے۔ تو گویا کہ اس کائنات میں ایسا علم چل رہا ہے جو تعلیم کے علاوہ ہے' شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا علم ڈائریکٹ ملا' پھول کو خوشبودار ہونے کا علم ڈائریکٹ ملا۔ ایسے واقعات آئے کہ کچھ آدمیوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو فوقیت عطا فرمادی اور پیغمبری عطا فرمادی' اور یہ ڈائریکٹ ملا۔ گویا کہ یہاں کا رائج جو علم ہے ضروری نہیں کہ اللہ کریم کے لیے صرف یہی علم ہو' چاہے اللہ کریم کی طرف جانے کا علم وہی بتایا گیا ہو بلکہ اللہ کے پاس اس کے علاوہ بھی بہت علم ہے۔ اللہ کریم کا علم کیا ہے؟ جو سارا آپ کو بتایا گیا ہے اور جو اللہ کے قریب جانے کا علم ہے۔ آپ اندازہ لگالو آپ پڑھے لکھے لوگ ہو' اسلامی لٹریچر کی اتنی کتابیں ہیں کہ جو واقعی مستند ہیں اور ضرور پڑھنی چاہییں۔ تو یہ کتنی ہیں؟ پانچ ہزار؟ دو ہزار؟ اتنی تو ضرور ہوں گی۔ کتابیں در کتابیں در کتابیں' یہ بھی پڑھ لو' وہ

بھی پڑھ لو' وہ بھی پڑھ لو۔ اب آپ یہ دیکھو کہ فلسفۂ حیات یا رُوحانیات کو جاننے کے لیے کم از کم ''کیمیائے سعادت'' تو ضرور پڑھنی چاہیے۔ کس کی لکھی ہوئی ہے' امام غزالیؒ کی۔ آپ تنہا بیٹھو' غور کرو۔ حضرت امام غزالیؒ کو غزالی بننے کے لیے کون سی کتاب پڑھنی پڑی تھی۔ ان سے پہلے تو غزالی کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا وہاں ڈائریکٹ بات ہے۔ یعنی جتنے قدیم لوگ ہیں ان کے پاس Fresh Knowledge ہے' تازہ علم ہے اور ہمیں سیکنڈ ہینڈ درکار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں پہنچ نہیں پاتے۔ اللہ کریم بھی وہی ہے' کائنات بھی وہی ہے اور آپ پڑھتے جا رہے ہیں۔ اب دیکھو شریعت کا علم مبارک۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ آج کے دن ہم نے دین کو مکمل کر دیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ تو یہ نعمت مکمل ہو گئی۔ مکمل کے بعد اضافے کی ضرورت کیا ہے؟ جتنا علم اس وقت تھا' اتنا علم آپ کو درکار ہے۔ اس وقت کا علم آپ تلاش کرو کہ اس دن' جس دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نعمت اپنی مکمل فرمالی ہے اور آج کے دن دین مکمل ہو گیا تو اس وقت کتنا سارا علم موجود تھا۔ اس کے بعد کے واقعات تو صرف وضاحتیں ہیں۔ قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے اور تفسیر وضاحت ہے۔ پھر مفسرین' پھر تفسیریں' پھر تفاسیر' چلتے چلے جاؤ' اصل بات وہیں کی وہیں رہ جائے گی۔ تو اللہ کریم کو آپ کا علم متاثر نہیں کرتا' اللہ کریم کو آپ کا مال متاثر نہیں کرتا بلکہ وہ وارننگ دے رہا ہے کہ دیکھنا یہ حجاب ہے کہیں اس میں پھنس نہ جانا' کہیں ایسا نہ ہو کہ مال اور علم تمہیں غافل کر دیں اور حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرو۔ تو کہیں ایسا نہ ہو' اس کا دھیان کرنا۔ اللہ کریم کو ایک جگہ پر جو چیز متاثر کرتی ہے' وہ ہے بندے کا شوق۔ شوق کے لیے کتنا علم چاہیے۔ کسی نگاہ کو

کوئی چہرہ پسند کرنے کے لیے کتنی کتابیں پڑھنی چاہئیں؟ آپ بتا دو۔ اس کے لیے کتاب کی کوئی ضرورت نہیں ہے' بس چہرہ پسند ہونا چاہیے۔ ایک آدمی کو دوسرے کے ساتھ محبت کرنے کے لیے کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کریم کا شوق ہو جائے تو جس طرح بابا بلھے شاہؒ کا کہنا ہے ''اِکو الف تیرے درکار'' تیرے لیے صرف ایک ''الف'' کافی ہے' یعنی کہ آپ کو صرف ایک بات آنی چاہیے کہ جب اللہ کا لفظ آئے تب آگے کیا پڑھنا ہے اور آگے کیا کرنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ باقی کا علم جسے آپ حاصل کرتے رہے ہیں وہ صرف انفارمیشن ہے کہ ایک بزرگ نے یہ فرمایا اور دوسرے بزرگ کے بڑے اچھے واقعات ہیں۔ چند دن بعد پوچھو کہ اس بزرگ کا نام کیا تھا؟ تو تھوڑی دیر بعد Memory یادداشت ختم ہو جائے گی اور آپ سب بھول جائیں گے۔ بزرگ رخصت ہو گئے اور آپ کی یادداشت رخصت ہو جائے گی' آپ کو کچھ بھی یاد نہیں رہے گا۔ آپ کو علم کی نہیں بلکہ خدمت اور اچھی نیت کی ضرورت ہے۔ بزرگوں میں سے ایک بزرگ کی کہانی سناتا ہوں۔ انہوں نے سنا کہ فلاں مقام پر ایک بڑے بزرگ ہیں تو وہاں بڑے شوق سے گئے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی' نماز کے دوران انہیں پتہ لگا کہ یہ جو تلاوت کر رہے تھے ان کا تلفظ صحیح نہیں تھا۔ انہوں نے نماز برخاست کر کے الگ پڑھ لی اور پھر واپس جانے لگے۔ جب وہ جنگل سے گزرے تو دیکھتے ہیں کہ آگے سے شیر آ رہا ہے۔ یہ خوف زدہ ہو کے کھڑے ہو گئے۔ پھر دیکھا کہ وہی بابا جس نے جماعت کرائی تھی اور جس کا تلفظ صحیح نہیں تھا وہ آہستہ آہستہ اس طرف آ رہا ہے اور وہ شیر سے کہتا ہے کہ تجھے پتہ نہیں یہ ہمارا مہمان ہے اور تو اس کی طرف آ رہا ہے' چل بھاگ جا اور ہمارے مہمان کو رستہ

دے۔ شیر سلام کرتا ہوا چلا گیا۔ یہ بڑے Impress ہوئے اور پوچھا کہ سرکار اتنی بڑی طاقت آپ نے کہاں سے لی۔ کہتا ہے تجھے طاقت سے کیا واسطہ' تو تلفظ ٹھیک کرتا رہ...... بات اتنی سی ہے کہ تلفظ ٹھیک کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ مسئلہ جو ہے وہ نیت ٹھیک کرنے سے ہوتا ہے۔ نیت ٹھیک ہو تو سب ٹھیک ہے۔ باقی جو علم کی بات ہے تو بزرگ علم سے ہمیشہ ہی پناہ ہی مانگتے آئے ہیں' اتنا علم ہونا چاہیے جتنا کہ اللہ کو راضی کرنے کا علم ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ علم کو لیکچر بنا دیں مثلاً آپ کا بیٹا آپ سے پیسے مانگے اور آپ اس کو دو گھنٹے کا لیکچر تو دے دیں مگر پیسے نہ دیں۔ اب آپ بتاؤ کہ وہ راضی کیسے ہو گا۔ بجائے اس کے کہ آپ اس کو علم کی باتیں سناؤ' اسے پیسے دے کے راضی کر لو' تو راضی کرنے کا علم جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی میں اپنی پسندیدہ شے کو اللہ کے نام کے لیے وقف کر دیں۔ اور یہ کہ آپ کیا علم حاصل کرو گے' آپ کو تو علم کا بتایا تھا کہ دنیا میں اتنی زبانیں ہیں کہ ان کے نام لکھتے لکھتے کئی سال گزر جائیں گے۔ اگر کوئی شخص آپ کو یہ بتا دے کہ جہاں آپ بیٹھے ہیں وہاں آپ کو نظر مل جائے اور آپ زمین میں دیکھو تو انسانوں کی ہڈیاں نظر آئیں گی جو ہزار ہا سال کی ہوں گی۔ جہاں آپ نیا مکان بنا کے بیٹھے ہو' اس کے نیچے پرانے انسانوں کی ہڈیاں ہو سکتی ہیں' تو آپ بھاگ جائیں گے' ڈر جائیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ واقعہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

کتنے باغ جہاں میں لگ لگ سوکھ گئے

تو آپ کا تھوڑا سا وقت باقی ہے' اس لیے کتنے دن درکار ہیں۔ تو زیادہ علم کی بات نہیں ہے۔ اور کتنی کمائی درکار ہے؟ جس سے آپ کی زندگی چل سکے۔ وہ کمائی

جو جمع ہے اور استعمال کے بغیر ہے وہ کمائی بھی اتنی ہی غیر ضروری ہے جتنے باقی کے کام۔ پیسے کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا کہ پیسہ ایسی چیز ہے جس کی افادیت جدائی ہے۔ تو خرچ کرنے سے کچھ افادیت ہوگی۔ تو وہ چیز جس کے جانے سے فائدہ ہوتا ہو وہ چیز کیا ہے۔ تو اس کے رکھنے کا فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کے چھوڑنے کا فائدہ ہے۔ تو اپنی زندگی میں اپنے حاصل کو Ultimate حاصل کو محفوظ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ باطل علم کی طرف زور نہ دو' نزاکت کی طرف زور نہ دو' نفس مضمون دیکھو' نیت کی اصلاح کرو اور راضی رکھنے کا علم سیکھو' راضی رہنے کی بجائے راضی رکھنے کا علم سیکھو' خوش رکھنے کا علم سیکھو اور خوش رہنے کا علم چھوڑو اشیاء حاصل کرنے کا علم نہ ہو' کچھ دینے کا علم سیکھو۔ اصل علم یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کتنے لوگوں کی زندگی میں چراغ جلائے' کتنے مکانوں میں آپ نے روشنی کی' آپ نے کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ آپ نے اس دنیا میں کیا Contribute کیا' دنیا کو کیا دیا۔ آپ اللہ کے بندوں کو کیا دے کے آ رہے ہیں' آپ کتنے لوگوں کو معاف کر کے آئے ہیں' کتنے لوگوں سے معافی مانگ کے آئے ہیں' آپ نے کس مقام پر اللہ کے خوف سے جھگڑا بند کیا' کون سا گناہ جو ممکن تھا مگر اللہ کے ڈر سے' اللہ کے خوف سے چھوڑ دیا' کون سی چیز تھی راستے میں پڑی ہوئی اور آپ نے اس لیے نہیں اٹھائی کہ اللہ کا خوف آ گیا تھا...... گویا کہ علم اتنا چاہیے جس سے آپ کا تعلق بحال ہو اور یہ تعلق اللہ تعالیٰ سے ایسے ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسانوں کے لیے اپنے پیغمبروں کو دنیا میں بھیجا اور پھر ان کے ذریعے تعلق جتلایا۔ تعلق میں علم نہیں چاہیے۔ تو لمبا چوڑا علم حاصل کرنے کی بات نہیں ہے۔

طریقت میں کہتے ہیں میرا پیر جو ہے وہ محفوظ ہے اور اس کے سارے مرید بھی محفوظ ہیں۔ تو عقیدہ یہی ہے کہ جس پر پیر صاحب راضی ہیں وہ محفوظ ہے۔ یہ کر لو اب آپ دیکھیں کہ اگر ایک مرید ان کے لیے کوئی کام کر رہا ہے اور دوسرا ان کے ساتھ علم کی بات کر رہا ہے' معلومات کی بات ہو رہی ہے اور بین الاقوامی باتیں ہو رہی ہیں اور ایک مرید ایسا ہے جو بغیر کچھ بولے تندور گرم کر کے باقی مریدوں کے لیے روٹی پکا رہا ہے تو اس مرید کا درجہ اگر سب کے برابر نہیں تو تھوڑا سا زیادہ ہے حالانکہ اس کے پاس علم کوئی نہیں ہے۔ یعنی کہ علم والوں کو کھانا کھلانے والا' علم والوں سے زیادہ درجہ پا سکتا ہے' یہ عقیدت کی بات ہے۔ مدعا یہ ہے کہ علم وہ ہونا چاہیے جس سے آپ کا تعلق جو ہے وہ قائم ہو جائے' اور تعلق قائم کرنے کا علم جو ہے اللہ کے فضل سے ملتا ہے' یہ اللہ کریم کا سارا فضل ہے اور سارا کچھ اس کے فضل سے ہے۔ اگر آپ اس کی طرف رجوع کریں تو کسی نہ کسی طرح سے بات مل جائے گی۔ تو انشاءاللہ تعالیٰ یہ تعلق یوں بحال ہوگا اور اس میں کوئی علم نہیں چاہیے۔ اور اس میں آواز کی اہمیت' کلام کی اہمیت اس لیے ہے کہ جہاں کسی کو خبر نہیں' اطلاع نہیں وہاں کوئی اطلاع مل جائے۔ آپ اس لیے اونچی بات کرتے ہیں تاکہ تیسرا آدمی سن سکے اور اسے اطلاع ہو جائے۔

سوال:

علم حاصل کرنے کے لیے تو تاکید کی گئی ہے۔

جواب:

وہ علم نفع والا ہے جو اللہ کی طرف لے جائے۔ علم کی تعریف یہ کر رہا ہوں کہ ہر وہ چیز جو اللہ کی طرف لے جائے وہ علم ہے اور ہر وہ مصروفیت جو اس سے

دور لے جائے وہ علم نہیں ہے۔ بس یہ مختصرسی بات ہے۔ تقرب جو ہے وہ علم کی انتہا ہے اور جدائی جو ہے یہ علم کی ضد ہے۔ علم حاصل کرنے والا کہتا ہے کہ میں علم سیکھ رہا ہوں، میں تو اللہ کے حکم سے علم سیکھ رہا ہوں، چین میں جا کے علم سیکھ رہا ہوں یہ بالکل حدیث شریف کے مطابق ہے کہ اگر ہمارے راستے پر چل رہے ہو، علم کی تلاش کر رہے ہو تو ہمارے راستے پر علم حاصل کرو۔ اور اللہ کے راستے کا علم جو ہے وہ شوق کا علم ہے۔ اس لیے شوق کی اصلاح کرنی چاہیے مثلاً اگر اللہ کریم مل جائیں، اگر ملاقات ہو جائے اور اسی دنیا میں ہو جائے تو آپ اگر اللہ کریم سے کچھ چیزیں مانگنے کے لیے تیار ہیں تو سمجھیں کہ شوق پورا نہیں ہوا۔ اگر اللہ سے حاصل کرنے کی تمنا اور دعاؤں کی آرزو ابھی باقی ہے کہ اللہ میاں یہ بھی دے دے، وہ بھی دے دے تو سمجھو کہ یہ شوق نہیں ہے، یہ تو بندے کا کام ہے اور طالب کا مقام نہیں ہے، بندے کا مقام کیا ہے؟ کہ اللہ میاں یہ بھی دے دے، راستہ دے دے، آسانیاں دے دے، آسائش دے دے اور سب کچھ ٹھیک کر دے۔ تو بندہ یہ سب کہے گا۔ تعلق کی بات یہ ہے کہ وہ شخص محبوب کے علاوہ اپنی اور کوئی تمنا رکھتا ہی نہیں۔ مثلاً اس کی اللہ سے ملاقات ہو جائے اور اللہ پوچھے کہ بول کیا چاہیے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے بعد تو چاہیے کچھ نہیں کیونکہ آپ نے پوچھ لیا۔ اب آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا ابھی کوئی دعا یا ابھی کوئی تمنا باقی ہے؟ یہ نہ کہنا کہ ہم بچوں کے نام پہ دعا کر رہے ہیں۔ بچے زندہ رہیں گے جس طرح آپ کے باپ کے بعد ان کے بچے زندہ رہے ہیں۔ اب کوئی دعا نہیں رہنی چاہیے اور اب تمنا کیا ہے۔ اگر میں کہوں کہ ابھی پانچ منٹ کے اندر جنت کا دروازہ کھلنے والا ہے اور جو جو لوگ جانا چاہیں ابھی ابھی ہاتھ کھڑا کریں تو کیا

سارے ہاتھ بلند ہو جائیں گے؟ مدعا یہ ہے کہ یہ بڑا مشکل ہے۔ اس زندگی کے اندر پریشانیوں کے باوجود ہر انسان جو ہے وہ ابھی ٹھہرنا چاہتا ہے۔ اللہ کریم کا یہ ارشاد ہے کہ تمہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طالب ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طالب ہیں۔ مِنکُم مَن یُرِیدُ الدُّنیَا وَ مِنکُم مَّن یُرِیدُ الاٰخِرَہ تو تمہی میں سے لوگ ہیں، جن کا ارادہ، تمنا یہ دنیا ہے اور تم میں سے لوگ ہیں جن کا ارادہ اور تمنا آخرت ہے۔ اب اس دنیا میں ٹھہرنے کی آرزو حجاب ہے۔ ٹھہرنے کے تمام علوم جو ہیں یہ حجاب ہیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی نے ایک مکان بنایا، ذرا پختہ اور نمایاں مکان بن رہا تھا۔ آپؐ پاس سے گزرے، پوچھا کس کا ہے، صحابہ کرامؓ نے بتایا۔ شام کو جب صحابی مسجد کے اندر گئے تو سلام کیا، آپؐ نے جواب نہیں دیا اس صحابی نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا ناراضگی ہوگئی ہے، کیا مجھ سے غلطی ہوگئی؟ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ آپ کے مکان کے پاس سے گزرے تھے تو آپؐ نے پوچھا تھا کہ مکان کس کا ہے۔ وہ صحابی گئے اور جو اپنا اونچا گنبد نما مکان تھا، اس کو گرا دیا۔ پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کے کہا السلام علیکم۔ آپؐ نے فرمایا وعلیکم السلام اور پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہو جب کہ ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں...... ٹھہرنا کسی نے کہاں ہے، مکان ٹھہر جائے گا، تم تو ٹھہر نہیں سکتے۔ جب تم ٹھہر نہیں سکتے تو پھر اتنا سارا پکا مکان کیوں چاہیے۔ ایک درویش کے ساتھ ایک واقعہ ہوا، وہ مکان بنانے لگا، مستری سے کہا تم کوئی پکا سا مکان بناؤ۔ مستری نے کہا کوئی فکر نہ کریں، ایسا پکا مکان ہوگا آپ کے بعد بھی ٹھہرے گا۔ تو اس درویش نے کہا ایسا مکان بند ہی کر دو۔ تو بات اتنی ساری ہے۔ تو ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور کہا پیر صاحب دعا کریں' میں مکان بنا رہا ہوں۔ پیر صاحب نے کہا بیٹا بہت اچھا مکان بنانا' بہت شان دار بنانا' ایسا بنانا کہ تمہیں چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ گویا کہ اس کو تم نے چھوڑ دینا ہے۔ اور وہ علم جس کو تم نے چھوڑ جانا ہے' وہ علم حجاب ہے بلکہ حجابِ اکبر ہے اور وہ علم جو ساتھ دے گا' وہ علم حقیقت ہے' وہ علم نور ہے۔ وہ علم جو ساتھ دے گا' اس کو علم نافع اور علم نور کہتے ہیں اور یہ علم جو ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ ایسا علم ہے جو اللہ کا راستہ دکھائے اور آپ کو اس کی طرف لے جائے۔

<u>سوال:</u>

بعض آوازیں کیوں پسند آجاتی ہیں؟

<u>جواب:</u>

یہ بڑا راز ہے کہ کوئی آواز کیوں پسند ہوتی ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آواز کیا ہے؟ تو آواز کا بھی ایک راز ہے۔ ایک وقت آئے گا جب دنیا میں آپ آواز سن کر شکل بنا سکو گے۔ یعنی ایسا وقت آنے والا ہے جب آواز سے انسان کی شکل بنائی جا سکے گی' اس بات کا خیال رکھنا۔ آواز کو غور سے دیکھیں تو آواز کا تعلق ذہن سے ہے۔ جب ذہن آواز دیتا ہے تو اگلا ذہن سنتا ہے۔ اگر آواز دل سے ہو تو خیال کی رعنائیاں آباد ہو جاتی ہیں۔ جب کبھی آواز کا تعلق دل سے ہو تو انسان محبت نامے بولتا ہے۔ اب دل کی بات کرنے والی آواز جو ہے' اس کا لہجہ کچھ اور ہی ہوتا ہے' وہ کچھ Melodious ہوتی ہے' سریلی ہوتی ہے' Enchanting ہوتی ہے' خوش کن ہوتی ہے۔ اس سے انسان کا لہجہ بدل جاتا ہے۔ دل کی بات کا لہجہ ہی اور ہوتا ہے۔ آواز کا لہجہ جو ہے یہ بتاتا ہے کہ آواز کا

تعلق کس چیز سے ہے۔ مثلاً جن کا تعلق عیاری کے ساتھ ہے اور مکاری کے ساتھ ہے تو وہ پوچھے گا کہ آپ کہاں رہتے ہیں' اس کو اس آواز میں جواب ملے گا۔ او جی ہم نے کہاں رہنا ہے' ہم تو تکلیف میں رہتے ہیں۔ اس نے پھر پوچھا کہ آپ نے گھر کا پتہ نہیں بتایا تو وہ کہے گا کہ جہاں پر چیل اڑ رہی ہے' اس کے نیچے ہی ہمارا گھر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اسے کچھ نہیں بتائے گا۔ تو یہ ذہن کی بات ہے اور دل کی بات جو ہے وہ محبت والی زبان کی بات ہے۔ جب کسی سے محبت کرنی ہو' یا محبت کا فقرہ بولنا ہو' تو اس وقت آپ کا لہجہ اور ہو جاتا ہے' آواز بھی اور ہو جاتی ہے' آواز کا لوچ بدل جاتا ہے' لچک اور ہو جاتی ہے' باپ سے بات کرتے ہیں تو آواز دھیمی ہو جاتی ہے' بچوں سے بات کرنا ہے تو پھر آپ کی آواز سخت ہو جاتی ہے۔ بچوں سے سخت لہجے میں بات نہ کیا کرو ورنہ وہ آپ کے بعد کہیں گے کہ ہمارا ابا صرف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہی بنا رہا......

سوال:

چھوٹے بچے سے جب ہم بات کرتے ہیں تو زبان اس وقت بدل جاتی ہے۔

جواب:

ہاں بتایا تو تھا کہ لہجہ بدل جاتا ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ زبان کا تعلق آواز سے اور آواز کا تعلق دل سے ہے۔ دل کی آواز Poetry ہو سکتی ہے' شاعری ہو سکتی ہے' اس میں لوچ ہو سکتا ہے' لچک ہو سکتی ہے۔ آواز کا تعلق روح کے ساتھ ہو سکتا ہے' آواز کا تعلق روح کے ساتھ ہو جائے تو یہ باقی روحوں کو اپنی تاثیر دے دیتی ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ آواز سن کر زندگی میں انقلاب پیدا ہو

جائے۔ ایسا ہوا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ آواز جو ہے یہ انقلاب پیدا کرتی ہے۔ اس شخص نے علم نہیں پڑھا کوئی کتاب نہیں پڑھی' صرف ایک آواز کا لفظ سن لیا اور زندگی میں انقلاب آ گیا۔ اسی طرح آواز جو ہے وہ گناہ کی طرف بھی مائل کر سکتی ہے' ایسی آوازیں ہیں جو سریلی آوازیں ہیں اور ان کا تعلق انسان کے گناہ کی طرف میلان کا ہے۔ ایسی آواز بھی ہوتی ہے کہ سننے والا بلا وجہ رقص کرنا شروع کر دے اور اس طرح آج کل دنیا میں ہو رہا ہے' ایک آواز سنتے ہی سارے ادھر اُدھر ہونا شروع ہو جاتے ہیں' امریکہ وغیرہ میں کیا کچھ ہو رہا ہے' ایسا ہوتا ہے کہ ایک آواز آتی ہے اور لوگ سڑکوں پر کھڑے ہو کر ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آواز اپنا مقام رکھتی ہے۔ اور سب سے بہتر آوازوں میں سب سے بہتر آواز جو ہے وہ آواز ہے جس آواز کے مقابلے میں اللہ کی نگاہ میں ہر آواز کا قد پست ہے۔ سب سے مبارک آواز آپ ؐ کی ہے جس کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ خبردار کوئی اپنی آواز جو ہے وہ آپ ؐ کی آواز سے بلند نہ کرے۔ تو اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ تمام آوازیں کم ہو جائیں' خبردار! اسی طرح ذہن کم ہو جائے' دل کم ہو جائے' روح بھی کم ہو جائے' نفس بھی کم ہو جائے' خواہ سارا انسان ہی کم ہو جائے۔ اب آپ ؐ کے سامنے دنیا کا جتنا فلسفہ ہے اگر تم لوگوں کو حضور پاک ؐ کی بات کے مقابلے میں کم نظر نہیں آتا تو تم ناکام ہو چکے ہو ......تو اس آواز کے سامنے آپ لوگ اپنے خیال کی آواز بھی پست کر دو۔ جب تک یہ واقعہ آپ کے دل میں نہیں ہوتا' آپ کو حضور ﷺ سے محبت ہو ہی نہیں سکتی' اللہ کریم کا اس آواز کے بارے میں ارشاد ہے کہ اپنی آواز آپ ؐ کی آواز سے بلند نہ کرنا ورنہ اعمال ضبط کر لیے جائیں گے۔ اللہ تو اللہ ہے ناں' وہ تو حکم دیتا

ہے' تو آپ لوگ اپنے خیال کی آواز کو بھی اس آواز سے کم رکھنا۔ مثلاً آپ سے کوئی کہے کہ ایک نیا دین آ رہا ہے' بڑا شان دار' نیا خوب صورت مذہب آنے والا ہے تو آپ کہیں کہ وہ جھوٹا ہوگا' جو نبی اور آنے والے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور اس طرح کے کئی نبی جینے سے پہلے مر گئے۔ ایسا کہنے کا مطلب ہے کہ آپ کے پاس سند مکمل ہے اور آپ سوچے بغیر یہ کہہ سکتے ہیں۔ تو کوئی چیز جو ہے دل کی ہو روح کی ہو' خیال کی ہو' دماغ کی ہو' ناولٹی کی ہو اور کسی نئے فن کی ہو' وہ آپ ؐ کے مقابلے میں سب سچ ہے۔ تو آپ کا اتنا اعتقاد ہونا چاہیے۔ آپ کا جب تک یہ عقیدہ نہ ہو تو آپ کا ایمان پختہ نہیں ہوتا۔ تو کتنا سارا ایمان چاہیے اور کتنے سارے علم چاہئیں؟ جو آواز اللہ کریم کو اتنی پسند ہے کہ اس کے مقابلے میں ہر آواز کو پست کیا ہے' کمزور کیا ہے' مدہم کیا ہے' اس آواز کو بھی آپ سننے کی تمنا کر لیں تو سمجھنا کہ آپ کا ایمان قوی ہو گیا اور آپ کی بخشش ہو گئی۔ یا آپ کوئی اپنی بات وہاں تک سنا سکیں تو بھی آپ کی بخشش ہو گئی۔ یا وہ آواز سنو یا ان کو کچھ سناؤ! یا سنو یا سناؤ' بس اسی خیال میں رہو' تو یہ ہے علم! اتنا سارا علم چاہیے! علم وہ جو آپ کو اس راستے کی طرف لے چلے۔ ایک کہانی سنو۔ ایک عالم کشتی میں سوار ہوا' اس نے ملاح سے پوچھا کہ بھائی ملاح یہ بتاؤ کہ اتنی ساری عمر ملاحی کرتے رہے ہو کیا کوئی علم بھی حاصل کیا۔ اس نے کہا میں نے علم نہیں پڑھا' بچپن میں پڑھا تھا کہتا ہے صرف نحو پڑھی ہے؟ اس نے کہا سرکار میں نے صرف نحو نہیں پڑھی ہے' میں تو بڑا پریشان رہا ہوں' بس کشتی چلاتا رہا ہوں عالم نے کہا تیری آدھی زندگی ضائع ہو گئی۔ کشتی دریا کے اندر گئی تو ہچکولے کھانے لگی۔ کچھ سیلاب کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ جب سیلاب بڑھا اور کشتی ہچکولے کھانے لگی تو ملاح نے اس

عالم سے پوچھا' بھائی تیرنا جانتے ہو؟ عالم نے کہا نہیں' تو ملاح کہتا ہے کہ میری تو آدھی زندگی ضائع ہوئی ہے اور تیری پوری ضائع ہونے والی ہے...... بات تو اتنی ساری ہے کہ وہ کہتا ہے تیری آدھی زندگی ضائع ہوگئی کیونکہ علم حاصل نہیں کیا اور ملاح نے کہا میری آدھی تو بچ جائے گی' تیری اب پوری غرق ہونے والی ہے کہ تجھے تیرنے کا علم نہ آیا تو تو نے صرف نحو کا کیا کرنا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنے کا علم نہ آیا تو پھر کیا پڑھا۔ اگر عبادت کرنے والا ہر ایک کو ناراض کرتا جا رہا ہے تو وہ کیا عبادت۔ آج کل عبادت کے نام پر فرقہ پرستی ہو رہی ہے' ہماری مسجدوں میں کیا ہے۔ یارسولؐ اللہ کانفرنس اور محمد رسولؐ اللہ کانفرنس۔ ایک دوسرے کو کیا کیا کہتے رہتے ہیں۔ تو ان کی باتیں کیا ہیں' بس موضوعِ سخن بنا لیا ہے۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے نام کو۔ تو سب کمائیاں رائیگاں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ محبت کرنے والے دل میں نفرت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ راز ہے کہ محبت کرنے والے دل میں نفرت نہیں پیدا ہو سکتی۔ تو جس کی محبت عطا ہو جائے اس کی نفرت ہو ہی نہیں سکتی۔ جس کو دعا کا مقام مل جائے اس کو بددعا سے تعارف نہیں ہو سکتا۔ جس کے پاس سب سے بڑی دعا ہو' وہ سب کے لیے رحمت اللعالمینؐ ہوں گے' ساری کائنات کے لیے' تمام جہانوں کے لیے' ہر انسان کے لیے اور ہر دور کے لیے۔ دعا اور محبت ایسی چیز ہے جو کہ ہر ایک کے لیے ہے اور کسی کے لیے بددعا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علم وہ ہے جو آپ کو اللہ کریم کا راستہ دکھائے اور وہ علم جو آپ کو دنیا میں ٹھہرنے کا راستہ بتائے وہ حجاب ہے۔ ٹھہرنا تو آپ نے ہے نہیں ٹھہر سکتے نہیں ہیں' کوئی ٹھہرا ہی نہیں آج تک' یہاں سے تو جانا ہی جانا ہے اس لیے علم حاصل کرو جو آگے جانے کا راستے آسان کرے...... آپ سوچا کرو کہ

آواز کا تعلق کس چیز سے ہے؟ اس میں آنکھوں کا تعلق ہے' آنکھیں جو ہیں وہ دل کی بات بتاتی ہیں' رُوح کی بات بتاتی ہیں۔ مردار کی آنکھیں صرف مردار تلاش کرتی رہتی ہیں۔ تو یہ دنیا ہے' اس کو مردار دور سے نظر آئے گا۔ تو یہ نیت کی بات ہے۔ ایک دفعہ گدھ اور شاہین دونوں High Flying' اڑتے جا رہے تھے۔ یک لخت گدھ نے دیکھا کہ نیچے کوئی مرا ہوا گھوڑا پڑا ہے۔ اس نے کہا تیری میری جدائی اور میں تو چلا اپنے کام۔ تو گدھ جو ہے وہ مردار کی تلاش کرے گا۔ اسی طرح انسانوں کی آنکھ ہے' ایک نیکی تلاش کرے گی اور دوسری بدی تلاش کرے گی۔ آنکھوں کے ذریعے آدھے سے زیادہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ زبان کی وجہ سے بے شمار عافیت ضائع ہوتی ہے۔ اگر زبان سچ نہ بولے تو چپ ہی رہے' یہ یاد رکھ لو۔ اگر سچ نہیں بول سکتی تو چپ تو کر سکتی ہے ناں۔ اس لیے خاموشی میں بہت ساری عافیت ہے۔ عام طور پر یہ جو زبان ہے انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ آپ اس وقت بولو جب کوئی آپ سے پوچھے کہ بات کیا ہے۔ اس وقت بولو جب کوئی صداقت بولنی ضروری ہو جائے اور اس وقت بولو جب آپ کو کوئی کام ہو۔ صرف بولتے رہنا اور دن بھر بولتے رہنا اور بولتے ہی چلے جانا' اس سے بچو۔ اللہ کریم کا احسان مانو کہ اس نے یہ سب بنایا۔ انسان عام طور پر سوال کرتا ہے کہ دیکھو جی اس زمانے میں بڑا مشکل ہے کہ کسی صداقت کا سفر کیا جائے' حالات ایسے ہیں' ایسے واقعات اور مجبوریاں ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ہر زمانے میں ہر طرح کا آدمی محفوظ ہے۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں نیکی کا وجود ختم ہو جائے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں بدی کا وجود ختم ہو جائے۔ آپ کے مشاہدے میں غلطی ہے اور واقعات بالکل ٹھیک ہیں۔ سچے آدمی کو

جھوٹ نظر نہیں آتا اور کہتا ہے کہ سب سچ ہی ہے۔ سب سے بڑا سچ یہ ہے کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً تو تم یہ کہو کہ جو کائنات بنائی ہے یہ باطل نہیں ہے بلکہ عین حق ہے۔ سب سے بڑا حق تو یہ ہے کہ یہ کائنات عین عالمِ حقیقت ہے اور غور سے دیکھو تو اس میں تلاش کے دوران حجابِ حقیقت ہے۔ اس حجابِ حقیقت سے عالمِ حقیقت تک آپ نے پہنچنا ہے۔ بس یہ ہے سارا سفر۔ آپ نے غور کیا میری بات پہ؟ کہ یہ کائنات آپ کو غیر لگ رہی ہے مگر یہ غیر نہیں ہے۔ ''غیر'' میں آپ نے دریافت کرنا ہے کہ یہ کائنات بنانے والے نے کس خوبی سے بنائی ہے۔ بس اسی طرح آپ کو جلوؤں کے اندر جلوؤں کا بنانے والا بھی نظر آ جائے گا۔ اگر کوئی آپ کو دشمن نظر آ رہا ہے تو اس میں کوئی خوبی تلاش کرو، وہ ضرور نکل آئے گی۔ مثلاً آپ اپنی زندگی لے لو، کیا آپ کی زندگی آپ پر بوجھ ہے، پریشانی ہے، بڑی دقتیں ہیں اور آپ کی زندگی پر اللہ کریم کا کوئی احسان بھی ہے۔ یہ احسان دریافت کرنے والا اللہ کریم کی طرف سے آنے والی بیماری کو بھی احسان سمجھتا رہا۔ احسان ماننے والوں نے کنوئیں کے اندر بھی احسان مانا، پیغمبر ہیں، ابتلا میں ہیں لیکن احسان مانا جا رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کے لیے دعا مانگی مگر قبول نہیں ہوئی، مگر دریا کا، سیلاب کا پانی بھی احسان ہے یعنی کہ اگر احسان ماننے والا مزاج ہو جائے تو ادھر سے آنے والی ہر ابتلاء ہی احسان ہے۔ بات صرف تعلق کی ہے، اگر تعلق ہو تو ابتلا احسان ہے اور اگر تعلق نہ ہو تو ابتلا ہے، مثلاً اگر کسی نے خلوص میں زیادہ کھلا دیا تو کہے گا کہ اس کی مہربانی کہ اتنا کھانا کھلایا، اور دوسرا کہے گا کہ بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے یہ کوئی شرافت ہے کہ اتنا کھانا کھلا دیا اُس نے۔ مطلب یہ کہ تعلق نہ ہو تو پریشانی

ہے اور تعلق ہو جائے تو یہ اس کا حکم ہے' کہتا ہے بسم اللہ۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ وہاں پر اب حکم کون ماننے والا ہے اور اللہ سے محبت کون کرتا ہے۔ جب آپ نفع نقصان کے خیال سے آزاد ہو جائیں گے تو وہاں سے آپ کو تعلق مل جائے گا۔ جمع تفریق کا خیال جو چیز آپ کو چھڑا دیتی ہے وہ وہی ایک چیز ہے اور وہ ہے وہ ذات۔ جس خیال میں آپ کو نفع اور نقصان کی تمیز نہ رہ جائے وہ خیال عشق کا ہے۔ یہ ابتدا میں ہوتا ہے کہ نفع کیا' اور نقصان کیا۔ تعلق والے سے اللہ کہتا ہے کہ یہ زندگی اب میرے حوالے کر دے تو آپ اس وقت یہ نہیں کہہ سکتے کہ کب یا کل۔ بس اللہ نے کہا ہے لہٰذا پورا کرو۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ماننے والوں کے لیے اس زندگی کی مصیبتیں بھی احسان ہیں۔ اللہ کریم نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم آپ کو آزمائیں گے خوف' بھوک' نقصِ اموال' انفس اور ثمرات سے۔ یعنی اِن چیزوں سے ہم آپ کو آزمائیں گے اور جو صبر کر جائے گا اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے گا۔ تو جو باتیں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیں وہ سب کے ساتھ ہوگا۔ اب کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو خوف سے آزاد ہو' خوف رہے گا' خوف اس فائل پر رہے گا جو چھپی ہوئی ہے اور کل کو نہ کھل جائے۔ خوف اس بات کا رہے گا کہ جو غلطی تھی اور ابھی کسی کو معلوم نہیں ہوئی' وہ ظاہر نہ ہو جائے' خوف اس بات کا رہے گا کہ ابھی بات میرے تک محدود ہے اور میرے تک محفوظ ہے مگر اس کا پتہ چل گیا تو کیا ہوگا۔ خوف آنے والے وقت کا رہے گا اور گزرے ہوئے دور کا رہے گا' آج کے انسان کو پیسے کی ڈھیریوں کے اندر غریبی کا خوف رہے گا۔ اور زندگی محفوظ ہونے کے باوجود غیر محفوظ ہونے کا اندیشہ رہے گا۔ یہ ایسا وقت مصیبت کا وقت ہے' ابتلا کا وقت ہے کہ انسان ڈر رہا ہے۔ آج کے انسان کو بین

الاقوامی صورتِ حال کا ڈر ہے' ہندوستان' افغانستان' روس اور پتہ نہیں کیا سے کیا ...... زیادہ سے زیادہ اندیشہ کیا ہے؟ موت کا۔ جنگ نہ ہو تو کیا انسان مرتے نہیں ہیں؟ کیا جنگ میں مرنا ضروری ہے' جنگ سے پہلے بھی لوگ مر سکتے ہیں۔ تو یہ خوف جو ہے انسان کا وہم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آزماؤں گا خوف سے اور آپ کے مال میں نقص سے' آپ کے رزق میں نقص ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی کہتا ہے کہ میرے رزق میں تو میرا نقص نہیں ہوا اور یہ پہلے سے بڑھتا گیا' تو جان لو کہ بینائی بھی رزق ہے' اور یہ رزق کم ہو گیا' ذہن بھی رزق ہے اور وہ کم ہو گیا' صحت بھی رزق ہے اور یہ رزق کم ہو گیا۔ آپ کے تمام قواء اور جوارح یہ سب رزق ہیں' تو یہ کم ہو گئے مگر تُو تو پیسے ہی کو رزق سمجھ رہا ہے۔ ماں باپ بھی رزق ہیں جو کہ اب تمہارے پاس نہیں ہیں۔ تو کچھ نہ کچھ واقعات ہوں گے اور رزق کم ہو گا' اس میں نقص آئے گا اور ضرور آئے گا۔ اسی طرح خیال میں نقص آئے گا' اور واقعات میں آئے گا۔ ایک وقت تھا کہ بچپن میں آپ کتنے شعر سنایا کرتے تھے اور اب شعر یاد نہیں رہ گئے' اب اگر پوچھو کہ میرؔ نے کیا کہا تھا یا پھر غالبؔ کا شعر سنا دو' کہتا ہے کہ اب چھوڑو' دونوں ہی چلے گئے' مجھے سب بھول گیا۔ تو اموال میں نقص ضرور ہو گا۔ اور پھر موت کا واقعہ ضرور ہو گا اور پھل ضائع ہو جائے گا' پھل کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ آپ کا حق' استحقاق مجروح ہو جائے گا' پھل کا معنیٰ ہے کہ کھیتی باڑی میں آپ نے جو محنت کی ہے وہ حق مجروح ہو جائے۔ ان سب باتوں کے بعد اللہ نے کہا کہ اب اس پر صبر کرو اور اس کے خاص بندوں نے کبھی صبر نہیں کیا بلکہ وہ اسی مقام پر شکر کرتے ہیں۔ تو راز اتنا سارا ہے کہ صبر کے مقام پر شکر کرنے والا جو ہے وہ اللہ کا بندہ ہے اور جہاں مقام صبر ہے' وہاں

وہ کیا کرتا ہے؟ وہ شکر کرتا ہے۔ اس لیے صبر کا مقام ہی مقامِ شکر ہے۔ جتنے بھی اللہ کے مقربین گزرے ہیں' سارے مقامِ صبر سے گزرے ہیں اور سارے شکر کرتے ہوئے گئے ہیں۔ سب سے زیادہ اس کائنات میں پیغمبروں کے واقعات ہیں اور وہ تو پیغمبروں کے ساتھ ہیں' ان کا درجہ اور ہے' اس لیے ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ باقی یہ کہ امام الانبیاء آپؐ ہیں اور بات بھی ٹھیک ہے کہ اُنؐ جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپؐ کے بعد کی بات بتا رہا ہوں کہ سب سے زیادہ مقامِ ابتلاء ظاہر کیا اور باطن کیا' کربلا ہے۔ کربلا کا واقعہ' کربلا والوں کے لیے اس کائنات میں اللہ کریم کی سب سے زیادہ عطا ہے۔ کائنات میں رحمتوں کے چشمے اُس نام سے پھوٹتے ہیں' تو یہ ابتلا ہے کہ عطا ہے؟ یہ مقامِ صبر ہے کہ مقامِ شکر ہے؟ ان کے لیے یہ مقامِ شکر ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جو مقام کبھی کبھی آتا ہے' رہتی دنیا تک اس مقام کی تعریف ہی ہوتی چلی جائے گی۔ تو گویا کہ اللہ کے بندے اس مقام کو یہ سمجھتے ہیں کہ ابتلا ایک راز ہے' تو ابتلا کیا ہے؟ ایک راز ہے' اپنا بنانے کا راز ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کو بیماری دی ہوئی ہے اور اندر سے اللہ تعالیٰ لڈو کھلا دیتا ہے۔ تو یہ ایک راز ہے! گویا کہ اللہ کے بندے ابتلاء کو پہچانتے ہیں۔ جب ابتلاء کا وقت آیا اور مشکل آ گئی تو اللہ کا بندہ کہتا ہے کہ مہربانی کا وقت آ گیا' کہتا ہے پھر بڑی تکلیف آ گئی' سمجھو کہ کھیل بن گیا۔ تو اللہ کریم جو ہے اپنی چٹھی کے اوپر تکلیف لکھ کے اندر سے مہربانی لکھ دیتا ہے۔ آپ ایسی چٹھی خوشی سے قبول کر لیا کرو کہ یہ اس کی طرف سے آنے والی چٹھی ہے' یہ اس کی بڑی مہربانی ہے' تو کبھی گلہ نہ کرو' اللہ سے گلہ کرنا چھوڑ دو' شکوہ کرنا چھوڑ دو اور تقاضا کرنا بھی چھوڑ دو اور اس کے فیصلے قبول کرنا شروع کر دو۔ کیا کرو؟ قبول' ہر

حالت قبول' ہر بات قبول' اس کی طرف سے آنے والی ہر چیز قبول' سب قبول۔ بس اتنا سا اس میں راز ہے' اور کوئی راز ہی نہیں۔ درود شریف پڑھنے والا دوزخ میں نہیں جا سکتا یا دوزخ رہ نہیں سکتی۔ ویسے بنیادی طور پر دیکھو' کوئی آدمی اپنے کسی محبوب کا ذکر کرنے والے سے ناراض ہو سکتا ہے؟ کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اللہ کے محبوب ؐ کا ذکر جس مقام پر ہو' اسی کا نام جنت ہے' اس کے علاوہ جنت ہے کیا چیز۔ جہاں اللہ کے محبوب ﷺ کا ذکر ہو' وہ جگہ کیا ہے؟ جنت ہے۔ تو جہاں اللہ کا بندہ اللہ کے محبوب ؐ کا ذکر کر رہا ہو گا وہی جنت ہے' وہاں دوزخ کا کیا Concept ہے' سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ دوزخ میں ہو۔ آپ کو اس کا طریقہ بتایا ہے کہ آپ درود شریف پڑھتے رہا کرو' اور اللہ کے محبوب ﷺ کا نام لبِ زبان رکھو' محبت کرتے جاؤ' تو پھر آپ کو کچھ اور سمجھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ علم کی انتہا ہے! علم وہ ہو کہ دیکھنے والا کہے کہ یہ آدمی بڑا سیانہ ہے کہ سیدھا ہی جنت میں چلا گیا اور دوسرے کو دیکھو' اس کو ہم نے پہلے کہا اِدھر جاؤ' اُدھر جاؤ' مدرسہ جاؤ' کالج جاؤ' یونیورسٹی جاؤ' اور وہ سیدھا ہی اللہ کے حضور ﷺ کے پاس آ گیا۔ کہتا ہے بس یہی علم ہے اور یہ خوش نصیب ہے۔ تو خوش نصیب وہ ہے جو اس مقام تک سفر کر جائے کہ جس مقام پر عافیت ہے خیریت ہے' شفاعت ہے' رحمت ہے' بخشش ہے اور سب کچھ ہے اس مقام پر' تو اس مقام کی طرف رجوع کر جاؤ' آپ کی زندگی بھی آسان اور انشاءاللہ تعالیٰ موت بھی آسان۔ دعا یہی مانگا کرو کہ یا اللہ زندگی آسان بنا اور موت بھی آسان بنا۔ ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی رہیں اور تُو بھی راضی رہے۔ یہ نہ ہو کہ ہم خوش رہیں اور تُو ناخوش ہو جائے۔ زندگی میں ہم بھی راضی رہیں اور آپ بھی راضی ہو جاؤ۔ تو ایسی زندگی

ہونی چاہیے۔ تو آپ یہ دعا کیا کرو' یا رب العالمین ہمارے بعد ہماری اولادیں بھی خوش رہیں۔ یا اللہ ہم جھوٹ بولنے کی بجائے خاموش ہی رہیں۔ اس لیے دعا کرو' اپنے بچوں کے لیے اور سب کے لیے دعا کرو' سب حضرات کے لیے دعا کرو' کہتا ہے دعا تو مانگی ہے' فقیر اور درویش کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کے کیا کرنا ہے' زبان چلا کے کیا دعا کرنا ہے دل ہی دعا کر رہا ہے' آنکھ دعا کر رہی ہے' ہمارے پرانے والے آنسو دعا کر رہے ہیں۔ تو دل کے اندر دعا ہے اور دعا ہی دعا ہے۔ یاد رکھو جہاں دعا مانگنے والا ہے وہاں دعا سننے والا ہے' کوئی فاصلہ تھوڑا ہے' ادھر دعا مانگی' ادھر دعا اس نے قبول کی۔ تو صحیح دعا وہ ہے جو الفاظ بننے سے پہلے منظور ہو جائے اور وہ دعا جو ہے وہی دعا ہے کہ جس وقت آپ کی نگاہ میں آنسو ہوں' اور یہ دعا کی قبولیت ہے۔ بس اللہ سے اللہ کو مانگنا چاہیے' سب سود و زیاں کی باتیں ہیں۔ چلو اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۳

۱ ہم فقیری یا درویشی کے لیے کوشش تو کرتے ہیں مگر کامیاب کیوں نہیں ہوتے؟

۲ کچھ لوگوں کو تو فقیری ہرگز نہیں ملتی اور کچھ کو بڑی آسانی سے مل جاتی ہے……

۳ کوئی کیسے دریافت کرے کہ یہ جو ہمارا منصب ہے یہ پیدائشی ہے؟

۴ آپ نے فرمایا تھا کہ جو جان لیتا ہے وہ مر جاتا ہے۔

۵ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں مگر یہ سمجھ نہیں آتا……

۶ یہ بزرگ، یہ پیر کون تھے؟

۷ اپنے پیر کا حکم کس حد تک ماننا چاہیے؟

۸ اگر وہ غلط کہے تو پھر بھی مانتے جائیں؟

۹ صراط مستقیم کا کیا تصور ہے؟

۱۰ ایسے کیوں ہوتا ہے کہ سارا ہفتہ ہم سوچتے رہتے ہیں کہ آپ کے پاس جب ہم جائیں گے تو یہ پوچھیں گے لیکن یہاں آ کر یاد نہیں رہتا؟

۱۱ ہم مکان تو اپنی اولاد کے لیے بنا رہے ہیں……

۱۲ اچھے وقت کے لیے دعا ہی ہوگی یا کچھ اور ہی کرنا پڑے گا؟

سوال:

ہم فقیری یا درویشی کے لیے کوشش تو کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے؟

جواب:

جہاں تک انسان کا اور انسان کی زندگی کا تعلق ہے' تکلیف روحانی ہو، جسمانی ہو، تکلیف انسان کو ہی ہوتی ہے۔ اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے، کافی عرصہ سے نماز قائم ہو اور اچانک کچھ عرصہ بعد نماز قضا ہو جاتی ہے یا فوت ہو جاتی ہے تو وہ انسان بڑی تکلیف میں ہوتا ہے۔ یا یہ کہ کسی تہجد گزار آدمی سے یک لخت تہجد بلا سبب غائب ہو جائے تو وہ بہت تکلیف میں ہوتا ہے، یا کسی کا بچہ بیمار ہو جائے تو وہ بھی تکلیف میں ہوتا ہے، تو وہ دونوں رو رہے ہوتے ہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ اُس کو کیا ہے اور اِس کو کیا ہے، لیکن تکلیف دونوں کو برابر ہے۔ تکلیف ایک شعبے کا نام ہے جس میں غم اُترتا ہے۔ غم چاہے احساس ہو، ماضی ہو، مستقبل ہو، کسی چیز کے ہونے کا خیال ہو، کسی چیز کے نہ ہو جانے کی خواہش ہو، کچھ بھی ہو، غم نے اگر آنسو بننا ہے تو آنسو جو ہے یہ آنکھ سے ٹپکے گا۔ اس کی وجہ غلط بیانی بھی ہوسکتی ہے اور خوش فہمی بھی ہوسکتی ہے۔ بادشاہ اگر بادشاہت سے معزول ہو جائے تو وہ رونا شروع کر دے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح فقیر، فقیری سے معزول ہو جاتا ہے۔ اب یہ ایک ایسی چیز ہے جو عام طور پر اتنی سمجھ نہیں آتی اور

اس سے آگے انسان کو سمجھ آتی ہی نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ اس سے اگلی بات کیا ہے؟ تو آپ کو اگلی بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ اگر بندے کا Emphasis زور، اصرار اور ترجیح دنیا پر ہے تو اس کو سوائے دنیا کے غم کے اور کوئی چیز آنسو نہیں دے سکتی اور اگر وہ دین کا بندہ ہے تو سوائے دین کے غم کے اسے اور کوئی چیز تکلیف نہیں دے سکتی۔ یہ بتائی ہوئی بات چودہ سو سال سے چلتی آرہی ہے اور اب آپ کو سمجھ آنا بند ہوگئی ہے۔ ایک مقام تھا کہ جب یہ بتایا گیا کہ دیکھو اپنی اولاد، اپنی جان، اپنا قبیلہ، چھوٹے بڑے سب بچالو، عارضی طور پر یزید کی بیعت کرلو۔ عقل کہتی ہے کہ بیعت کر جاؤ اور زندگی گزار لو۔ مگر بات یہ ہے کہ یہی تو کرنا نہیں ہے۔ اب یہ فرق ثابت کر کے انہوں نے بتا دیا، کیا بتا دیا؟ کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہم نے نہیں کرنی۔ کیوں نہیں کرنی؟ کیوں کہ ہم دین والے لوگ ہیں اور دنیاوی حاصل کے لیے دین کو ترک کرنا ہمارے مقصد میں نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ بچے چھینے جائیں گے تو انہوں نے فرمایا بچوں کا غم اور چیز ہے اور دین کا غم اور چیز ہے۔ کیونکہ ہم دین والے لوگ ہیں لہٰذا ہمیں بچوں کا غم نہیں ہوگا، اس کا افسوس ہوگا اور ہونا بھی چاہیے، بچوں کو ہم اتنی زندگی دے سکتے ہیں جتنی اللہ نے دے رکھی ہے اور دین کو ہم اپنی زندگی دے سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اب ان کا Emphasis ان کا رخ، ان کا اصرار دنیا کی طرف نہیں ہے۔ اب یہ فرق بتانے والے تو بتا گئے۔ اسی طرح دنیادار بزرگوں کو سمجھاتے ہیں کہ آپ کچھ تو اپنا خیال رکھیں، آپ یہ کام کرلیں، پیسوں کی بات ہے تو آپ پیسے لے لیں، آپ تو خود ہی بزرگ ہیں، درویش ہیں، کاروبار چلالیں یا کوئی فیکٹری لگالیں، حالانکہ فیکٹری لگانا ضروری ہے اور سب فیکٹریاں لگاتے رہتے ہیں مگر درویش

ا نے کہا نہیں میرا Emphasis اور ہے۔ جب تک آپ لوگ اپنا Emphasis دریافت نہ کرو، مقصد دریافت نہ کرو، آپ کو دین کا غم نہیں ہوگا، جب تک مقصد دریافت نہ کرو، آپ کو دنیا کا غم نہیں ہوگا، آپ کو کچھ نہیں ہوگا اور کوئی فقیری نہیں ملنی کیونکہ اس طرح گاڑی آگے نہیں چل سکتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی سمجھ دے دے گا اور جب آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قریب آ گیا ہے تو پھر آپ کہیں گے کہ ذرا پروموشن تو کرا دیں۔ پروموشن والا رستہ تو پھر ختم ہو گیا۔ یہ پروموشن والا راستہ تو پروموشن والے سے پوچھو کہ کیسے پروموشن مل سکتی ہے۔ پروموشن والا صرف پروموشن سے خوش ہوگا کہ پروموشن کیسے ملتی ہے۔ اسے لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کرو تو پروموشن ملتی ہے، ایک کالا بکرا نیاز دو اور دفتر کے بڑے افسروں کو بلا لو تو ہم ان کو آپ کی سفارش کر دیتے ہیں، تو ایک یہ طریقہ ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں بادشاہ بننا چاہتا ہوں، تو اگر وہ بادشاہ بننا چاہتا ہے تو پھر الیکشن کی تیاری کرلے کیونکہ اس بات کا شعبہ اور ہے واقعات اور ہیں۔ تو ہر مقام دوسرے مقام میں ہے اور دوسرا تیسرے مقام میں ہے۔ آپ لوگ جس چیز کا شکار ہو اس چیز کا نام کنفیوژن ہے۔ کنفیوژن کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ دین کی کتابوں میں دنیا کی کتابیں رکھتے ہو کہ یہ کتاب نمبر چار ہے اور یہ تسکین وجود کے لیے ہے اور لذتِ بے حیائی کے لیے ہے اور ساتھ ہی دین کی کتابیں کھول کر رکھی ہوئی ہیں۔ تو کتاب کو کتاب کے ساتھ نہ ملاؤ جب تک کہ آپ کا مزاج نہ ملے اور آپ لوگ مزاج کے ساتھ بدمزاجی، بدمزاجی کے ساتھ کم مزاجی اور کم مزاجی کے ساتھ تلخ مزاجی رکھتے ہیں یعنی کہ آپ ایک مزاج میں دوسرا مزاج ڈالتے ہیں۔ اگر ایک انسان حج کرنے جائے تو اس کو مبارک ہو کہ وہ حج

کر کے آیا ہے اور وہاں سے جا کر وی سی آر لے آئے اور پھر دنیا جہان کی بے حیائی کی فلمیں لے کر آئے تو پھر اس نے حج کیا تو کون سا کیا یا کیا کِیا، بلکہ اس کو تو بہت سخت عذاب ملے گا۔ عذاب کیوں ملے گا؟ اس لیے کہ اس نے نیک سفر کے اندر بدی کی۔ تو ایسے لوگوں کی وجہ سے ساری قوم پریشان ہے، اس لیے درویشی جو ہے وہ شہروں میں نہیں چلتی۔ شہر والے مرید جو ہوتے ہیں وہ پیروں کو الٹا ٹانگ دیتے ہیں، مثلاً پیر صاحب کو کوئی چیز پیش کر دی، کیا پیش کر دیا؟ کوئی ایسی چیز، جس کا مدعا صرف دنیا ہو اور کیا چیز مانگتے ہیں یعنی کوئی ایسی چیز مانگتے ہیں جس کا مدعا صرف دنیا ہو، وہ پیر صاحب کو بڑے ٹی وی پیش کرتے ہیں، وی سی آر پیش کرتے ہیں تو وی سی آر اور ٹی وی کی پیش کش اور چیز ہے اور مصلّے پیش کرنا اور ہے۔ دونوں میں فرق ہے اور یہاں آ کر Complications پیدا ہوتی ہیں۔ تو آج کا انسان جو ہے اور مسلمان خاص طور پر جو پیر آشنا بھی ہو اور چاہتا ہو کہ وہ فقر آشنا بھی بنے تو فقر آشنا وہ اس لیے نہیں بنتا کہ اس کے مزاج میں رجوع اِلی الدنیا موجود ہوتا ہے اور اس کو اگر وہ بیلنس کر جائے تو پھر یہ بڑی بات ہے۔ اگر آپ یہ حوصلہ کر لیں کہ آپ نے دین کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر یہ نہ کہنا کہ باپ ہونے کی حیثیت سے میرا فرض یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کروں، بھائی ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے، سماج کے اندر میرا یہ فرض ہے، اسلامی حکومت کا قیام کریں گے لیکن اسلامی حکومت بنتی نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ پاکستان میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ہندوستان میں بھی رہ سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جہاں چاہے مرضی رہ سکتا ہے۔ تو اللہ کا فقیر جو ہے اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، نظام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے لیے آپ کا بنایا ہوا جو نظامِ شریعت اور دین

ہے وہ اس سے بھی علیحدہ ہے' الگ ہے۔ پس وہ اللہ کی محبت میں چلا جا رہا ہے۔ باقی لوگ کہتے ہیں کہ محلے کے سارے مسلمان جو ہیں آج شام ان کا جلسہ ہوگا اور یہ بڑا نیکی کا کام ہے۔ اسلامی کام کیا جائے گا۔ اور وہ اس طرح کے اسلامی کام کرتے رہیں گے۔ محبت والے کا ایسے اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اس کا اپنے ساتھ تعلق ہے اور اللہ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس لیے فقیری جو ہے وہ مسلمانوں کے ظاہری اعمال سے مر جاتی ہے، ظاہری اعمال یہ ہیں کہ اجتماع بناؤ' یہ ضروری ہے۔ شریعت میں یہ ضروری ہے کہ اجتماع بناؤ اور سارے محلے کے واقعات Discuss ہوں' آپ کے گھر Discuss ہوں کہ آپ کے گھر میں کیا ہو رہا ہے، کیا آپ کے گھر میں تکلیف ہے، آپ کس کو ووٹ دیں گے، آپ کی جماعت کون سی ہے، آپ کے شہر میں کیا ہو رہا ہے، تو آپ کے ہاں اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں یہ سارے واقعات ہو رہے ہیں' یہ سارے مل کر انقلاب لائیں گے پھر یہ جا کر تقریر کریں گے' پھر یہ اسلامی تقریر کریں گے کیونکہ یہ آپ کی دینی جماعتیں ہیں۔ تو فقیری کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ طے ہو جائے کہ اس نے فقیری کرنی ہے اور اگر فقیری نہیں کرنی اور دنیا کرنی ہے تو یہ دنیا وہی ہے کہ اپنی دنیا کو دین کے تابع کر کے زکوٰۃ مانگنے سے پہلے ادا کر دو، اور ایسے واقعات کرتے جاؤ۔ الحمدللہ پڑھتے جاؤ اور فی سبیل اللہ چلتے جاؤ۔ جب تک کوئی شعبہ باریکی سے نہیں دیکھیں گے اس کا راز سمجھ نہیں آئے گا۔ راز جو ہے یہ غیر کو نہیں بتایا جاتا۔ دنیا کی محبت جو ہے یہ فقیری میں ضرر ہے اور شریعت میں جائز ہے اور بالکل جائز ہے اور بہت ضروری ہے کیونکہ پیسے ہوں گے تو حج کریں گے اور فقیر کہتا ہے کہ اگر حج نہیں کریں گے تو بھی حج ہو گیا کیونکہ حج کرنے سے نہیں ہوگا

بلکہ حج نیت سے ہوتا ہے، حج محبت سے ہوتا ہے اللہ جہاں مل جائے حج ہے۔ فارمولے والا کہتا ہے کہ اللہ یہاں کیسے مل سکتا ہے، وہ اپنے گھر کے علاوہ کبھی نہیں ملتا ہے، تیرے گھر میں بھی نہیں ملے گا۔ بات سمجھنے کے لیے ایک مزاج چاہیے اور اس مزاج میں چلتے چلتے ایک بات آتی ہے اور پھر اس بات کے پیچھے آپ چلتے جائیں تو یہ ایسے ہے کہ جو کچھ حاصل کیا اب اس سارے حاصل کو ایک نئے کام میں لگا دیں۔ جس طرح آپ نے زندگی میں یہ سارا وجود جو بنایا ہے، ساٹھ سال میں جو بنایا ہے' صحت بیماری ملا کر جو بھی وجود بنا ہے' جسم کا جو بھی مکان بنا ہے، یہ جو آپ کی زندگی ہے یعنی ساٹھ سال کی زندگی جو ہے اب جا کے یہ موت کے قابل بنی ہے۔ اسی طرح آپ کی ساری زندگی فقیری کے کب قابل ہوگی؟ جب ساری زندگی دے دو جیسے ساری زندگی دے کے آپ کو موت ملتی ہے اسی طرح ساری دنیا دے کر فقیری مل سکتی ہے۔ یہ ایک Important اہم چیز ہے اور اس پر آپ چل نہیں سکتے۔ اب آپ کا فیصلہ آپ کے پاس ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ بس جو کرنا ہے آپ کو Wholetime کرنا ہوگا۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ نے Wholetime کیا کرنا ہے لیکن جو حکم ہو گیا ہے وہ ہو گیا ہے۔ بس یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ سب کچھ دیتا ہے فقیری نہیں دیتا تو کیا اس کے پاس فقیری ختم ہو گئی ہے؟ بھلا کبھی سمندر ختم ہوا، کبھی پانی ختم ہوا، کبھی ہوا ختم ہوئی، کبھی پہاڑ ختم ہوئے، یہ ساری سڑکیں، ان کے لیے بجری، روڑی، پتھر وغیرہ آتا ہی رہتا ہے اور پہاڑ ختم نہیں ہوئے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی بھی ختم نہیں ہوئی ہوگی اور نہ دریا ختم ہوں گے اور نہ ہوا ختم ہوگی' کچھ بھی ختم نہیں ہوگا' آپ لوگ تو بکرے کھا کھا کر ختم کر رہے ہو لیکن وہ بھی ختم نہیں ہوئے بلکہ یہ تو جائز جانور ہے اور جو ناجائز

جانور ہے وہ بھی ختم نہیں ہوتا' آپ لوگ اندازہ لگاؤ کہ کچھ بھی کہیں بھی ختم نہیں ہوتا' شہر میں بڑی ڈویلپمنٹ ہوگئی لیکن مکھیاں ختم نہیں ہوئیں' جس کو آپ نے مارنا تھا وہ بھی ختم نہیں ہوئیں۔ شہر بہت اچھے ہو گئے لیکن مٹی ختم نہیں ہو رہی۔ تو کوئی بھی چیز آج تک دنیا میں ختم نہیں ہوئی۔ علم کے باوجود جہالت آج تک ختم نہیں ہوئی، پیغمبر کے باوجود کافر ختم نہیں ہوئے، جس شہر میں آپ چلے جائیں ہر شے Available ہے۔ تو فقیری اللہ نے کیسے ختم کر دینی ہے، فقیری اس کے پاس بے شمار ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے، اگر آپ نے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا ہے تو ضروری ہے کہ آپ اپنا فیصلہ کر لو۔ پھر کہتے ہیں کہ فقیری کا فارمولا کیا ہے؟ بھلا شوق کا کیا فارمولا ہوتا ہے' شوق کا بھی کوئی فارمولا ہوتا ہے؟ کہتا ہے کہ میں نے وہاں جانا ہے۔ پوچھا کدھر جانا ہے؟ جب جانا ہے تو پھر پہنچ ہی جانا ہے۔ ہم نے آج تک یہ دیکھا ہے کہ آنکھوں سے محروم بھی اپنے گھر پہنچ گیا اور جہاں کہیں اس نے پہنچنا تھا پہنچ گیا جب کہ وہ آنکھوں سے محروم ہے۔ ایک شخص معذور ہے لیکن وہ بھی پہنچ گیا۔ ووٹ کے لیے جب لوگ آتے ہیں تو معذور انسان بھی ووٹ ڈالنے امیدوار کی گاڑی پر بیٹھ کر پہنچ جاتا ہے۔ تو جو جو کرنا چاہے انسان کر جاتا ہے۔ بندہ جو کرنا چاہے کر سکتا ہے اور کر لیتا ہے۔ آپ اپنے گاؤں سے پیدل آ کر شہر میں اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کی طرف جانا چاہتا ہوں تو اللہ کیوں نہیں ملے گا۔ اگر نہیں ملتا تو یہ نیت کی خرابی ہے کیونکہ انسان جو کرنا چاہے وہ سب کر سکتا ہے۔ فرض کرو اسے منزل نہیں ملتی تو چلو اس راہ میں مَر تو جائے گا اور یہ اس کا حاصل ہوگا کہ فلاں شخص فقیری میں مر گیا۔ تو فقیری پوری ہوگئی اور یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ دوسرا آدمی آپ کو صرف بات

بتا سکتا ہے' سمجھا سکتا ہے مگر فقیری نہیں دے سکتا' تو آپ کو فقیری کون دے گا؟ آپ کا مزاج آپ کو فقیری دے گا' آپ کا شوق آپ کو فقیری دے گا، اگر شوق نہیں ہے تو آپ فقر نہیں لے سکتے۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی گھوڑے کو تالاب تک لے جا سکتا ہے لیکن بیس چابک مارنے کے بعد بھی اسے پانی نہیں پلا سکتا، پیاس ہو گی تو خود ہی پیئے گا۔ آپ صرف یہ کر سکتے ہیں کہ یہ ہے تالاب اور یہ ہے گھوڑا' آپ کو پیاس لگے تو پانی پی لو۔ نہیں تو گھوڑے کو کوئی پانی نہیں پلا سکتا، گھوڑے کو تو پیاس ہی پانی پلا سکتی ہے۔ اسی طرح آپ کو اگر پیاس ہے تو فقیری مل جائے گی۔ ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ محبوب کے لیے اخباروں میں اشتہار دو کہ مجھے فلاں آدمی سے محبت کرنی ہے' تو وہ محبت کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ باقی سب کام خود کر سکتے ہیں کہ آپ نے نوکری بھی کر لی، کاروبار بھی کر لیے، شادی بھی کر لی، Conveyance والی چیز خرید لی، گھر کا سامان بھی خرید لیا، بچوں کے لیے چیزیں بھی خرید لیں، مگر فقیری کا نسخہ ایسے نہیں مل سکتا۔ تو وہ اندر کی کہانی ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ کہتے ہیں کہ جو آدمی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کو کوئی بھی چیز نہیں دی جاتی اور استحقاق والا کبھی محروم نہیں ہو گا۔ دنیا میں ایک چیز ہے جو کبھی محروم نہیں ہوتی' وہ صرف شوق ہے، چاہے کسی چیز کا بھی شوق ہو، وہ آج تک کبھی محروم نہیں ہوا۔ اس لیے اے راہی تو بے ذوق نہ ہو۔ راہی اگر بے ذوق ہو جائے تو پھر بات ہی ختم۔ ورنہ تو یہ کتابوں کی بات ہے نہ کسی اور طریقے کی بات ہے۔ اس وقت فقیری کو بھی کتابوں سے پڑھ کر بتایا جا سکتا ہے' اور وہ بھی طریقے موجود ہیں، فقیری کے لیے نسخے موجود ہیں کہ یہ کرو وہ کرو مگر اصل میں تو آپ کا اپنا نام ہے فقیری۔ تو فقراء نے فقیری کی کتابیں کیسے لکھی ہیں؟ جیسے جیسے وہ لوگ

Behave کرتے جاتے تھے، جیسے جیسے وہ بولتے جاتے تھے بعد میں وہ بات قانون بنتی جاتی تھی۔فقیری ہوتی ہے فقراء کو کھانا کھلانا،تو آج بھی وہ سارا کچھ موجود ہے،آج بھی بھوکوں کو کھانا ضرور کھلائیں گے،کھانا ضرور پکے گا' دیگچی میں یا دیگ میں کچھ پکالو کیونکہ یہ دو چار بندے بیٹھے ہیں یہ کھانا کھائیں گے۔تو فقیری میں لنگر خانے ہوتے ہیں۔ضرور ہوتے ہیں اور باہر سے جو بندے آئیں گے ان کے لیے ٹھہرنے کی جگہ بھی ہوگی اور ان کو بتانے والی بات بھی ہوگی، شب بیداری کا سماں بھی ہوگا۔اس لیے آپ لوگ دعا کریں کہ آپ کو شوق پیدا ہوجائے۔

سوال:

کچھ لوگوں کو تو فقیری ہرگز نہیں ملتی اور کچھ کو بڑی آسانی سے مل جاتی ہے؟

جواب:

یہ نصیب کی بات ہے،شوق کی بات ہے،کرم کی بات ہے اور فضل کی بات ہے۔علم تلاش سے مل سکتا ہے مگر شوق تلاش سے نہیں ملتا۔شوق کو آپ نے خود ہی تلاش کرنا ہے دریافت کرنا ہے۔اگر آپ کو شوق ہے تو پھر اس کی تکمیل کے لیے آدمی کو فقیری کا ادراک ہوتا ہے۔دنیا اور فقیری کے شعبے ہی الگ ہیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں پہلے دنیا کے کام کروں گا اور ناممکن کام بھی کروں گا اور فقیری کا شوق بھی کروں گا تو فقیری کوئی اتنی فالتو بات نہیں ہے کہ وہ بعد میں ہو گی۔فقیری Preference ترجیح کا نام ہے۔اور آپ Preference ترجیح کس کو دے رہے ہیں؟۔مثلاً شوق والا کہتا ہے کہ مجھے فلاں انسان سے محبت ہے وہ کہتا

ہے کہ چھوڑ دو اسے اور آپ اس طرح کرو کہ بائیسویں گریڈ کی ایک اعلیٰ نوکری لے لو اور اس آدمی کے پاس جانا بند کرو، اسے چھوڑ دو، تو شوق والا کہتا ہے کہ گریڈ کدھر اور میں کدھر۔ اسے اگر کہیں کہ بادشاہت لے لو مگر وہ تخت چھوڑتا ہے لیکن وہ محبت نہیں چھوڑتا، یہ اس کا حال ہے۔ تو فقیری جو ہے صرف عشق کا نام ہے۔ مسلمان کی فقیری جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کا عشق ہے' باقی سب باتیں چلتی رہتی ہیں۔ فقیری منصب ہے اور منصب پیدائشی ہوتے ہیں۔ اس میں بڑے بڑے راز ہیں، ایک راز یہ ہے کہ اللہ کریم کو تو پتہ ہے کہ حضور پاک ﷺ اگر نبوت سے پہلے بھی خطاب فرمائیں گے، نبوت شروع ہونے سے ایک دن پہلے جو خطاب فرمائیں گے یہ وہ بھی صداقت ہوگا کیونکہ منصبِ نبوت عطاء ہونے سے دو ایک دن پہلے بھی حضور پاک ﷺ اللہ کے نبی تھے یعنی منصبِ نبوت کا اعلان و عطاء ہونے سے پہلے بھی آپؐ نبی تھے یعنی جو لوگ پہلے آپ کے ساتھ دوستی اور وفا کر رہے تھے وہ سارے کے سارے اس وقت بھی اُمتی تھے۔ اب یہ ایک راز ہے ایسا کہ اُمتی تو پھر نبوت کے اعلان کے دن سے ہونا چاہیے تھا مگر یہ اس دن کی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے دن کی بات ہے۔ تو سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو منصب عطاء ہوتا ہے وہ منصب پیدائشی ہوتا ہے اور وہ واقعات وہاں' اس جگہ سے ہوتے ہیں۔

<u>سوال:</u>

کوئی کیسے دریافت کرے کہ یہ جو ہمارا منصب ہے، یہ پیدائشی ہے؟

<u>جواب:</u>

یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اگر لوہے کا ٹکڑا آگ میں چلا جائے تو اس آگ

کی حدت جو ہے وہ اس ٹکڑے کو بھی آگ بنا دے گی۔ پھر لوہا اپنے بارے میں کہتا ہے کہ میں ہی آگ ہوں اور پھر آگ سے علیحدہ ہونے کے بعد تھوڑی سی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ لوہے کے ٹکڑے کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ میں آگ ہی ہوں۔ شیخ سعدیؒ کا کہنا ہے کہ جمالِ ہم نشین کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان بھی ویسا ہونے لگ جاتا ہے۔ تو کچھ اور ہی واقعات ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی آپ بزرگان دین کے پاس جاؤ تو ایک طریقہ یاد رکھنا کہ جس طرح آپ لوگوں میں پسند ناپسند کی صلاحیت ہوتی ہے' قبول اور نہ قبول کی صلاحیت ہوتی ہے' ان کے پاس بھی یہ صلاحیت ہوتی ہے۔ جس دن آپ میں پہلی دفعہ محبت داخل ہوتی ہے تو ان کو چاہنے والا مل جاتا ہے' پھر ان کو آپ کی شکل سنوارنے کا موقعہ مل جاتا ہے اور اس شخص کو پہلی دفعہ یہ پتہ چلتا ہے کہ چہرہ بھی سنوارنے کی ایک چیز ہوتی ہے۔ تو یہ کس دن ہوتا ہے؟ جس دن محبت ہوئی۔ جب آپ کسی فقیر کے پاس جاتے ہیں' ایسا فقیر جو مشہور فقیر ہو اور پوری عبادت بھی کرتا ہو، سچا ہو اور آپ سچے آدمی ہوں تو آپ سچے کے پاس چلے گئے۔ اگر ایک جھوٹا آدمی آپ کے سچے اللہ کی بات کر رہا ہے، زور لگا کر کر رہا ہے مگر اس کا اثر نہیں ہوگا اور سچے آدمی کا مقصد دنیا ہی ہو یا مقصد کچھ اور ہو لیکن اس کا اثر ہوگا سچا آدمی تو یہی کہے گا کہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اب اس آدمی کی اپنی پسند ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اسی طرح درویش کی بھی اپنی پسند و ناپسند ہوتی ہے اور اگر بعض اوقات درویش اس شخص کو قبول نہ کریں تو وہ اپنا حسن اس پر ظاہر نہیں کرتا، وہ آپ کے سامنے ایسی بات رکھ دے گا کہ آپ بددل ہو کر کہیں گے کہ بابا جی پتہ نہیں کیا کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر وہ درویش آپ کو اچھا ساتھی سمجھے تو وہ آپ کو

خوبصورت انداز سے بات سمجھا دے گا۔ اس لیے آپ سچے آدمی کے طور پر اپنی تلاش کو جاری رکھتے ہوئے چلتے جائیں' پھر آپ کو راز دینا کس نے ہے؟ وہ آپ کے محبوب' اللہ نے راز دینا ہے۔ اس تلاش کرنے والے کو تو پتہ نہیں ہوتا کہ کون سچا پیر ہے اور کون نہیں ہے۔ اس لیے وہ اللہ کا نام لیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے اللہ آپ تو سچے ہیں اور میں آپ کا نام لیتے ہوئے چل پڑا ہوں جبکہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے، بس تو سچا ہے تو میں بھی سچا ہوں، اللہ سچا ہے تو میں بھی سچا ہوں اور میری محبت بھی سچی ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے کہ میری محبت میں بس آپ چل پڑو اور اس کی شرط یہ ہے کہ کسی کو جھوٹا مت کہو اور جھوٹا مت بولو۔ تمہارے پیروں کی محفل میں شامل ہونا یا پیر نوازی کا نسخہ یہ ہے کہ اس میں شک نہ کیا کرو۔ پیر صاحب سے یہ نہ کہنا کہ میں نے اپنا مدعا پیش کرنا تھا بلکہ آپ اپنے آپ کو پیش کر دو۔ کیا پیش کر دو؟ اپنی چاہت پیش کر دو اور اپنی محبت پیش کر دو تو اس بظاہر جھوٹی دنیا کے اندر ان لوگوں کو سچ کا راستہ ملے گا کیونکہ اللہ کے سامنے کوئی چیز جھوٹی نہیں ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا یعنی اے ہمارے رب تو نے کوئی چیز باطل تخلیق نہیں کی۔ تو دنیا عین سچ ہے، اور آخرت بھی سچ ہے۔ ذٰلِکَ الْيَوْمُ الْحَق وہ حق سچ کا دن بھی آئے گا۔ وہ بھی سچ ہے اور یہ بھی سچ ہے اسی سچی دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ جب آپ سچا سمجھ کر چل رہے ہیں تو آپ خود ہی سچے ہیں' اور یہ عین سچ ہے، اللہ جس کو چاہے جہاں سے چاہے عطا فرما دے۔ اگر آپ اعتراض کرنے لگ جاؤ کہ یہ کیا ہے وہ کیا ہے؟ ایسی صورت میں اگر آپ مفتیٔ اعظم بھی بن جائیں تو بھی آپ سچ سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ اپنے سچ کے ساتھ سفر کا آغاز کریں اور جو نیت لے

کر آپ چلتے ہیں تو آپ کا اللہ اسی طرح کہیں نہ کہیں آپ کو ملے گا اور جلوہ دکھائے گا۔ جہاں پر آپ کی تسلی ہوگی، تصدیق ہوگی، تسکین ہوگی وہی جلوہ آپ کے لیے تھا۔اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ بعض اوقات غلط مقامات بھی آپ کے راستے کا حصہ ہیں۔آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر ایک شخص راستے میں ٹھوکر کھاتا، گرتا پڑتا، چلتا چلتا، چوٹی تک پہنچ گیا تو سمجھو کہ آپ کے نصیب میں منزل آ گئی، صداقت آ گئی۔تو آپ جس راستے سے بھی آئے وہ راستہ صحیح ہے، تو جو راستہ ہے سب ٹھیک ہے، آپ کسی کو مت روکو، یہ جو غلط راستہ تھا یہ آپ کے لیے غیر نہیں تھا' یہ راستہ آپ کو یہاں لے آیا ہے۔ وہ جن راستوں سے گزرے، سچا آدمی ان راستوں کی قدر کرتا ہے ہر چند کہ وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔اب اگر آپ کے پاس ہمت ہے تو ان کی اصلاح کریں اور ان پر تنقید نہ کریں۔ان سے کہو کہ بابا جی میں نے یہ تھوڑی سی بات نوٹ کی تھی، میرا خیال ہے اسے صحیح کر لیں۔ جب مرید منزل پر پہنچ جائے، اللہ کے پاس پہنچ جائے اور وہاں جا کر پتہ چلے کہ پیر صاحب نہیں پہنچے، وہ تو اس سفر میں شامل ہی نہیں ہیں تو پھر وہ مرید کہتا ہے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی مہربانی سے یہ بات بنی جو میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کے والد صاحب فقیر نہ ہوں اور آپ کو فقیری مل جائے تو اچھا بیٹا وہ ہے جو والد صاحب کی عزت کرے اور عزت رکھے، والد صاحب غریب ہوں تو امیر بیٹا وہی ہے جو والد صاحب کو سلام پیش کر سکے۔تو آپ یہ سمجھیں کہ انتخاب کیا چیز ہے؟ انتخاب یہ ہے کہ باپ کو باپ سمجھو، اگر وہ آپ کے ساتھ غلط Behaviour، رویہ رکھے یا کرے، ناراض کرے، ناراض ہو جائے، باپ کبھی دھوکا بھی کر جائے تو باپ کو باپ ہی کہنا ہے، استاد سے اگر کل کو جھگڑا ہو جائے تو

استاد کو استاد ہی کہنا ہے اور ادب سے کہنا ہے کہ استاد جی، ماسٹر جی، بات یہ ہے کہ آپ جو مرضی کہیں اور ہر چند کہ وہ غلط ہے لیکن آپ کی اسی طرح عزت کرتا ہوں۔ وہ ٹیچر جو پہلی جماعت میں آپ کو پڑھاتا تھا، اس نے آپ کو علم کا راستہ دکھایا، اس کا ادب ویسے ہی کرنا ہے، وہ مولوی صاحب جس نے قرآن پڑھایا ہے اس کا ادب ویسے ہی کرنا ہے، جس نے نماز پڑھائی اس کا ویسے ہی ادب کرنا ہے اور جس نے اس راستے کا شوق دے دیا اس کا ادب بھی ویسے ہی کرنا ہے۔

ان راستوں کی کمائیاں ان راستوں کے لیے تعاون کرتی ہیں۔ کئی دفعہ یہاں سے گمراہی ہوتی ہے کہ راستہ فقر کا ہے اور فائدہ مٹھائی والے اٹھا رہے ہیں۔ ایک جگہ پیر صاحب باتیں کر رہے تھے کہ آپ لوگوں کو بات سمجھ آ گئی؟ ''ہاں جی آ گئی ہے'' ''ہاں تو آپ کافی دیر سے یہاں بیٹھے ہو آپ یہ بتاؤ کہ سارا فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے''؟ ''جی فائدہ تو ہوٹل والے کو پہنچ رہا ہے جس سے ہم چائے پی رہے ہیں''۔ مدعا یہ ہے کہ یہ چیز جو ہے یہ Confusion ہے' پریشان کرتی ہے کہ دینی ماحول میں دنیاوی انداز کیسے۔ اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سچا آدمی Formalities تکلفات سے بے نیاز ہو کر سچ کی تلاش میں سفر کرتا رہتا ہے۔

سچے آدمی کی ایک صفت یہ ہے کہ راستے میں جھوٹ کے مقامات اس کو جھگڑے پر مائل نہیں کرتے۔ مثلاً ایک آدمی کی ہوائی جہاز کی سیٹ بک ہو گئی اور جہاز نے چار بج کر پندرہ منٹ پر اُڑ جانا ہے اور آپ کو ائیر پورٹ کے قریب ایک آدمی سے جھگڑے کا موقع مل رہا ہے' ادھر جہاز جانے والا ہے' اب آپ اس سے کیا کہیں گے؟ یہ معاملہ بعد میں طے ہو گا فی الحال تو میں نے جانا ہے کیونکہ جہاز نہیں ٹھہرتا۔ تو جن لوگوں کو دُور کے سفر درپیش ہوں وہ قریب کے جھگڑے نہیں

کرتے! آپ لوگوں نے جانا دور ہے لیکن جھگڑا پہلے کر لیتے ہو کہ پہلے تم سے تو نپٹ لیں، تو پھر آپ جہاز پر کب چڑھیں گے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ آپ کبھی بھی جہاز پر نہیں چڑھ سکتے بلکہ قیامت تک نہیں جا سکتے۔ اس طرح آپ بے شمار وقت ضائع کر لو گے۔ اس لیے پہلے اپنے مزاج کی ترشی ختم کرو۔ آپ نے نپولین کا نام سنا ہوا ہے نپولین کی ایک جنگ بڑی مشہور ہے، Waterloo ''واٹرلو'' کی جنگ۔ وہ اس کی زندگی کی اہم ترین جنگ تھی۔ جس شخص کو واٹرلو جانا ہو وہ شخص محلے کی جنگ نہیں لڑتا۔ تو جس نے دور کا کام کرنا ہے وہ قریب میں جھگڑا نہیں کرے گا۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ میری کتنی بے عزتی کی گئی ہے اور میں نے بدلہ ضرور لینا ہے بلکہ کہتا ہے کہ ہندوستان نے ہمارے ملک کو توڑا ہے، ہم اس کے ساتھ جنگ ضرور کریں گے اور زندگی ہی میں کریں گے، اس لیے یہ محلے کی جنگ ہم نے کیا لڑنی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اسے چھوڑو۔ وہ جو سر جھکاتا ہے، سرفراز ہو گا، اور دونوں جہان کا کامیاب ترین انسان صلح حدیبیہ سے گزرتا ہے۔ دونوں جہان کا کامیاب، پیدائش سے پہلے کامیاب، بعد میں کامیاب اور ساری کائنات میں کامیاب، تو آپؐ نے صلح پسند فرمائی۔ یہ بات جو ہے یہ سمجھنے والی ہے کہ آپ لوگ جو ہیں انا کے شکار ہیں، کبھی آپ کے ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے، مارتے چلے جاتے ہو اور ڈھال کا استعمال ہی نہیں کرتے کہ آپ مشکل میں ہو' حوصلہ بھی کرو اور انتظار بھی کرو، کہتا ہے کہ میں اس کو مار کر فنا کر دوں گا۔ تو یہ غلط بات ہے۔ اس طرح آپ یہ کرتے ہیں کہ دوسرے کی غلطی کی آگ میں آپ خود جل رہے ہوتے ہیں۔ کچھ غلطیاں آپ کرتے ہو جو آپ کا نصیب بن جاتی ہیں اور یہ یاد رہتی ہیں۔ آپ کے نصیب کا زیادہ حصہ وہ عمل ہے۔ آ ۔ کے ساتھ

دوسروں کی غلطی ہے۔ تو دوسروں کی غلطی آپ ہی کا نصیب ہے اب آپ اس کی غلطی کے ساتھ جھگڑا نہ کرو بلکہ یہ دیکھو کہ اس میں آپ کا نصیب کتنا ہے، بس پھر چپ کر جاؤ، فقیر کہتا ہے کہ اگر ادھر سے گالی ہے ہماری طرف سے دعا ہے۔ اس لیے اس کو اٹھا کر پھینک دو۔ جہاں پھول رکھے ہوئے ہیں وہاں ایک پتھر بھی ڈال اور جھگڑا مت کر، نہ تو آپ پھول والے کو Pay کر سکتے ہیں اور نہ اس کو Pay کرو، نہ اس کو جواب دو، بس جو یہ سامان دیتا ہے، اس کو اٹھاؤ اور چل پڑو، اب اس سارے سامان کو لے کر آگے چل پڑو جہاں غم ملے وہاں غم کو سمیٹ لو اور وہاں غم کو ضائع نہ کرنا۔ یہ آپ کا مقام ہے بلکہ آپ کا مقام تو آگے ہے۔

ہر اک مقام ہے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

تو حیات کے ذوقِ سفر کے ساتھ چلتے جاؤ، یہ ذوقِ سفر ہی غنیمت ہے اور اس کے ساتھ ہی چلتے جاؤ اور اس میں مقام تلاش کرنے والا کبھی فقیری نہیں کر سکتا، فقیری میں مقام نہیں ہوتا، فقیری میں سفر ہوتا ہے۔ بس آپ لوگ یہ بات یاد رکھنا! جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے کہ کیا کیا ہے اور ایسا ایسا حاصل ہوتا ہے، بس ان کی بات ختم ہو گئی کیونکہ لامتناہی کا کیا حاصل۔ مثلاً جو سورج کے سفر پر ہو وہ تو جب پورا ہو گا جب وہ جل جائے گا، اس سے پہلے اس سفر نے پورا نہیں ہونا۔ جو اس سے پہلے بیان کر رہا ہے وہ غلط بیان کر رہا ہے۔ بس یہ اتنی ساری کہانی ہے، اور کہانی ہی کوئی نہیں ہے۔ تو آپ لوگوں کے بارے میں تشویش نہ کرو اور جب دیکھو کہ لوگ غلط کر رہے ہیں تو دعا کرو کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ میں یہ غلطی نہیں کر رہا اور دوسری میری یہ دعا ہے کہ یا اللہ اس پر بھی مہربانی کر، اس فیض اور

فضل کے حوالے سے جو مجھ پر ہوا ہے، یا اللہ اس پر بھی فضل کر۔ تو آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ اس کے لیے دعا کرنی ہے جو اس چیز سے محروم ہے اور جو آپ کے پاس ہے۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ اس بات کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگ چلتے جائیں، سچے کا سفر سچا ہے اور ہمیشہ پورا ہوتا ہے اور ہمیشہ ہی پورا ہوتا ہے۔ اللہ کے سفر میں انسان کبھی محروم نہیں ہوا، جہاں بھی سفر ختم ہو جائے وہیں پر اللہ ہے۔ اور حاصل کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں یہ کام کر آیا ہوں، اللہ کے سفر پر گیا تھا اور پھر سارا کام ہو گیا۔ اور شوق والا کہتا ہے کہ اللہ مل گیا اور کام ہو گیا ہے۔ یہ اور کہانی ہے۔ تو پروانوں کی اور داستان ہے، یہ قربانی کی بات ہے۔ شمع کے پاس جا کر واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو اس طرح شوق کا پتہ چلتا ہے اور شوق والے کا پتہ چلتا ہے۔

<u>سوال:</u>

آپ نے فرمایا تھا کہ جو جان لیتا ہے وہ مر جاتا ہے......

<u>جواب:</u>

فقرہ یوں ہے کہ یہ وہ راز ہے کہ جس نے جان لیا وہ مر گیا اور جو نہ جان سکا وہ مارا گیا۔ اس میں پوری بات آ گئی ہے۔ یہ فقرہ ہی ایسا ہے کہ جس میں انجام ساتھ ہی آ گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ حالت ہے کہ جب کسی چیز کی حقیقت انسان پر آشکار ہو جائے تو وہ انسان مر جاتا ہے ؎

تھی وہ اِک شخص کے تصوّر سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

اگر کوئی بہت پیارا دوست 'عزیز' ساتھی چلا جائے تو پھر انسان ختم ہو جاتا ہے۔

خدانخواستہ کسی کا بیٹا آگے پیچھے ہو جائے تو پھر اُس کی اپنی زندگی ختم ہو جائے گی' وہ چیز جو آپ کو زندگی کا باعث نظر آئے اگر وہی چھن جائے تو سب ختم ہو جائے گا۔ اگر مجنوں سے لیلیٰ چھن جائے تو پھر مجنوں تو مر گیا۔ یہ وہ راز ہے کہ جس کو پتہ لگ جائے کہ لیلیٰ کے بغیر زندگی کوئی نہیں ہے تو وہ نہیں مر سکتا۔ اور جس کو زندہ سمجھ رہے ہو وہ مارا گیا اور وہ روز مرتا ہی جا رہا ہے' حالانکہ مرے دونوں ہی ہیں لیکن وہ مر جانا اور ہے کیونکہ وہ کسی مقصد کے لیے مرا ہے' اور وہ مر جانا اور ہے کہ وہ مر مر کے مرا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ تڑپنے پھڑکنے پر مارو مگر سسکنے اور کراہنے پہ نہ مارو۔ اُمید ہے اب آپ کو تھوڑا تھوڑا آئیڈیا ہو جائے گا' بات سمجھ آ جائے گی.....

سوال:

اللہ نے فرمایا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں مگر یہ سمجھ نہیں آتا۔

جواب:

جب یہ کہا تو کس سے کہا' آپ سے کہا ہے۔ یہ قرآن پاک میں کہا ہے' تو جب قرآن پاک میں آپ اُس مقام کو پڑھو گے تو پھر بات سمجھ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے خطاب فرمایا ہے کہ جب میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے' تو مجھے اپنے قریب پاتا ہے' اور جب تم سجدہ کرتے ہو تو قریب ہوتے ہو۔ قریب ہونے کے لیے اور بہت سے طریقے بھی ہیں' مثلاً یہ کہ جو میرے حبیبؐ کے قریب ہیں وہ میرے قریب ہیں۔ سب سے آسان کون سا عمل ہے جو قریب کرتا ہے؟ سجدہ سب سے زیادہ آسان عمل ہے' اور یہ سجدہ نماز کے علاوہ بھی کیا جائے۔ قریب ہونے کی تمنا اگر Genuine' اصلی ہو جائے تو بندہ قریب ہو جاتا ہے۔ ایسا بالکل

ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا اس لیے مشکل نہیں کہ اللہ کہیں گم نہیں ہوتا بلکہ آپ تو ڈرتے پھرتے ہو کہ کہیں اللہ مل نہ جائے' آپ تو اس سے چھپتے پھرتے ہو کہ اُس کو کیسے ملیں اور کس منہ سے ملیں' کیا پیش کریں' آپ لوگ بھاگ رہے ہو اور اللہ آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے' وہ آپ کا تعاقب کر رہا ہے۔ تو آپ اُس کی طرف جانا شروع کردو۔ آپ اس کی طرف کب جاؤ گے؟ توبہ کر کے جاؤ' تب جاؤ جب آپ کے پاس ایسا عمل کوئی نہ ہو جس کو دیکھ کر وہ ناراض ہو' تو اس طرح کا کوئی کام کرلو پھر اللہ قریب ہی قریب ہے۔ آپ بدی سے دور ہو جاؤ' اللہ قریب ہی قریب ہے۔ اللہ ضرور قریب ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے اپنے پیر صاحب سے سوال کیا کہ یا پیر و مرشد ہمیں توحید کے بارے میں کچھ سمجھائیں' اُن کے پیر صاحب نے فرمایا کہ کچھ وقت کے بعد سمجھاؤں گا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد مرید اور اُن کے پیر صاحب حج کرنے کے لیے گئے' راستے میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے' ایک سوار گھوڑے پر چڑھ کر آیا' اُس سوار نے پیر صاحب کو الگ بلایا' اُن سے کچھ بات کی' پیر صاحب نے ادب سے جواب دیا اور وہ سوار رخصت ہو گیا۔ پھر وہ اپنے مرید سے بات کرنے لگ گئے۔ اُس مرید نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے جو آئے اور چلے گئے۔ انہوں فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے' مرید کہنے لگا کہ کیا مطلب' یہ کیوں آئے تھے؟ پیر صاحب نے جواب دیا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ حج پر جا رہے ہیں تو اگر آپ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ نہیں۔ مرید نے پوچھا آپ نے نہیں کیوں کہا تو پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ دیکھو ہم اللہ کی راہ میں چل رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تیرے خیال

میں گم ہو جائیں! اور یہ تیرے سوال کا جواب ہے کہ توحید یہ ہے کہ اگر آپ اللہ کے سفر پر جا رہے ہو تو کہیں خضر علیہ السلام کے خیال میں گم نہ ہو جانا۔ اس طرح بڑے بڑے لوگ چلتے رہتے ہیں اور اللہ کے قریب ہوتے رہتے ہیں......

سوال:

یہ بزرگ، یہ پیر کون تھے؟

جواب:

وہ آپ کے اور ہمارے پیر تو نہیں تھے وہ تو پیروں کے پیر تھے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ وہ کون تھے یا وہ کون ہوں گے، آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ نہیں۔ تو مرید کا نام تھا داتا صاحبؒ اور ان کی کتاب کا نام ''کشف المحجوب'' ہے اور یہ اُن کا اپنا ذاتی واقعہ ہے۔ تو ایسی ایسی بات وہ سمجھاتے ہیں۔ جہاں توحید کا Chapter ہے، باب ہے، وہیں کہیں درمیان میں بات سمجھا دی ہے کہ توحید کیا ہوتی ہے۔ بعض اوقات کسی بندے کے خیال میں گم ہو جانا بھی توحید ہوتی ہے، یہ بھی انہوں نے بتایا ہے کہ شرک کیا ہوتا ہے اور بندے کے خیال میں گم ہو جانا کیا ہوتا ہے؟ تو شرک یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے روکنے والے کی یاد کا نام شرک ہے، اللہ کی یاد دلانے والے کی یاد میں رہنا شرک نہیں ہے بلکہ توحید ہے۔ وہ جو اُدھر اللہ کی طرف لے کر جائے وہ توحید ہے اور جو اُدھر سے روکے وہ شرک ہے چاہے وہ آپ کا دین ہی ہو۔ تو دین کیسے ہو سکتا ہے؟ بعض اوقات مذہبی Formalities تکلّفات، باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آپ محبت بھول جاتے ہیں۔

سوال:

اپنے پیر کا حکم کس حد تک ماننا چاہیے؟

جواب:

یہ بڑی آسان بات ہے کہ کسی کا مرید ہونے کے بعد اگر یہ دریافت کرنا پڑے کہ مجھے کیسے چلنا ہے' سچ کیا ہے' جھوٹ کیا ہے' کرنا کیا ہے' کدھر جانا ہے تو پھر راہنما کا کیا کام۔ اگر تو راستہ خود ہی تلاش کرنا ہے تو شیخ کی کیا ضرورت۔ اس لیے جو آپ کا علم ہے اُس علم کو بھی اُس شیخ کے تابع کر دو یعنی اپنے ہادی کے تابع کر دو' پھر جس طرح وہ کہے آپ کرتے جاؤ اور اُس کے ساتھ بحث نہ کرو.....

سوال:

اگر وہ غلط کہے پھر بھی مانتے جائیں!

جواب:

ہاں پھر بھی مانتے جاؤ کیونکہ وہ بات عقل کے حساب سے غلط ہو سکتی ہے مگر دراصل صحیح ہوگی۔ جو Lead کرنے والا ہے' رہنمائی کرنے والا ہے وہ بہتر جانتا ہے۔ جب آپ اُس کے حوالے ہو گئے تو پھر آپ اُس کو یہ نہ کہو کہ آپ مجھے اس طرح گائیڈ کرو' وہ کوئی آپ کا Assistant ' نائب نہیں ہے کہ آپ کو فلاں مقام پر وہ ہدایت دے اور فلاں مقام پر کوئی اور ہدایت دے۔ اس لیے وہ جو کہتا ہے آپ کرتے جائیں۔ حکیم بہتر جانتا ہے کہ مریض کے ساتھ اُس نے کیا کرنا ہے' شیخ بہتر جانتا ہے کہ اُس نے سفر کرنے والے کو کس طرح سفر کرانا ہے۔ اس حد تک بھی کہا گیا ہے کہ اگر آپ کو اُن کی کوئی بات ناجائز لگے تو کر گزرو کیونکہ اگر جائز آدمی کہہ رہا ہے تو ناجائز بات بھی صحیح ہوگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ نے اُس آدمی کا کہنا کتنا مانا ہے۔ تو کہنا ماننے سے لوگوں نے بڑے بڑے

جواز نکالے ہیں۔ ایک دفعہ ایک ایسا واقعہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ اللہ کریم کا سجدہ فرما رہے تھے' اب اللہ کا سجدہ ہو اور اللہ کے محبوبِ پاک سجدہ ادا کر رہے ہوں تو کسی کی کیا مجال کہ اُس کو درمیان میں سے روکے یا آگے پیچھے کرے' تو ایک بچہ آ گیا' امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام آپؐ کے نواسے' آپؐ کے اوپر سوار ہو گئے' انہیں تو چاہیے تھا کہ بچے کو جھٹکو اور پھر اپنا فرض ادا کرو' پھر آپؐ نے کہا کہ بچہ اپنا ہے اور اللہ بھی اپنا ہی ہے' چلو خیر ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ مطلب یہ ہے کہ ایک راہ یہاں سے نکال دی۔ اور باقی لوگوں نے بحث نہیں کی کہ جبریلِ امین علیہ السلام یہ کر دیتے' یا یہ کہ ایک بچے کی وجہ سے نماز آگے پیچھے کر دی۔ تو نماز جو ہے یہ مزاج رہبر ہے۔ تو آپ مزاجِ رہبر پر چلتے جاؤ' جیسے آپؐ نے فرمایا ہے ویسے کرتے جاؤ۔

تو نصیحت یہ ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہیں اور آپ کا دین راہنمائی ہے اور اگر کسی کو راہنما بنا لیا ہے تو جیسے وہ راہ دکھائے آپ چلتے جائیں۔ تو یہاں لوگ بحث عام طور پر یہ کرتے ہیں کہ راہنما کے ساتھ' پیر کے ساتھ مرید کی Dealing' مرید کی ڈیوٹی کیا ہونی چاہیے' اگر مرید شریعت لے کر پیر صاحب کو گائیڈ کرتا جائے اور پیر صاحب اُس کو راستہ بتاتے جائیں' اُس کو کچھ اور سمجھاتے جائیں تو نہ کوئی سفر ہو گا اور نہ کوئی مسافر رہے گا اور پھر یہ تو بحث ہی بحث رہ جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں خوبی والی کوئی بات ایسی ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ابھی تک نئی کتابیں لکھنے کی گنجائش ہے۔ ہونا تو چاہیے کہ چھوٹا سا کوڈ ہو کہ کلمہ پڑھو' پانچ نمازیں ادا کرو' روزہ رکھو' پیسے ہیں تو زکوٰۃ دو' حج کرو' اللہ پر اعتماد رکھو اور حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی پر پورا اعتماد کرو' اس طرح کلمہ شریف

مکمل ہو جائے گا۔ اور یہ کتاب' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اسے پڑھو۔ اس طرح مسلمان کا امتحان تو ختم ہو گیا۔ مگر پھر اور کیا ہے؟ اگر بات ختم ہو جاتی تو پھر فقہ نہ ہوتی' اگر بات ختم ہو جاتی تو پھر سلاسل نہ ہوتے' بات ختم ہو جاتی تو ختم ہو جاتی لیکن بات ختم ہوئی نہیں ہے' تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی ''اور'' بات ہے۔

کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

تو کوئی پیغام اور ہے اور یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ بات اتنی آسان بھی نہیں ہے جتنی آسان لوگ سمجھ رہے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے' غلبہ ہم نے دیکھا نہیں ہے اور اللہ سچ بولتا ہے یہ بھی پتہ ہے ان وعداللہ حق اللہ کا وعدہ تو ویسے ہی حق ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ بات ہو کر رہتی ہے۔ تو بات سمجھنے والی ہے۔ تو یہی بات سمجھنے والی ہے' فقہا کا آنا یہی بات ہے' ورنہ تو شریعت بالکل آسان سی بات ہے کہ جس آدمی نے نماز پڑھ لی' زکوٰۃ دے دی اور اگر پیسے ہوں تو حج بھی کر لیا' نہیں ہوں تو چلو گزارہ کر لیا' ماں باپ کی خدمت کر لی' کلمہ شریف مکمل کرتا ہے اور روزہ بھی رکھ لیتا ہے' تو اب اُس کو پرابلم کیا ہے؟ دین میں یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کو راضی کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی پرابلم ہے اور وہ پرابلم دریافت کرتے کرتے وضاحتیں شروع ہوئیں اور پھر وضاحت کی وضاحت اور وضاحت کی پھر وضاحت...... اور پھر لوگوں کا اپنا سفر جاری رہا۔ اور سفر چلا کس طرف ہے؟ یہ بھی غور والی بات ہے کہ بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے اور اجماع نہ ہوا' لوگ مسلمان ہو گئے لیکن جماعت اسلامیہ نہ بنی' مسلمان بن گئے اور اُمت واحد نہ ہوئی۔ تو پھر بننا کیا ہے۔ آپ لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم سب سارے مسلمان ہو تو پھر جھگڑا کس بات کا

ہے۔ اچھا اب یہ پاکستان ہے اور یہ اسلامی ملک ہے' اخبار میں پڑھتے ہیں کہ ڈاکہ ڈالا گیا' پہلے سب نے سوچا کہ یہ شاید ہندو لوگ ہوں گے اور ہمارے ملک میں ڈاکہ ڈالتے ہوں گے' پتہ چلا کہ اُس کا نام تو مسلمانوں والا تھا جو ڈاکہ ڈالنے والا تھا۔ سب کے مسلمانوں جیسے نام تھے۔ پتہ یہ چلا کہ مسلمان ڈاکو ہوتے ہیں اور یہ بھی پتہ چلا کہ مسلمان گناہگار ہوتے ہیں' مسلمان رشوت لیتا ہے یہ بھی پتہ چلا' مسلمان بے ایمانیاں بھی کرتا ہے یہ بھی پتہ چلا' آٹے میں مٹی اور ہلدی میں رنگ یہ بھی سنا ہے کہ ہوتا ہے' ملاوٹیں ہوتی ہیں اور یہ بھی پتہ ہے کہ ملاوٹیں کرنے والے مسلمان ہوتے ہیں' تو ایسے مسلمانوں کو جو مرضی کہہ لو ٹھیک ہے۔ یا تو یہ فتویٰ ہونا چاہیے کہ جس نے کھانے کی چیز میں ملاوٹ کی اُس کو اسلام سے خارج کر دیا گیا' ادھر زمانہ خاموش ہے یعنی اسلام قبول کرنے والے خاموش ہیں' یا تو یہ آواز آ جاتی یا یہ کہ ایک رجسٹر چھپ جاتا' یا ایک اخبار آ جاتا کہ مندرجہ ذیل لوگوں کو اسلام سے خارج کر دیا گیا' ایسا تو ہوا کوئی نہیں ہے بلکہ تبلیغ کرنے والے آپس میں لڑ پڑے ہیں اور Common Man' عام آدمی بیچارہ پریشان ہے کہ مبلغ' مبلغ سے لڑ پڑا ہے اور جھگڑا ہو گیا' یا رسول اللہ اور محمد رسول اللہ کہنے اور نہ کہنے پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ایک آدمی اللہ کو پیارا ہو گیا تو دوسرا کہتا ہے کہ اللہ کو پیارا نہیں ہو گیا بلکہ فنا ہو گیا ہے کیونکہ وہ یا رسول اللہ کہتا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ شہید ہو گیا' کہتا ہے کہ اس آدمی کو تو شہید نہیں کہنا چاہیے۔ اس بات پر آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ لاہور میں دو کانفرنسیں ہوئی تھیں یا رسول اللہ کانفرنس اور محمد رسول اللہ کانفرنس تو جھگڑا ہی ہو گیا۔ اب مطلب یہ ہے کہ یہ بات یہاں تک آ گئی کہ اگر نماز میں حضور پاک ﷺ کا تصور آ جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی اور

دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ جس نماز میں حضور پاکؐ کا تصور نہ آئے وہ نماز ہی نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ ۔

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

اب یہ دونوں کے نزدیک نماز کس کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کون سا سسٹم ایسا بنایا ہے کہ آدھے لوگوں کی نماز ہوتی ہے آدھے لوگوں کی ہوتی نہیں ہے۔ تو آپ لوگ یہ بات سمجھو۔ اس لیے وضاحت کی غرض سے لوگ پیروں کے پاس جاتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو پھر یہ غلطی کرتے ہیں کہ پھر پیر صاحب سے بحث کرتے ہیں اور اُس کو شریعت سکھاتے ہیں۔ تو اُستاد کو جو گُر سکھائے وہ جھوٹا شاگرد ہے۔ تو آپ بات کو سمجھ گیے؟ کہ اُستاد جو گُر سکھائے آپ وہ کرتے جاؤ! That's all ۔ تو وہ آپ کو بہتر راستہ بتائے گا۔ یہ الگ سوال ہے کہ آپ مرید ہیں کہ نہیں ہیں، بیشک مرید نہ بنیں لیکن سکون سے چلتے تو جائیں۔ اس لیے آسان بات اور میری نصیحت یہ ہے کہ اسلام پر بحث نہ کرو، جو آدمی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اُسے مسلمان سمجھو، بس آپ اپنے آپ کو اسلام کی راہ پر چلاؤ، اسلام علم کا نام نہیں ہے بلکہ عمل کا نام ہے اور آپ عمل کرتے جاؤ، آپ کو سکون آجائے گا۔ اور پھر میلہ ختم ہو جائے گا۔ تو آج کی بات کل نہیں رہے گی کیونکہ کل آپ نے فنا ہو جانا ہے، آپ نے چلے جانا ہے اور آپ نے قبرستان بن جانا ہے، ایک دن آپ سارے کے سارے قبرستان بن جاؤ گے، پھر کھیل ختم ہو جائے گا۔ پھر بحث ختم ہو جائے گی کیونکہ دونوں مولوی اللہ کو پیارے ہو جائیں گے، وہ مولوی جو مناظرہ کرنے والے تھے، مباہلہ کرنے والے، مجادلہ کرنے والے، بقراطِ عالم، وہ سب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ کتنے کتنے دعوے رائیگاں ہو گئے، کیا کیا باتیں

مستقیم پر ہے اور اس پر اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کا شعبہ لگتا ہے اور پھر تُو اس کے راستے پر چل' اگر اُس کے راستے پر نہیں چلتا تو اُس کی سنگت پر چلا جا' اس نے گمراہ نہیں ہونا کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور وہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ والوں میں سے ہے۔ تو آپ بھی اُن کی انگلی پکڑ کر چلتے جائیں۔ تو صراطِ مستقیم کا مطلب یہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے خود بتایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی بات کیا ہے' اس نے کہا کہ دعا مانگا کرو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ دکھا' کس کی راہ؟ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ اُن لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ اور اگر آپ لوگ انعام یافتہ کو نہیں مانتے تو پھر تو آپ پہلے ہی گمراہ ہو گئے اور آپ اسلام میں داخل ہی نہ ہوں تو اچھا ہے۔ آپ جانتے ہی نہیں ہو کہ کوئی آدمی اصلاح یافتہ ہے یا انعام یافتہ ہے۔ آپ کسی انعام یافتہ کا نام لو' تو وہ آپ کے علم میں اور تاریخ میں ہونا چاہیے۔ صراطِ مستقیم ڈھونڈنا اس لیے مشکل ہے کہ آپ نے اپنی تاریخ کا رُخ اپنی مرضی سے بنالیا ہے۔ اب ہماری تاریخ کیوں پریشان ہوئی ہے سب لوگ مارشل لاء مارشل لاء کہتے ہیں؟ تاریخ شروع ایسے ہوئی ہے کہ ہند میں سندھ کے اندر اسلام کی آمد' ایک سترہ سال کا لڑکا' یہاں آنے والا مجاہدِ اوّل محمد بن قاسم تھا۔ شاید آپ مارشل لاء کو اس لیے پسند کرتے ہیں کہ سپہ سالاروں کو آپ پسند کرتے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی بھی ایک سپہ سالار تھا۔ اس لیے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فوج والا شعبہ ہی اچھا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمہوریت اچھی ہے' جمہوریت چیز تو بہت اچھی ہے اور اصل میں اسلام کو یہ بات چاہیے تھی لیکن کیا کریں کہ اسلام ہم سے پہلے آ گیا' اب کیا رائے دینی ہے۔ یا تو دنیا والوں کے ووٹ سے اللہ تعالیٰ حکمرانِ اعلیٰ بنتا' اُس نے تو دنیا والوں کی

پرواہ ہی نہیں کی اور پہلے خدا بن بیٹھا' تین چوتھائی دنیا اللہ تعالیٰ کو مانتی ہے۔ لیکن پھر بھی اقتدارِ اعلیٰ اُسی کے پاس ہے۔ اگر نہیں مانو گے تو وہ تو اللہ ہے وہ تو ویسے ہی آپ کو اُڑا کے رکھ دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا اللہ ہونا ووٹ کے بغیر ہے' پیغمبر کا پیغمبر ہونا ووٹ کے بغیر ہے' ایسے ایسے پیغمبر گزرے ہیں کہ ان سے گنتی کے چار پانچ آدمی مسلمان ہوئے مگر پھر بھی وہ پیغمبر ہیں' سچے ہیں۔ تو ثابت کیا ہوا کہ بندوں کی تعداد پر' مقدار پر پیغمبر کا بننا نہیں بلکہ پیغمبر اللہ کی رضا پر ہے' اِن میں صداقت ہے کیونکہ ان کا ایمان اللہ کی رضا پر ہے اور اُس کے فیصلے پر ہے۔ اس لیے جمہوریت جو ہے وہ یہاں آ کے مار کھا گئی کہ جمہوریت کی بات نہیں بلکہ صداقت کی بات ہے۔ جس طرح شہر میں جھوٹے ووٹرز ہوں تو اُس میں سچا آدمی کیسے جیت سکتا ہے' آپ ہی بتا دو۔ اگر ووٹرز جھوٹے ہوں تو جھوٹا ہی جیتے گا۔ آپ دعا یہ کرو کہ معاشرہ سچا ہو جائے اور اگر معاشرہ سچا ہو جائے تو پھر ووٹر سچا ہوگا اور پھر سچا ہی جیتے گا۔ تو جب تک ایسا نہیں ہوتا تو پھر اُس وقت تک کیا ہوگا؟ ایک بھائی اُدھر ہوگا' دوسرا اِدھر ہوگا اور اِسی طرح سب کرتے جائیں گے۔ آپ لوگ پریشان ہی رہو گے۔ تو آپ لوگ دعا کریں کہ کوئی اللہ کا بندہ آ جائے اور اللہ کے بندے پھر اللہ کے بندے ہوتے ہیں' واقعات ہی اور ہو جاتے ہیں اور ایسا ہو سکتا ہے۔ تو صراطِ مستقیم کیا ہے؟ کہ مسافرراہِ ہدایت کے ساتھ چلنا' جو چل رہا ہے اُس کے ساتھ چلو اور ایسا شخص آپ کو ڈھونڈنا چاہیے اور یہ ضرور ڈھونڈنا چاہیے کہ وہ شخص وہاں ہے' تو آپ یہیں کسی کو ڈھونڈ لو اور پھر اُس کا ہاتھ پکڑ لو کہ بابا جی ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے تا کہ تمہیں خود نہ نکلنا پڑے' اور پھر اُسے دیکھنے کے بعد کتابیں نہ پڑھا کرو' جب کسی کو بزرگ مان لیا کہ یہ

اُس راہ کا مسافر ہے اگر وہ کہتا ہے کہ حج کرنے چلتے ہیں تو آپ بھی ساتھ چلو اور آپ حج کرنے چلے ہو تو پھر کتاب لے کر نہ بیٹھو۔ کسی کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، دعا دل کا نام ہے، بس آپ چل پڑو اس راہ پر چل پڑو جیسے چل سکتے ہو، تو کسی کے ساتھ چلو اور راہنما کے اشارے پر چلو۔ جس طرح راہبر کہے ویسے کرتے جاؤ۔ کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ شریعت کیا ہے؟ تو شریعت یہ ہے کہ کسی راہنما کا بتایا ہوا حکم جو تیرے کان میں اس نے کہہ دیا، وہی تیرے لیے شریعت ہے، وہ آگے جواب دہ ہے کہ اُس نے آپ سے کیا کام لینا ہے۔ اگر امیر آدمی سے ہوسِ زر واپس نہ لی جائے تو وہ جتنی نمازیں پڑھتا جائے بے کار ہیں۔ اس کا راہنما اس کے کان میں جو بات کہے گا وہ بات یہ ہوگی کہ "تو دولت کی تمنا چھوڑ دے"۔ اگر آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ فرعون نمازیں پڑھتا تھا تو پھر کیا وہ بخشا جائے گا؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ ہوسِ اقتدار چھوڑ دیں، ہوسِ زر چھوڑ دیں تو پھر یہ بات صحیح ہے۔ اس لیے صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اللہ کے انعام کے نیچے رہنے والے لوگوں کے ساتھ چلنا! اور بس پھر آپ چل پڑو۔

سوال:

ایسے کیوں ہوتا ہے کہ سارا ہفتہ ہم سوچتے رہتے ہیں کہ آپ کے پاس جائیں گے تو یہ پوچھیں گے لیکن یہاں آ کر یاد نہیں رہتا۔

جواب:

یہ تو میں خود سوچتا ہوں کہ یہ کیا ہوتا ہے اور یہ مجھے بھی نہیں پتہ۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مقرر کہتا ہے میں سوچتا رہتا ہوں کہ میں نے جا کر تقریر کرنی ہے اور وہ مجھے بھول جاتی ہے، تو جب اندر آتا ہوں تو مجھے کتاب والا رٹا ہو سارا مضمون

بھول جاتا ہے اور میں تو سارا کچھ ہی بھول جاتا ہوں' تو اس میں ایسی کوئی بات ضرور ہے اور اس کے بارے میں غور کرنا چاہیے کہ ہوتا کیا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ جو موقع پر بات ہو وہی آپ کریں۔ کیونکہ جو بات موقع پر ہو وہی بات سچی ہوتی ہے' حقیقی بات ہوتی ہے۔ باقی یہ ہے کہ لوگ صاحبان' مہربان' قدر دان' کہہ کے تقریر شروع کر دیتے ہیں' وہ بات ساری غلط ہو جاتی ہے۔ تو بات وہ ہے جو دل کی گہرائیوں سے نکلے۔ اس لیے یہ بڑی بات ہے جو میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی بات پوچھو' تو پھر کوئی آدمی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ بات پوچھو۔ آپ بات پوچھیں گے تو پھر آپ کو بات بتائیں گے۔ آپ اپنے بنائے ہوئے سوالات بھول جاتے ہیں ورنہ آپ کسی فقیر سے اگر پوچھو کہ آج دن کیا ہے تو اُسے پتہ نہیں ہوتا کہ آج دن کیا ہے' وہ سارے کا سارا علم بھول جاتا ہے' خبریں بھول جاتی ہیں اور بعض اوقات نام بھول جاتا ہے کہ کیا ہے' یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کون ہیں' ہم کون ہیں' آپ لوگ کون لوگ ہیں اور یہ قصہ کیا ہے۔ یہاں اور ہی کوئی منظر ہوتا ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ بات پوچھ لو۔ ورنہ آپ دیکھو کہ ہر آدمی کو کوئی نہ کوئی پریشانی ہوگی مثلاً آمدن تھوڑی ہوگی' خرچ زیادہ ہوگا اور یہ ہر آدمی کا مسئلہ ہے اور یہ بھی ہر آدمی کا مسئلہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو ہمارے لیے بہتر بنائے اور اُن کی طرف سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ ہر آدمی چاہے گا' اور یہ بھی ہر آدمی چاہے گا کہ ہماری تھوڑی بہت عبادت اللہ تعالیٰ بہت بڑی کر کے منظور فرمائے' ہماری کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف فرمادے' تو یہ بھی ہر آدمی چاہے گا' یہ زندگی آسانی سے گذر جائے اس میں کوئی تکلیف نہ ہو اور آنے والی زندگی بھی ہمارے لیے بہتر ہو یہ بھی ہر آدمی چاہے گا' چھوٹے ہماری عزت کریں بڑے ہم

سے پیار کریں یہ ہر آدمی چاہے گا' محلے میں ہماری عزت ہو اور بیرونی دنیا میں ہمارا چرچا ہو اور صحت ٹھیک رہے' کچھ پیسے ہمارے پاس خرچ کے لیے ہوں اور کچھ پیسے مشکل وقت کے لیے جمع ہوں' پھر ہر آدمی یہی چاہے گا' اور انسان مزید تو کچھ چاہتا نہیں ہے۔ یہ رشتے دار ہیں' اُن میں ہماری جائے قرار ہونی چاہیے' زمین منتقل ہو جائے اور زمینیں منتقل کرتے کرتے بندہ آپ انتقال کر جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں آپ چاہتے ہیں اور اصل میں بات کچھ بھی نہیں ہے۔ اس زندگی میں انسان نہ کچھ کھوتا ہے اور نہ کچھ پاتا ہے وہ تو صرف آتا ہے اور جاتا ہے' That's all!۔ انسان ایک سانس کی طرح آیا اور پھر چلا گیا۔ اگر یہاں رہنا ہو تو پھر تو کوئی حل سوچا جائے۔ کہتا ہے کہ مکان بنا رہے ہیں' کہتا ہے کہ ''اچھا مبارک ہو' بہت اچھا بنانا اور اتنا اچھا بنانا کہ چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو' اب آپ ہی بتائیں کہ وہ مکان کتنا اچھا ہو گا جسے چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو کیونکہ آپ نے تو رہنا نہیں ہے اور مکان نے رہنا ہے۔ تو آپ کیا مکان بنائیں گے اور کیا نہیں بنائیں گے' مکان کا یہ کہتے ہو کہ اولاد کے لیے بنا رہے ہیں' اُن کے لیے نہیں بنا رہے ہو' اپنے سماج کے لیے بنا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ اولاد کا بھی حافظ ہے' اللہ تعالیٰ ان کے لیے انتظام کرے گا اور یہ ہے ہر انسان کا مسئلہ اور یہ ہر آدمی کا پرابلم ہوتا ہے لیکن جب آپ ان مسائل سے باہر نکلتے ہیں اور کسی خیال میں جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو خود ہی سوال بتاتا ہے اور ادھر سے خود ہی جواب بتاتا ہے۔ تو آپ غور کیا کریں کہ سوال کیا ہے' سوال دریافت کریں......اب یہاں بیٹھے ہوئے لوگ سوال دریافت کریں کہ ان کا سوال کیا ہے......

سوال:

ہم مکان تو اپنی اولاد کے لیے بنا رہے ہیں......

جواب:

آپ کی بات بجا ہے لیکن اُس آدمی کا یہ بیان سچا ہوگا جس نے اپنی اولاد کو بے جا ہلاکت سے بچانے کا علم دیا ہو' مثلاً میں آپ کو مکان بھی بنا کے دے رہا ہوں اور آپ کو میں نے وہ علم بھی دے دیا ہے جو تمہاری فلاح کا تھا۔ مگر آپ فلاح کا علم تو اپنی اولاد کو دیتے نہیں' آپ اُسے نیکی کا علم نہیں دیتے' آپ اُسے برائی سے نہیں بچاتے' آپ اُسے اسلام کا علم نہیں سمجھاتے ہو بلکہ آپ اُسے انگریزی طرزِ حیات کی طرف لے جاتے ہو اور پھر آپ اُسے مکان بنا کے دیتے ہو اور ساتھ ہی اُسے دولت دے کر جاؤ گے تاکہ وہ برائی میں اور طاقت ور ہو جائے۔ تو جس آدمی نے بچوں کو دین کا علم نہیں دیا وہ اولاد کو کیا آسرا دے کر جائے گا' اصل میں جو اُن کو دینے والی چیز ہے وہ بزرگوں نے بتائی ہے' وہ یہ کہ آپ پہلے اُن کو دین کی تعلیم دو بلکہ دین دو اور پھر آپ مکان لے دو۔ اگر اولاد کے پاس شعور آ جائے گا تو کئی مکان اُن کے پاس بھی آ جائیں گے۔ تو آپ اُس اولاد کو گمراہی سے بچنے کے لیے علم اور توفیق دونوں دے کر جاؤ۔ خالی باغ لگانا مدعا نہیں ہے کیونکہ باغ بُرے آدمی کے لیے بُری چیز ہوتا ہے اور اچھے آدمی کے لیے اچھی چیز ہوتا ہے۔ دولت ایک قوت ہے جیسے کہ ایک پستول ہے' یہ اگر بُرے آدمی کے ہاتھ میں ہے تو جُرم پیدا ہوگا اور نیک آدمی کے ہاتھ میں پستول ہے تو وہ دشمن کو مارے گا' کافر کو مارے گا۔ تو اس لیے قوت کس کو دے کر جاؤ' اُس کو جس کو پہلے آپ نے شیطان سے بچنے کا علم بتایا ہو۔ تو آپ لوگ اپنی اولادوں کو یہ علم

سکھاؤ اور اولاد کو وہ علم دے جایا کرو۔ اصل میں آپ لوگوں کو بہت زیادہ مسئلہ ہے کیونکہ کامیاب دنیاوی زندگی اور کامیاب دینی زندگی میں بڑا فرق آ گیا ہے اور وہ فرق آپ کو پریشان کر رہا ہے کہ دین اِدھر کو جاتا ہے اور دنیا اُدھر کو جا رہی ہے۔ اگر آپ بچے کو دارالعلوم سے پڑھاؤ یا کسی اور دینی درس گاہ سے پڑھاؤ تو بچہ ساری عمر کے لیے بیکار ہو جائے گا۔ آپس میں بیٹھے ہیں' یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر بچہ حافظِ قرآن ہو تو اُسے کون سی نوکری ملتی ہے' حالانکہ اُس نے فقہ بھی پڑھی ہوئی ہے اور اس نے دورۂ حدیث بھی کیا ہوا ہے اور یہ مستند دارالعلوم سے پڑھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں اس کو نوکری دو تو وہ کہتے ہیں کہ اس کو مسجد دے دیکتے ہیں' ہمارے علاقے میں ایک کالونی بن رہی ہے اور اُس میں ایک مسجد بن رہی ہے اور وہ مسجد اس کو دے دیں گے۔ اور جن کا بچہ ایچی سن کالج کا پڑھا ہوا ہے' غیر دینی ذہن بھی رکھتا ہے تو کہتے ہیں کہ اسے ہم ڈی سی بنا دیں گے۔ تو وہ لوگ حکمران بنیں گے جو غیر دینی طرزِ حیات پر چل رہے ہیں' کافرانہ علوم پر چل رہے ہیں اور وہ جو دینی علوم کی طرف چلے گئے' ان کو مسجد مل جائے گی۔ تو یہاں آ کر فرق پڑ گیا۔ اس لیے آپ لوگ یہ دعا کرو کہ واحد طرزِ حیات آئے' وہ طرزِ حیات کیونکہ ابھی آ نہیں رہی اس لیے آپ ذرا کمزوری میں ہیں۔ جو ہمارے لیے واحد طرزِ حیات ہے یعنی حضور پاک ﷺ کی جو طرزِ حیاتِ پاک ہے' اُن کی حیاتِ طیبہ' کہ مبارک زندگی بسر ہونی چاہیے' اور یہ تب ہو سکتا ہے جب ہماری طرزِ حیات بھی ویسے ہو' جب ساری طرف سے حیات اُسی طرف سے آ رہی ہو تو پھر آپ کو آسانی ہو جائے گی' وہ وقت ابھی آیا نہیں ہے' آپ لوگ دعا کرو کہ وہ وقت آ جائے۔

سوال:

اچھے وقت کے لیے دعا ہی ہوگی یا کچھ اور ہی کرنا پڑے گا؟

جواب:

آپ کوشش نہ کرو مہربانی کرو۔ آپ اس طرح کرو کہ جس طرح ایک اُستاد کرتا تھا کہ اُس نے بچوں کو Spellings ہجے دیے کہ یاد کرو۔ ایک بچے نے کہا کہ میں نے یاد نہیں کیا کیونکہ مجھے ٹائم نہیں ملا' تو استاد نے کہا کہ کاپی میں جو لکھا ہوا ہے وہ دکھاؤ' تو اُس بچے نے سارے ہجے غلط لکھے ہوئے تھے۔ اُستاد نے کہا کہ اچھا کیا تم نے یاد نہیں کیا...... تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی کوشش کا تو یہ نتیجہ نکلا ہے کہ آپ یہاں تک پہنچ گئے ہیں' اب خدا کے لیے کوشش بند کردو۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ جو دین کی تشریح کرتے رہے ہیں اُسی سے غلطی پیدا ہوئی ہے۔ اب آپ لوگ مہربانی کریں اور اللہ کے دین کو خود ہی چلنے دیں' آپ بس اللہ کے بندوں کی خدمت کرتے جائیں اور آپ اپنے آپ کو لوگوں کے لیے بے ضرر کردیں یعنی لوگوں کے لیے نقصان دہ نہ بنیں اور اگر ہو سکتا ہے تو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے جائیں۔ بس یہی دین کافی ہے۔ خدا کے لیے آپ تبلیغ نہ کرنا۔ یہ کوشش جو تبلیغ کی ہے آپ اس کو بند کردو تو پھر اسلام خود بخود ہی چلتا جائے گا۔ اللہ خود ہی کہتا ہے کہ ہم اس کے محافظ ہیں' ہم خود ہی سب کر لیں گے۔ آپ بس مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اسلام اپنا محافظ خود آپ ہے' آپ نے اسلام کو نہیں بچانا ہے بلکہ اسلام نے آپ کو بچانا ہے۔ بس آپ یہ بات یاد رکھنا! آپ لوگوں کی طرف اچھے وقت کو لانے کی کوشش کرنے سے ہی تو یہ بُرا وقت آیا ہے۔ ہوا یہ ہے کہ آپ نے سب کو کہہ دیا ہے کہ سب

کوشش کرو' ایک جماعت ''الف'' کچھ اور کوشش کر رہی ہے ''ب'' اور کوشش کر رہی ہے' تیسری جماعت کچھ اور کوشش کر رہی ہے اور یہ ساری اسلامی جماعتیں ہیں۔ آپ لوگ بتاؤ کہ کیا یہاں پر کوئی کافرانہ جماعت ہے بلکہ ہم یہاں تک کہتے ہیں کہ کیا یہاں پر کوئی لارڈ کرشنا کی جماعت ہے' گرونانک کی جماعت ہے۔ نہیں! تو کافروں کی کوئی جماعت ہمارے پاس نہیں ہے' نہ سکھوں کی جماعت ہے اور نہ ہندوؤں کی جماعت ہے۔ ہمارے پاس کون سی جماعت ہے حدیث شریف والوں کی جماعت ہے اہلِ حدیث' اہلِ قرآن کی جماعت ہے' یہ اہلِ باطن کی ایک جماعت ہے' یہ اہلِ ظاہر کی ایک جماعت ہے' ایک جماعت اسلامی ہے اور ایک جمعیت العلمائے پاکستان' ایک جمعیت العلمائے اسلام...... ایک جمعیت التفریق بھی ہے جو مسلمانوں کو تفرقے میں ڈالتی ہے ۔ ملتِ وحدتِ اسلامیہ کی جماعت ہی کوئی نہیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی ایسی جماعتیں ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے' ایک اور جماعت محافظِ پاکستان ہے' ایک جماعت تحفظِ پاکستان ہے' ایک حفاظتِ پاکستان ہے' اور انہی لوگوں نے پاکستان کو غیر محفوظ کیا ہے۔ اللہ کرے کہ ساری سیاسی جماعتیں ختم ہو جائیں اور ایک مسلمان جماعت رہے' اور سچ بولنے کی عادت پڑ جائے' یہ اچھی جماعت ہو گی۔ بے ایمانی اندر سے نکال دو یہ اچھی بات ہے۔ مدعا یہ ہے کہ یہ سچ ہے کہ آپ اچھے لوگ ہو اور یہ بھی سچ ہے کہ آپ کے علاوہ بھی سچے لوگ ہیں مثلاً اگر کوئی مسلم لیگ میں ہے تو اُسے ایک بات ضرور سوچنی چاہیے کہ عین ممکن ہے کہ پیپلز پارٹی میں بھی کوئی نیک لوگ ہوں اور ایسا ہو سکتا ہے' وہاں بھی کچھ تہجد گزار لوگ نکل آئیں گے۔ کہتے ہیں کہ جی یہ وہاں کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ اس لیے ہے

کیونکہ آپ کا مزاج نہیں مانتا۔ اس لیے وہ جماعت ہونی چاہیے خیر اور شر کی، کہ خیر والے لوگ ایک جماعت میں ہوں اور شر والے لوگ دوسری جماعت ہوں۔ پھر مسئلہ ٹھیک ہو جائے گا۔

آخر میں سب کے لیے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اور اس ملک پر مہربانی فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

٥

﴿۵﴾

لوگوں کے پاس ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں مگر روحانی طور پر وہ بہت کمی محسوس کرتے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟

سوال:

لوگوں کے پاس ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں مگر روحانی طور وہ بہت کمی محسوس کرتے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب:

سوال دراصل یہ ہے کہ جب ہر چیز حاصل ہو جائے' ہر ارادہ پورا ہو جائے' ہر خواہش پوری ہو جائے' اور دنیاوی کمی بھی نہ رہے' تو اُس کے باوجود انسان کیوں Disturbed ہے' پریشان ہے یا یوں کہو کہ Spiritual Wilderness کیوں ہے' روحانی طور پر خلا کیوں پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کے لیے مختصر جواب تو یہ ہے کہ ہر انسان' ہر دوسرے انسان کے لیے ہمیشہ دعا کرے ؂

اک جیسے آنسو ہیں سب کی آنکھوں میں
ہر انسان کا ہر انسان سے رشتہ ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑا پابند کر رکھا ہے۔ پیدائش کا ایک مقررہ وقت ہے اور موت کا وقت بھی مقرر ہے۔ خوشی اُسی انسان کا مقدر اور غم بھی اُسی انسان کا مقدر ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ بڑا محفوظ بیٹھا ہوا ہے' صحت کے لحاظ سے' پیسے کے لحاظ سے' خواہش کے لحاظ سے اور وہ تمام دنیا سے بالکل الگ تھلگ محفوظ ہے۔ اب اُس آدمی کو تو محفوظ رہنا چاہیے مگر خدانخواستہ خبر آ جائے کہ اُس کا کوئی اور دوست کسی اور جگہ ہمیشہ کے لیے غیر محفوظ ہو گیا ہے' اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ہو گیا ہے۔ اب غم جو ہے وہ اُس کے دروازے توڑ کے آ گیا۔ وہ جو محفوظ انسان تھا' اُس کا دروزاہ کس نے توڑ دیا؟ کسی اور غیر محفوظ دوست نے۔ اس طرح غم اُس کے گھر آ گیا اور پریشانی آ گئی۔ تو مطلب یہ ہے ایسی حالت سے بچنے کے لیے یا تو انسان سب سے غیر متعلق ہو جائے مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ پھر تو غم ایک رہ جائے گا اور وہ ہوگا اپنی موت کا۔ اصل میں اپنا غم جو ہے' یہ اپنا غم نہیں ہوتا بلکہ اپنا صدمہ جو ہے کسی اور کا حادثہ ہوتا ہے' تو اہم بات' Important بات یہ ہے۔ لہٰذا اپنا تو حادثہ کوئی نہیں ہے' کیونکہ جب تک ہم ہیں موت نہیں آ سکتی اور جب موت آ گئی ہم نہیں ہوں گے۔ پھر صدمہ کس بات کا۔ صدمہ تو اس بات کا ہوتا ہے کہ ہم رہ گئے اور وہ چلے گئے۔ تو جانے والا غم دے جاتا ہے اور جانے والے آپ کے علاوہ ہوتے ہیں۔ اس لیے انسان جو ہے کبھی محفوظ نہیں ہو سکتا۔ یہ پکی بات ہے۔ آپ محفوظ ہو سکتے ہیں لیکن آپ کے دوست' عزیز غیر محفوظ ہو جائیں گے اور چلتے چلتے کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ حادثہ ہو جائے گا اور جو آرام سے تھے' غمگین ہو گئے' اُداس ہو گئے۔ اگر آپ کی صحت قائم رہے تو یہ قائم رہنے کے باوجود غم آ گیا۔ ہر انسان چلتا چلتا جوان ہوتا گیا' جوان ہوتا گیا مگر اُس نے نوٹ نہیں کیا کہ ماں باپ بوڑھے ہو رہے ہیں۔ اور وہ اللہ سب کا مالک ہے' آخر ماں باپ کو رخصت ہونا پڑ گیا۔ اب وہ سایہ اُس کے سر سے اٹھ گیا' ماں' باپ کا صدمہ اُس کو دیکھنا پڑ گیا۔ اور یوں اندر سے انسان کھوکھلا ہو گیا۔ تو یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ہر شے محفوظ ہو گئی ہے' یہ ایسے نہیں ہے بلکہ زندگی Open to all hazards of Life آپ زندگی کے تمام خطرات کے رُوبرُو آ گئے اور خطرات کے رُوبرُو آنا پھر ایک حادثہ ہے' ایک الگ حادثہ ہے۔ کہتے ہیں He who lives many lives,

dies many deaths یعنی جو شخص بہت سی زندگیاں گزار رہا ہے وہ بہت سی اموات سے دوچار ہوگا۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ صبح میں اور ہوں اور شام کو میں اور ہوں' بلکہ میں قابلِ غور ہوں' اور پتہ نہیں میں کیا کچھ ہوں۔ وہ آدمی جتنی زندگیاں گزارے گا اُتنی ہی اموات سے گزرے گا۔ تو ایک دن میں دس زندگیاں گزارنے والا' ایک دن میں دس مرتبہ مرے گا' زندگی کو پھیلائیں گے تو غم بھی پھیلتا جائے گا۔ آپ زندگی کو جتنا حاصل کرتے جائیں گے اُتنی ہی جواب دہی بڑھ جائے گی۔ جواب دہی کا بڑھنا جو ہے یہ غم کا انتظار ہے اور اس طرح آپ جواب دہ ہوتے جائیں گے۔ اور پھر کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ نقصان ہو جائے گا۔ انسان کے لیے ایک اور بھی بات ہے' کہ انسان بنانے والے نے ایک بڑا پکا حکم دے دیا ہے کہ خبردار! نہیں آئے گا' نہیں ملے گا سکون' قلب کو' مگر میرے ذکر سے۔ اب جو تنہا رہنے والی بات تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھی کہ وہ تنہا 'مخفی' گنجینہ' خزینہ' اپنی ذات میں یکتا تھا۔ اب اُس کے بعد پھر انسان آیا' انسان تنہا رہ نہیں سکتا' اور یہ صدمات سے بچ نہیں سکتا اور جب تک اللہ کو یاد نہ کرے گا' اس کو چین نہیں آسکے گا۔ تو دولت جو ہے یہ چین نہیں دیتی۔ دولت کا تماشا عجیب ہے' خرچ کرو تو اس کی افادیت ہے' اگر خرچ نہ کرو تو اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر دولت پڑی ہوتی ہے بینک میں۔ صرف نام تمہارا ہوتا ہے' اور تو کوئی بات نہیں' تو جو چیز افادیت نہیں دے سکتی وہ پھر تمہارے کس کام کی۔ اس طرح وہ بھی پریشان ہوگیا اور تم بھی پریشان ہوگئے۔ اگر گاڑی چل رہی ہے تب تک تو تمہاری ہے اور گاڑی بند ہو جائے' شام کا وقت ہو' تیل ہی بند ہو گیا تو اب گاڑی تمہاری بیکار ہوگئی۔ تو اس لیے زیادہ حاصل کرنے والا انسان زیادہ محرومیوں کا

شکار ہوتا ہے۔ دولت میں جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی دولت کی ہوس بڑھتی ہے۔ یہ بندہ بھی میں نے دیکھا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ کا دیا سب کچھ ہے' آج تو میں دکان بند کرنے لگا ہوں۔ کیوں بند کرنے لگے ہو؟ کہتا ہے دس روپے مل گئے میری شام گزر جائے گی' یہ کافی ہے۔ تو انہوں نے دکان اپنی بڑھا دی۔ اور دوسرا روتا ہے کہ آج جو ہے اچھا بھلا نفع ہو سکتا تھا مگر نفع نہیں ہوا' ڈیڑھ دو ہزار روپے کا Loss ہو گیا' نقصان ہو گیا۔ کیسا نقصان؟ نفع نہ ملنا نقصان ہے' Loss ہے۔ تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس صورتِ حال سے بچنے کا نسخہ میں آپ کو بتاتا ہوں' آپ کسی ایک انسان کے ساتھ وابستگی اور محبت پیدا کر لو' پھر موت کا ڈر اور پریشانی کا ڈر ختم ہو جائے گا۔ زندگی کے ساتھ وابستگی دراصل زندہ کے ساتھ وابستگی ہے۔ بلکہ میں آپ کو یہ کہوں گا کہ خدا کے ساتھ وابستگی جو ہے جو خدا کی دی ہوئی زندگی کے ساتھ وابستگی ہے اور زندگی سے وابستگی کسی زندہ کے ساتھ وابستگی ہے۔ جب تک آپ وابستہ ہیں آپ خوف سے مبرّا ہیں' یہ پکی بات یاد رکھنا! جب تک آپ وابستہ ہیں آپ خوف سے آزاد ہیں۔ خوف اُس وقت آئے گا جب تم اپنی ذات میں آؤ گے۔ اگر آپ کسی اور کی ذات میں گم ہیں تو موت آتی رہے' جاتی رہے' آپ کو پرواہ نہیں ہو گی۔ ایسا شخص پوچھتا ہے کہ آپ کا نام کیا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرا نام تو عزرائیل ہے اور تیرا کیا نام ہے؟ کہتا ہے میرا نام محبوب ہے۔ اُس شخص کو موت کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ موت اپنے محبوب کی یاد میں جینا اور اس کی یاد میں مرنا ہے۔ پھر غم کس بات کا' یہاں ہیں تو بیٹوں کے ساتھ' وہاں ہوں گے تو ماں باپ کے پاس۔ پھر ڈر ہے کوئی؟ کوئی ڈر نہیں۔ تو روحانی وابستگی دراصل انسان کے ساتھ وابستگی ہے۔ آپ گنتی کی دو چار باتیں اور یہ فارمولا یاد کر لینا کہ

یہاں آنا ہے' اور پھر چلے جانا ہے' اور زندگی کے اندر آپ نے کچھ کام کرنے ہیں' کسی انسان کا دل پریشان نہ کرنا' کسی انسان سے محبت کرنا' عقیدت رکھنا' خالق کا احترام کرنا اور بندگی کی حد میں داخل ہو جانا۔ جب بندگی میں داخل ہو گئے تو Life Eternal ہو جائے گی' زندگی لازوال ہو جائے گی۔ پھر آپ جاگنے والوں میں داخل ہو جائیں گے' شب بیداری والوں میں سے ہوں گے' پھر Life Eternal ہو جائے گی' ایسی زندگی کو کوئی زوال نہیں ہوتا۔ موت اُن لوگوں کو ڈرا نہیں سکتی جو لوگ آدھی رات کو جاگتے ہیں ۔

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب

تو ایک بات تو آپ یہ کریں کہ پیسے کو افادیت میں لائیں' دوستوں کا احترام کریں' جب تک منظر دیکھ رہے ہیں اپنی آنکھوں کا شکر ادا کریں' جب تک آپ اس کائنات مین ہیں اللہ کا شکر ادا کریں۔ تو پہلا کام ہے شکر ادا کرنا۔ پھر اپنی دوسری یادوں کی دنیا میں آپ رہیں اور اپنی یادیں آپ خود آباد کریں۔ جب آپ کے اندر پیسہ پرستی آ گئی تو پھر خوف پیدا ہو گا۔ خوف لالچ سے ہوتا ہے' لوبھ' لالچ نہ ہو تو خوف نہیں ہوتا۔ آپ لوبھ کو نکال دو تو خوف نکل جائے گا۔ تو یہ جو پیسہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک سزا میں رکھا ہوا ہے کہ آپ یہ دیکھو کہ What ultimately you arrive at آپ یہاں تک پہنچ گئے کہ اب پیسہ ہے مگر یہ جاندار نہیں ہے۔ بے جان چیز ہاتھ میں ہے' اور جان بنانے والے پیچھے رہ گئے' جاندار آپ کے ہاتھ سے نکل گئے اور بے جان پیسے تیرے پاس اکٹھے ہو گئے۔ کہتا ہے اب یہ پیسے کھاؤ مگر اس کو کھا نہیں سکتے' اب تمہارے کھانے کی عمر تھوڑی

ہے' یہاں رہنے کی عمر تھوڑی ہے' احساس کی عمر تھوڑی ہے بلکہ ہر شے تھوڑی ہے۔ یعنی اب انسان کی عمر زیادہ ہے' احساس کی عمر کم ہے اور یادوں کی عمر کم ہے۔ علم کا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ علم کیا ہے؟ یادداشت! اگر قوتِ حافظہ ختم ہو جائے تو علم ختم ہو جاتا ہے۔ اب آپ کہتے ہیں کہ وہ کیا نام تھا' وہ کیا تھا...... آپ کو پتہ ہی نہیں کہ وہ کیا تھا۔ اب آپ ہر شے بھول گئے ہیں۔ تو یادداشت جو ہے یہ عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل جو ہے وہ یہی ہے کہ آپ اُسے یاد کرتے جاؤ۔ یاد کا زمانہ ہوتا ہے' محبت کا دور ہوتا ہے اور احساس کے اپنے زمانے ہوتے ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ آپ بے حس ہو جائیں گے۔ مثلاً آج خبر پڑھی ہے کہ وہاں پچیس بندے مر گئے ہیں' کہتا ہے ٹھیک ہے کل چالیس مر گئے تھے' بس حادثے ہی حادثے ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ کوئی احساس نہیں ہو رہا۔ تو انسان نے محسوس کرنا اس لیے چھوڑ دیا کیونکہ اُسے اُن چیزوں سے محبت ہو گئی جن میں احساس نہیں ہے۔ محسوس کرنا اس لیے چھوڑا ہے کہ اس کی محبت اب اُن چیزوں سے ہو گئی ہے جن چیزوں میں احساس نہیں ہے' جان نہیں ہے۔ اس کا خلاصہ کیا ہے؟ اگر جاندار سے محبت کرو گے تو جان میں رہو گے اور بے جان سے محبت کرو گے تو بے جان ہو جاؤ گے' فانی سے محبت کرو گے تو فنا ہو جاؤ گے اور باقی سے محبت کرو گے تو بقا والے ہو جاؤ گے۔ اب آپ اپنے محبوب کو تلاش کریں اور اگر محبوب باقی رہنے والا ہے تو آپ باقی رہ جائیں گے۔ تو جس کی یاد ہمیشہ ہے اُس کو یاد کرنے والا بھی ہمیشہ ہوگا۔ تو وہ ایک ذات ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' جو Eternal ہے' لازوال ہے' آپ اُس کو یاد کرتے جاؤ' اس سے محبت کرتے جاؤ تو پھر دنیا کا سارا خوف ختم ہو جائے گا۔ تو یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ اس کو کہتے

ہیں کہ یہ عافیت کا زمانہ ہے' اس میں عافیت ہے۔ اس میں خطرہ نہیں ہے' اور معتوب زمانے وہ ہوتے ہیں جب آپ کے ہاں پیسہ ہو اور سکون نہ ہو۔ جب آپ کے پاس مال کی فراوانی ہو' یہ ہم Affluence کی بات کر رہے ہیں' Affluence ہو اور سکون نہ ہو۔ Affluence 'فراوانی' مال جو ہے یہ بیرونی Affluence نہیں ہوتی بلکہ Affluence یہ ہوتی ہے کہ ذہن رسا ہو' خیال بلند ہو' نگاہ بلند ہو' دلنوازی ہو' اللہ تعالیٰ کا قرب ہو' زندگی کو جاننا آتا ہو' اور زندگی میں حاصل کرنے کا پتہ ہو کہ آپ کیا حاصل کر رہے ہیں اور ایثار کا پتہ ہو' ایثار کا معنیٰ قربانی' تو قربانی کا پتہ ہو کہ کیا دینا ہے۔ بس جس نے قربانی کو سیکھ لیا وہ آدمی سکون پا گیا' اس کو پتہ ہوتا ہے کہ بس دینا ہے۔ آپ جو کچھ حاصل کر رہے ہیں اس سے پہلے کہ ہر چیز چھن جائے' آپ اُسے چھوڑ دیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ ہر چیز چھن جاتی ہے۔ لوگ بڑے ظالم ہوتے ہیں' کہتے ہیں یہ مر گیا' اب یہ بھی نکالو' انگوٹھی بھی اتار لو' کہتے ہیں اب یہ میت ہو گیا یعنی نام بھی چھین لیا' اللہ تعالیٰ نے کہا جب جنازہ پڑھتے ہو تو یہ نہ کہنا کہ یا اللہ اس مسٹر So and so کو بخش دے بلکہ جنازہ میں اس شخص کا نام میت ہوتا ہے' تو نام بھی گیا۔ اور آگے پتہ نہیں کون سی دنیا میں جانا ہے۔ اس لیے آپ ذرا اس بات کا خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ لوگ پریشان ہیں کیونکہ یہ سوچتے نہیں ہیں۔ تھوڑا سا پچھلے دور کو یاد کرو کہ تم سے پہلے بھی کئی لوگ یہاں سے گزرے' یہاں سے بہت لوگ گزرے' تم سے پہلے بھی یہ آشیانہ آباد ہوا' دنیا سو بار آباد ہوئی' سو بار برباد ہوئی' اور ایسا دور آتا رہا۔ کبھی آپ کو نگاہ مل جائے اور آپ کے سامنے سب کچھ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ یہ زمین جس کے اوپر آپ بیٹھے ہوئے ہیں یہ انسانی ہڈیوں

کے ڈھانچوں سے بھری پڑی ہے۔ تو بڑی بڑی دنیا آئی اور چلی گئی' ظلِ سبحانی' اور آنجہانی سارے آئے اور چلے گئے' ......بس یہاں کوئی شے نہیں رہے گی۔ ہر شے فانی ہے اور آگے چلتی جا رہی ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ تو باقی رہنے والی ذات تیرے رب کا چہرہ ہے' جو مالک ہے' وہ رہ جائے گا۔ ثبوت؟ آپ آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کا نام اور اللہ کے حبیبؐ کا نام آج بھی ہر اذان میں بلند ہے' اور بلند ہوتا جا رہا ہے اور یہ ہمیشہ چلتا جائے گا' ہمیشہ ہی رہے گا۔ آپ خانقاہوں کو دیکھو' ہمیشہ رہتی چلی جائیں گی۔ تو جو ان سے وابستہ ہیں' وہ نام بھی ہمیشہ چلتے جائیں گے۔ اگر آپ Eternal کو' لافانی کو صبح شام یاد رکھو تو تم ہمیشہ رہ جاؤ گے۔ روحانی تشنگی جو آپ میں ہے' یہ اس لیے ہے کہ آپ محبت سے محروم ہیں۔ تو جو شخص محبت سے محروم ہو گیا' وہ شخص روحانی تشنگی میں مبتلا ہو گیا اور محبت جو ہے اس کے بارے میں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں' آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی زندگی میں حاصل زیادہ ہے یا قربانی زیادہ ہے؟ جس کا جواب یہ ہے کہ حاصل زیادہ ہے تو وہ محروم ہو گیا' پریشان ہو گیا۔ یا یوں سمجھیں کہ یہ دنیا ہے' آپ اس میں داخل ہوئے ہیں' اب آپ اس میں سے اپنے لیے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں یا دنیا کو اپنے حصے میں سے کچھ دینا چاہتے ہیں۔ اس دنیا کو شاعر نے شعر دیا' گانے والوں نے گانا دیا' محبت والوں نے محبت دی' گل کاریاں کرنے والوں نے گل کاریاں کیں۔ تو سب نے Contribute کیا' کچھ نہ کچھ دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا سے صرف حاصل کرو اور اپنا سودا بیچو۔ یہ بات غلط ہے۔ اس لیے اُن کا سکون برباد ہوا۔ تو آپ لوگ صرف ایک چیز سے محبت شروع کر دو یعنی ایک انسان سے محبت کرنا

شروع کر دیں' خلوص کے ساتھ' Sincerity کے ساتھ' بس پھر آپ کے اوپر سے سب پریشانیاں دور ہو جائیں گی' تو کسی کی یاد جو ہے یہ آج کی دنیا کی روحانی تشنگی کا علاج ہے مگر آپ لوگوں نے تو یادوں کا ڈیپارٹمنٹ ہی خالی کر دیا ہے اور آپ ملتے ہیں نقلی چہروں کے ساتھ' ''السلام علیکم آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے'' وہی بات آپ سے دوسروں نے بھی کہہ دی اور پھر آپ نے دوسروں سے کہہ دی۔ بس ایک رواج بنا لیا ہے۔ آپ رسمی' رواجی محبت سے باز آ جاؤ اور اصلی محبت شروع کر دو' اور اللہ تعالیٰ کی عبادت' سچے اللہ کی سچے دل سے عبادت شروع کر دو۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ اگر آپ کا ایک سجدہ صداقت کے ساتھ ہو جائے تو آپ کی زندگی دس مرتبہ فلاح پا جائے گی۔ ایک بار' وہ ایک سجدہ کر کے تو دیکھو جو ایک سجدہ خلوص کے ساتھ ہو۔ سجدے کا مطلب یہ ہے کہ ''میرے اللہ! میں دنیا سے اُکتا گیا' تھک گیا' اب میں تیرے دربار میں گر گیا' مجھے معافی دے دو' ایک بار آپ اُس کے ہاں جھک جاؤ تو آپ کے سارے پرابلم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائیں گے۔ یا کبھی یوں سوچو کہ جب آپ اللہ کے پاس پہنچے ہوئے ہوں تو اگر آپ کو وہاں اللہ سے کچھ تقاضے کرنے ہیں' کچھ لینے کے لیے آپ آئے ہیں اور کچھ دعا مانگنی ہے تو سمجھو کہ ابھی آپ مکمل نہیں ہیں۔ جب جلوہ ہی مل گیا تو پھر آپ نے اور کیا مانگنا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہتے ہیں کہ اللہ' اللہ' اللہ...... جب اللہ کہتا ہے کہ آ گیا ہوں' بولو کیا چاہیے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چیز چاہیے' ترقی چاہیے' پیسہ چاہیے...... یہ سارے ہی غیر اللہ ہیں۔ آپ اللہ سے اللہ ہی مانگو۔ اگر آپ اللہ سے صرف اللہ ہی مانگو تو پھر آپ آسودہ حال ہو گئے' خوش حال ہو گئے۔ تو مالک پر بھروسہ پرابلم کا علاج ہے۔ تم

کارساز تو نہیں ہو سکتے' کارساز تم اُس وقت ہوتے کہ اگر تم سے پوچھ کر تمہیں زندگی ملتی' تم سے پوچھ کر ماں باپ تمہیں ملتے' اور تم سے پوچھ کے ماں باپ جدا ہوتے۔ تم سے پوچھا نہیں گیا اور تمہیں یہاں بھیج دیا گیا' اور یہاں پر تم خود کو مالک سمجھتے ہو' سمجھ دار بنتے ہو حالانکہ ماں باپ جانے کی تیاری کر رہے ہوتے ہیں' جا رہے ہوتے ہیں اور پھر تم جب خود کو قائم سمجھتے ہو تو تمہاری تیاری شروع ہو جاتی ہے اور جو کچھ تم بناتے ہو' جو کچھ تم دانا مرد یہاں پر خزانے بناتے ہو وہ سارے اپنی نادان اولاد کے حوالے کر جاتے ہو۔ نادان تو ہوتا ہی نادان ہے' ہوئے جو بچے۔ زندگی میں ان بچوں سے خائف رہتے ہو اور انہیں کچھ نہیں دیتے حالانکہ وہی وارث ہیں آپ کے' مال کے' اور باقی واقعات کے۔ تو یہاں سے پریشانیاں ہوتی ہیں۔ آپ خود کو پریشان کر رہے ہیں۔ اس لیے لوگ جو ہیں زیادہ پریشان ہیں' مثلاً کہتے ہیں کہ میں بڑا Busy ہوں' مصروف ہوں' پتہ ہے یہ ہوتا کیا ہے؟ ضمیر کی آواز سے بچنے کا ایک طریقہ ہے۔ جب آپ تنہا بیٹھتے ہیں تو ضمیر بولتا ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ یہ کہاں سے آواز آ رہی ہے؟ یہ ضمیر ہے! تو وہ کہتا ہے کہ ضمیر کو کیسے زو کیں' کیا کریں۔ اچھا اُس جگہ سے ذرا فلم دیکھ آئیں۔ اب جہاں ضمیر کے کھٹکھٹانے کا وقت آئے وہاں آپ کچھ اور کر دیتے ہیں' ٹیلی فون کر لیتے ہیں۔ فٹافٹ پروگرام بناتے ہیں کہ چلو کہیں Hiking پر' پہاڑ پر چلو۔ یہ جو پروگرام ہے کہ زندگی کے لیے یہ کر لو وہ کر لو' Activity کر لو' ہنگامے کر لو' Hiking کر لو' یہ سارے کے سارے اپنے آپ سے بچنے کے طریقے ہیں۔ مگر ضمیر آپ کو دبوچ لے گا' کہیں نہ کہیں' کسی نہ کسی جگہ پر' کہ ٹھہر! رُک جا! اب بول! اب وہ دوسرا وقت آ گیا۔ آپ کہیں گے کون سا وقت آ گیا؟ وہ کہے گا اب

میری بات سننے کا وقت نہیں ہے بلکہ اب جانے کا وقت ہے۔ کچھ ملاح آپس میں بحری جہاز کے اوپر بیٹھے ہوئے جھگڑا کر رہے تھے' کوئی لینا دینا تھا' جُوا کھیل رہے تھے' چند Pennies ' چند پیسوں پر جھگڑا ہو رہا تھا' نیچے سے ایک ملاح آیا اور کہتا ہے تم جھگڑا کر رہے ہو اور نیچے سے جہاز غرق ہو رہا ہے کیونکہ اندر پانی آ گیا ہے۔ آپ لوگ بھی اوپر سے جھگڑا کر رہے ہوتے ہیں اور اندر سے پانی آ جاتا ہے۔ جہاز جو ہے وہ اندر سے غرق ہو جاتا ہے اور آپ جھگڑا کر رہے ہوتے ہیں' لینا دینا' یہ تیرا گھر' یہ میرا گھر اور تھوڑی دیر بعد پتہ ہے وہ کیا کہتا ہے؟ یہ تیری قبر' یہ میری قبر۔ یہ کل کائنات ہے کہ یہ تیرا گھر' یہ میرا گھر' یہ تیرا سرمایہ ہے یہ میرا سرمایہ ہے' یہ تم ہو' یہ میں ہوں' اور کچھ دیر کے بعد؟ نہ ہم ہیں نہ تم ہو۔ سب فسانہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس بات پہ سوچا کرو' ماضی دیکھو اور مستقبل دیکھو' پیغمبروں کے واقعات دیکھو' سب آئے اور تشریف لے گئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ بڑا غور کرنا چاہیے کہ پھر ہم نے کب تک رہنا ہے۔ اگر موت کی یاد نہیں رہے گی تو مالک کی پہچان نہیں رہے گی اور دولت سے محبت کا سنو' اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ ناممکن بات ہے کہ جو شخص دنیا اور دولت سے محبت کرے وہ سکون پا جائے۔ کیونکہ اُس میں سکون نہیں ہے۔ دولت میں افادیت ہے' سکون نہیں ہے۔ تو افادیت والی چیز اور ہے' سکون والی اور ہے۔ آپ سکون والے واقعات کو دیکھو' جلا پاؤ' روشنی دیکھو' تنہائی میں اپنے آپ کو دیکھو اور اپنے آپ سے کلام کیا کرو' غور کیا کرو' کہ تم کون ہو' تم کہاں سے آئے ہو' کیوں آئے ہو' کب تک رہنا ہے' کہاں جا رہے ہو' کیا کرنے کے لیے آئے تھے اور جو کر رہے ہو کیا اس کے علاوہ بھی کوئی کام ہے کہ نہیں ہے؟ اور ارد گرد دنیا کو دیکھو کہ یہ کیا ہے جو نظر آ رہا ہے؟

منظر کیا نظر آ رہا ہے؟ تو پھر آپ کو کچھ سمجھ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے سِیْـرُوْا فِی الْاَرْضِ دنیا میں سیر کرو، تو آپ سیر ضرور کرو۔ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ اور پھر دیکھو کہ جھوٹوں کی عاقبت کیا ہوئی۔ جب تم جھوٹوں کی عاقبت کو دیکھ لو گے تو تمہاری اپنی عاقبت Clear' واضح ہو جائے گی۔ اس لیے اس بات پہ ذرا غور کرنا چاہیے کہ دنیا کے اندر کیوں اتنی پریشانی ہے' انسان کیوں بھٹک رہا ہے' کیوں بھاگا جا رہا ہے' بھاگا جا رہا ہے...... ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ بم پھٹنے والا ہے' سب بھاگو! تو سب بھاگ رہے تھے۔ ایک درویش نے ایک آدمی کو پکڑ لیا اور پوچھا کہ کدھر جا رہے ہو؟ کہتا ہے بم پھٹنے والا ہے' میں اِس لیے بھاگ رہا ہوں۔ اُس درویش نے کہا بات سنو' اب ٹھہر جاؤ' بم تیرے اندر ہے' یہ بم جو ہے تیرے ساتھ چل رہا ہے' یہ باہر سے حملہ نہیں ہو رہا بلکہ حملہ اندر سے ہو رہا ہے...... جب حملہ اندر سے ہو رہا ہے تو خاموش ہو جاؤ۔ جب حملہ اندر سے ہو گا تو تیرے سانس کی دیوار اندر سے گرے گی' سانس کی ڈوری کٹ جائے گا' تیرے قواء اندر سے باغی ہو جائیں گے اور پھر ہر چیز مفلوج ہو جائے گی...... باہر سے کوئی حملہ نہیں کرتا بلکہ حملہ اندر سے ہوتا ہے۔ اسی لیے بم کدھر ہے؟ بم اندر سے پھٹے گا' دیوار اندر سے گرے گی اور تم اندر سے مر جاؤ گے۔ کسی نے پوچھا موت کی شکل کیسی ہوتی ہے؟ کہتا ہے موت کی شکل وہ ہے جو تیری شکل ہے' تُو نے ہی اس شکل میں موت بننا ہے۔ تو اس بات پہ ذرا غور کرو' پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو Affluence' فراوانیٔ مال جو ہے یہ دھوکا ہے' کھانے پینے کے علاوہ جو دولت ہے دھوکا ہے استعمال کے علاوہ جو دولت ہے دھوکا ہے۔ یہ صرف اپنے آپ کو مصروف رکھنے کا بہانہ ہے۔ اصل یہ بات ہے کہ انسان کی محبت انسان

کے ساتھ ہو' انسان' انسان کو پہچانے اور محبت کرے۔ پھر آپ کو سب بات سمجھ آ جائے گی۔ دنیا آج اس لیے پریشان ہے' دنیا جو ہے آج بھاگی جا رہی ہے' بھاگی جا رہی ہے کیونکہ آگے آگے اُس کو لوبھ بھگا رہا ہے اور پیچھے پیچھے خوف آ رہا ہے۔ تو یہ دو چیزیں آ رہی ہیں۔ لالچ اُس کے آگے ہے اور خوف پیچھے ہے۔ وہ لالچ میں بھاگتا ہے اور کہتا ہے حاصل کر لو' جیسے کوئی کٹی ہوئی پتنگ جا رہی ہے اور وہ اُس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اور پیچھے دیکھتا ہے تو خوف ہی خوف ہے' خوف ہی خوف ہے۔ اس لیے وہ بیٹھ نہیں سکتا' اپنے آپ کو Face نہیں کر سکتا' خود کا سامنا نہیں کر سکتا' آج کا انسان بے شمار Multiplicity میں مبتلا ہے' اس نے اپنی زندگی کو کثیر المقاصد بنا لیا ہے اور اس نے بے شمار خواہشیں رکھی ہوئی ہیں' کہتا ہے میں نے وہاں بھی جانا ہے اور یہاں بھی بیٹھنا ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ تھوڑی دیر کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک ہی کام کر سکتا ہے' ایک کام کہ وہ مر گیا۔ کہتا ہے وہاں بھی جانا ہے اور یہاں بھی رہنا ہے' یہ بڑا مشکل کام ہے' ہم نے سارے قاعدے اختیار کرنے ہیں۔ آخر میں کہتا ہے کہ ایک' صرف ایک کام کر سکتا ہوں۔ معمولی سی بات دیکھو کہ شادی جو ہے جہاں مرضی چاہو آپ کر سکتے ہو لیکن مجبوری یہ ہے کہ شادی صرف ایک جگہ کر سکتے ہو۔ باقی کے سارے جو ہیں وہ دھوکا ہے' اصل میں ایک ہی شادی ہو گی جو تمہارے لیے ثواب ہو گا یا عذاب ہو گا۔ تو اصل میں ایک ہی شادی ہے اور یہ ہے تمہارے پاس کل چائس۔ Choices کا نظر آنا دھوکا ہے۔ تقدیر کیا ہے؟ ایک Choice میں' ایک انتخاب میں داخل ہو جانا اور وہ آپ کا Final انتخاب ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچانو کہ تمہاری دانائی نے تمہیں خوشی نہ دی۔ تو دانائی کا پھر کیا بھروسہ کیونکہ دانائی کام نہ آئی۔

اب یہ نہ کہنا کہ ہم دانا ہیں اور دانا کہلانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس سے اگر پوچھو کہ اپنی دانائی سے آپ خوش ہو گئے ہیں تو وہ کہتا ہے خوش نہیں ہوئے۔ پھر ایسی دانائی کا کیا کرنا۔ ایک آدمی صحرا میں جا رہا تھا' کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک اونٹ کے اوپر' ایک طرف گندم کی بوری لادی اور دوسری طرف ریت لاددی اور صحرا میں جا رہا ہے گانا گاتا ہوا۔ آگے ایک دانا انسان ملا۔ اس نے کہا بھائی یہ کیا ہے؟ کہتا ہے ادھر بوری ہے گندم کی اور ادھر ریت کی۔ کہتا ہے گندم تو کام آئے گی مگر صحرا کے اندر تو ریت کیوں لے جا رہا ہے۔ اس نے کہا دونوں بوریوں سے Balance کر رہا ہوں' توازن بنا رہا ہوں۔ تو دانا آدمی کہتا ہے تُو یہ کیوں نہیں کرتا کہ گندم کو آدھا اِدھر کر لے اور آدھا اُدھر کر لے۔ یہ سن کر اونٹ والا کہتا ہے کہ آپ تو دانا ہیں' کیا خوب صورت بات ہے' یہ بات مجھے کسی نے سمجھائی ہی نہیں' یہ تو بتاؤ آپ کون ہیں' کوئی تعارف کراؤ' کہتا ہے میں بس عام انسان ہوں' ''آپ بادشاہ کے وزیر ہو؟'' ''نہیں'' ''قاضی ہو؟'' ''نہیں'' ''کوئی فلسفی یا کوئی اور مرتبہ''؟ ''کوئی مرتبہ نہیں ہے'' ''دولت مند ہو؟'' ''دولت مند بھی نہیں' میں تو روٹی کا بھی محتاج ہوں'' تو وہ بولا ''تیری دانائی سے میری نادانی اچھی'' اُس دانائی سے بہتر ہے میری یہ نادانی کہ میں گندم کی بوری لے جاؤں یا ریت کی بھی ساتھ لے جاؤں۔ میرے پاس کھانے کو تو ہے......'' تو وہ دانائی بھی کیسی جو کہ تیرے کام نہ آئی۔ حدیث شریف میں ہے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اُس علم سے جو مجھے نفع نہ دے' تمہاری دنیا کا علم جو ہے وہ تمہیں نفع نہیں دیتا اِدھر اُدھر لوگ کمپیوٹرائز کر رہے ہیں ساری کائنات کو' دوڑتے بھاگتے جا رہے ہیں' یہ سیارہ وہ سیارہ' کیا سے کیا کرتے ہیں' کہاں سے کہاں جاتے ہیں' چاند

گاڑی کو ٹھیک کر لیا...... مگر موت کو ٹھیک کر کے دکھاؤ' اولاد کو ٹھیک کر کے دکھاؤ۔ کہتا ہے یہ ٹھیک نہیں ہوتا تمہارا بچہ؟ کہتا ہے یہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ تنکے کو ٹھیک کر لو جو آنکھ میں پڑ گیا' کہتا ہے میں کیا کروں وہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ جب تمہاری اوقات اتنی ہے کہ تنکا آنکھ میں پڑ جائے تو تم علاج نہیں کر سکتے' تو ستاروں کا کیا علاج کرتے پھرتے ہو۔

پتھر پوجے' پتھری پوجے' پوجے بڑے پہاڑ
گھر کی چاکی کوئی نہ پوجے جس کا پیس کھائے سنسار

تو جن سے تیری وابستگی ہے اُن کو دیکھو' تم خوشیاں جو ہے بیرونی طور پر اختیار کرتے ہو مگر خوشی جو ہے قریب میں ہے' اندر میں ہے اور خوشی تیرا ہی نام ہے۔ بس! تو خوشی کیا ہے؟ صرف تیرا ہی نام ہے۔ تم خوش تو زمانہ خوش اور تُو مر گیا تو قیامت آ گئی۔ کسی اور قیامت کا انتظار نہ کرو۔ تو قیامت اس کو کہتے ہیں۔ اگر ایک دور بدل جائے اور دوسرا دور نہ آئے تو یہ بھی قیامت ہے۔ تو قیامت کیا ہوتی ہے؟ ایک دور بدل گیا اور دوسرا دور آیا نہیں ہے' یعنی کہ اس کے لیے زمانہ چھوڑ دیا مگر توقع پوری نہیں ہوئی ہے۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ بھی قیامت ہے۔

قیامت کس طرح آئی اسے کوئی نہیں سمجھا
شبِ تاریک رخصت ہو چکی سورج نہیں نکلا

تو آپ لوگ یہ کام کرو کہ دو بھائی آپس میں دوست بن جاؤ اور تین بندے مل کے رہنا شروع کر دو۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

تم محبت کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ رہو۔ جس دن تم نے خلوص دریافت کر لیا

اُس دن تم ہر فکر سے آزاد ہو جاؤ گے۔ جس دن تم نے کسی کو خلوص دے دیا' اُس دن تم ہر ڈر سے آزاد ہو گئے۔ تم لوگوں کے جنازے دیکھتے ہو' جس دن تم نے اپنی قبر دیکھ لی' اپنا جنازہ دیکھ لیا' پھر تم آزاد ہو گئے۔ اب تو یہ ہے کہ تم جنازے پہ جاتے ہو اور جھگڑا کر کے واپس آ جاتے ہو' جھگڑا کرتے رہتے ہو۔ مگر اپنا جنازہ بھی دیکھو اور لوگوں کا بھی دیکھو تو اُس دن آپ مکمل آزاد ہو جائیں گے۔ تو اس طرح آزاد ہونا چاہیے۔ پیسہ جو ہے رکھنا صحیح ہے لیکن اس سے محبت کرنا غلط ہے۔ آپ غور سے دیکھو کہ آپ کی محبت کے ڈیپارٹمنٹ کے اندر کون ہے' اگر وہ حقیقت ہے تو آپ آزاد ہو گئے' خدا ہے تو آپ بچ گئے اور اگر کوئی اور چیز ہے جو فالتو ہے تو آپ کی بات ختم ہو گئی۔ یہ بہت آسان بات ہے اور آپ لوگ اس پہ غور کریں' آپ لوگ یاد رکھیں کہ انسانوں کی دنیا انسانوں کے ساتھ ہے بلکہ کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں انسانوں ہی میں اللہ کا جلوہ نظر آئے گا۔ اور کوئی اللہ والا جب اللہ کا سفر کرتا ہے' اللہ کی طرف جاتا ہے تو پہنچتا پھر انسان کے پاس ہے۔ کہتا ہے میں اللہ کو تلاش کرنے جا رہا تھا تو شیخ نے کہا کہ آ جا یہاں بیٹھ جا۔ میں نے کہا میں تو اللہ کے پاس جا رہا ہوں' اللہ کو تلاش کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا بیٹھو ادھر' بتاتے ہیں آپ کو' مگر تُو اللہ کو کیوں تلاش کرتا ہے' اللہ جو کام کرتا ہے پہلے وہ تو دیکھ" کیا کام کرتا ہے"؟ "تیرے جیسے بندے پیدا کرتا ہے' اللہ کا Chief کام یہی ہے کہ وہ بندے پیدا کرتا ہے۔ اللہ کی دنیا کو دیکھ' پھر تجھے سمجھ آئے گی کہ اللہ کیا ہے"۔ تو اللہ کی محبت کس سے ہے؟ انسان سے ہے اور انسانوں میں سب سے کامل انسان کے ساتھ ہے۔ اللہ کے محبوبؐ کے ساتھ ہے۔ اللہ اپنے محبوبؐ سے محبت کرتا ہے' تم بھی اُسی محبوبؐ سے محبت کرو تو تم اللہ کے اور قریب ہو جاؤ گے۔ یعنی کہ مقرب

ہونے کے لیے اللہ کے مقرّب کے قریب ہو جاؤ۔ مقرّب بننے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اللہ کے جو مقرّب ہیں اُن کے قریب ہو جاؤ' تو آپ اللہ کے قریب ہو جاؤ گے اگر قریبوں کے قریب ہو جاؤ' جتنا اُن کے قریب ہو جاؤ گے اتنا آپ اللہ کے قریب ہو جاؤ گے۔ اور پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ سارا قصہ ہے کیا؟ ورنہ کوئی حکمت آپ کو محفوظ نہیں کر سکتی اور کوئی حفاظت محفوظ نہیں کر سکتی بلکہ اُس کا فضل ہی آپ کو محفوظ کر سکتا ہے۔ فضل یہ نہیں ہے کہ آپ موت سے بچ جاؤ بلکہ فضل یہ ہے کہ موت آسان ہو جائے۔ فضل کیا ہے؟ کہ موت آسان ہو جائے' حاصل اور محرومی سے آپ آزاد ہو جائیں' بادشاہ اور گدا سے آپ آزاد ہو جائیں' آنے اور جانے سے آپ آزاد ہو جائیں۔ امیر خسروؒ کہتے ہیں ؎

زِ قیدِ دو جہاں آزاد گشتم
اگر تُو ہم نشینِ بندہ باشی

کہ میں دو جہان کی قید سے' پریشانی سے' آزاد ہو جاؤں گا شرط یہ ہے کہ تُو میرے ساتھ ہو جا۔ جب وہ ساتھ ہو جائے تو سب پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں اور جب وہ ساتھ نہ ہو تو پریشانیاں ہو جاتی ہیں۔ جب پریشانیاں ہوں تو سمجھو کہ آپ غافل ہو گئے ہیں' آپ اللہ تعالیٰ سے کچھ مایوس ہو گئے ہیں' دور ہو گئے ہیں۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دور نہ ہوں تو کیوں پریشان ہوں۔ اس لیے آپ لوگ اللہ کے قریب ہو جائیں۔ یہ بات یاد رکھیں۔ تو پریشانیوں سے بچنے کے لیے کئی طریقے بنائے گئے ہیں' مثلاً اپنے کام میں محو ہو جائیں' اگر آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو محو ہو جانے والا جو ہے وہ پریشان نہیں ہوتا۔ اگر محنت میں لگا تار مصروف ہو جاؤ اور اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤ تو آپ پریشان نہیں ہوں گے' بزرگوں کا

ادب کرنے والا پریشان نہیں ہوتا' ماں باپ کی محبت میں گم ہونے والا پریشان نہیں ہوتا' کسی دوست کے ساتھ Sincere 'مخلص ہو جانے والا پریشان نہیں ہوتا۔ آپ اگر دو کام کر لیں تو آپ پریشانیوں سے بچ جائیں گے' پیسے کی پوجا سے بچ جاؤ تو آپ خوش گوار ہو جائیں گے دوسرا یہ کہ اپنے وجود کا ہمہ حال استعمال یعنی کہ آسائشوں کا استعمال' وجود کی تسکین کرنا' کھانے میں' پینے میں' سونے میں اور وجود کے دوسرے کاموں میں ..... تو اپنے نفس کی تسکین کرنے والا جو ہے وہ پریشان ہو جائے گا۔ اور یہ دو کام آپ چھوڑ دیں تو پریشانی سے بچ جائیں گے۔ نمبر ایک Love for Wealth چھوڑ دو' پیسے کی محبت چھوڑ دو۔ دوسرا یہ کہ ہمہ حال وجود کو تسکین پہنچانی چھوڑ دو۔ پھر آپ کو اصل تسکین مل جائے گی۔ اور آپ کو اس کا آسان طریقہ بتاؤں کہ آپ یہ یاد رکھ لو کہ پیدا ہونے کا اور موت کا دن' یہ مقرر ہو چکے ہیں۔ یہ نہیں بدلیں گے۔ پیدائش اور موت نہیں بدلیں گی۔ یہ پکا ایمان بنا لو۔ عزت اور ذلت نے اللہ کی طرف سے آنا ہے' یہ پکا فیصلہ ہے۔ رزق جتنا لکھا ہے اُس نے دینا ہے' یہ بھی پکا فیصلہ ہے' اب آپ بتاؤ کیا پریشانی ہے آپ کو؟ ان دو تین کاموں کے لیے زور نہ لگانا۔ نہ آپ موت دور کر سکتے ہیں اور نہ اس سے قریب جانا ہے۔ یہ اپنے ٹائم پر آئے گی اور عزت اور ذلت دینا اللہ کا کام ہے۔ اُس نے جو عطا فرمانا ہے وہی عطا فرمائے گا۔ دانا کو چاہے تو وہ غریب کر دے اور نادانوں کو چاہے تو امیر کر دے۔ بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ دانا لوگ اکثر غریب پائے جاتے ہیں اور نادان امیر کیے جاتے ہیں۔ تو امیر فرعون بھی ہو سکتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام جو ہیں وہ غریب بھی ہو سکتے ہیں۔ تو آپ اللہ کا فضل دریافت کریں اور ان باتوں کا خیال رکھیں تو سکون مل جائے گا۔

آپ مسافر کی طرح آؤ اور مسافر کی طرح نکل جاؤ' میلہ دیکھو اور دکان نہ بناؤ۔ تو یہ میلہ دیکھو' سب صورتوں کو دیکھتے جاؤ اور آگے آگے چلتے جاؤ' جس نے میلہ لگایا ہے وہی مالک ہے۔ اور تم کسی اور کی ملکیت ہو۔ ہم اپنا پروگرام کیوں بنائیں جب کہ ہم کسی اور کا پروگرام ہیں۔ اس لیے دیکھو کہ آپ کس کا پروگرام ہیں' کون ہے جس نے آپ کو اس جہانِ اجنبی میں بھیجا۔ تو آپ اُس کی طرف نگاہ کرو' کہ وہ اب بلاتا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے اس میں۔ اور یہ آسان سی بات ہے۔ کسی نہ کسی کے ہو جاؤ تو پھر آپ کو آسانی مل جائے گی۔ خواہشات سے گریز کرو اور فراوانیوں سے بچو۔ اگر فراوانی ہے تو اس کو استعمال کرو' کسی غریب کے کام آؤ۔ کام آنے والا جو ہے ہمیشہ سکون میں رہے گا بلکہ خوشی میں رہے گا' مسرت میں رہے گا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ سورج کا کام کیا ہے؟ روشنی پہنچانا' کوئی بحث نہیں کرتا' تقریر نہیں کرتا' وعظ نہیں کرتا' کہتا ہے دیتے جاؤ۔ اللہ کا کام ہے ہر اک کو دیتے جانا' مانے نہ مانے روٹی کھلاتے جانا۔ کائنات میں' اپنی اپنی دنیا میں سارے خوش ہیں۔ صرف آپ بدلتے رہتے ہو' مفاد بدلتے ہو' ارادہ بدلتے ہو' جگہ بدلتے ہو اور ٹھکانے بدلتے ہو' اس طرح آپ کو پریشانی ہو جاتی ہے۔ آپ خواہشات سے بچو۔ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جو صرف خواہشات کرتے رہتے ہیں اور پھر پریشان ہو جاتے ہیں۔ زیادہ پریشان وہی قومیں ہیں جن کے پاس مال زیادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں مال کی وجہ سے ہم نے سب کچھ دیکھ لیا ہے مگر اب ایک چیز دیکھنی باقی ہے اور وہ ہے موت۔ تو وہ خودکشی کرتے پھرتے ہیں۔ اس طرح خودکشیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ تو یہ حالات ہیں۔ آپ جس دنیا سے آئے ہیں اُس دنیا کو سلام کہیں۔ بولو سب

لوگ۔ اب یہ تمہارا اپنا کام ہے کہ تم کس طرح دنیا کا مشاہدہ کرتے ہو۔ لوگ بڑی بڑی مثالیں دیتے ہیں' یہ بڑے دانا لوگ ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک بابا ملاّ درویش بابا' کہتا ہے دیکھو کتنی آسان سی بات ہے' باغ میں ایک گلاب کھلا' اس میں خوشبو تھی' کتنی پیاری چیز ہے خوشبو' کچھ لوگ آ کے بڑا خوش ہوئے' گلاب خوشبودار تھا اور وہ خوشبو کو لے کے پھرتے رہے' خوش ہوتے رہے۔ ایک اور آدمی آیا اور کہتا ہے رنگ کتنا سرخ ہے' محبوب جیسا۔ مطلب یہ کہ اُس نے بھی گلاب کی تعریف کی۔ کسی نے اس کی ساخت' بناوٹ اور پتیوں کی تعریف کی۔ ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا یہ نہ پوچھ کہ اس بیچارے کی رہائش کیسے ہے یہ تو کانٹوں میں کھل رہا ہے۔ تو اس کے مشاہدہ کی بات دیکھو' باریک بینی اور کھرا پن دیکھو کہ گلاب جو ہے کانٹوں میں کِھل رہا ہے۔ تو کانٹے اپنا کام کر رہے ہیں اور گلاب اپنا کام کر رہا ہے۔ کہتے ہیں پھر ایک حکیم صاحب آ گئے اور کہنے لگے چھوڑو ان باتوں کو' بس اس کی گلقند بناؤ...... تو یہ ہیں ساری افادیتیں آپ کی کہ آپ کیا چاہتے ہو؟ خوشبو لے کے چلے جاؤ تو پھر تم اور قسم کے انسان ہو کہ خوشبو سے معطر ہو گئے۔ اور آپ رنگ سے محظوظ ہو گئے تو یہ بھی ایک مشاہدہ ہے' یہ بھی ایک حاصل ہے' گلاب کی بناوٹ دیکھ کے خوش ہو گئے۔ کیا Construction ہے اور کیا Harmony ہے' کیا بناوٹ ہے اور پتیاں کیسے ہیں اور کونپل کیسے ہے۔ تو کچھ لوگوں نے آ کے کچھ اور چیز دیکھی' اس کا رہنا دیکھنا' اس کی برداشت دیکھی کہ کانٹوں کو کیسے برداشت کیا' کانٹوں کے اندر سے سر اُٹھا کے پھول کِھل گیا۔ واہ سبحان اللہ! یہ کس طرح مشکلاتِ زمانہ کے اندر جی رہا ہے' کیا حوصلہ ہے اس کا۔ اور ایک نے کہا اس کی افادیت دیکھو' یہ گلقند ہے۔ اب

وہ کمرشل بندہ آ گیا' تو اُس نے ہر چیز کو Commercialize کر دیا۔ میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں کہ کمرشل بننا چھوڑ دو۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا' بھائی دیکھو بات سنو' تم مجھ سے کچھ پوچھ لو میں تمہیں عرفان کی بات بتاتا ہوں تو اس نے کہا مجھے دس روپے دے دے' عرفان کو ہم نے کیا کرنا ہے' کوئی کھانے پینے کی بات کرو۔ کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ پوچھے کسی آدمی سے کہ تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں جانا ہے' بتا کیا چاہیے؟' تو وہ کہے گا جدھر دو پیسے زیادہ ملیں گے' وہیں بھیج دیں۔ تو یہ ہے انسان! بچنا چاہیے اس سے۔ آپ Commercialized نہ ہو جانا' کمرشل ہونے سے بچنا' کمرشل آدمی بے سکون ہوتا ہے۔ آپ ضرور اپنا ایک پیشوا بنائیں جس کے نقشِ قدم پر چلتے جائیں۔ یہ کام ضرور کرنا کیونکہ یہی ٹھیک ہے۔ بنا لو تو پھر آپ کا کام چلتا جائے گا' دل کا کاروبار بھی چلتا جائے گا اور کاروبارِ دنیا بھی چلتا رہے گا۔ اس طرح آپ سکون میں داخل ہو جائیں گے۔

آخر میں سب کے لیے دعا کرتے جائیں......

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

٦

﴿۶﴾

۱ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال پوچھا کریں؟

۲ اگر یہ پکا یقین ہو کہ میرے اس رشتے دار پر جادو کا اثر ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟

۳ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ وسوسہ اور تذبذب ختم ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے؟

سوال :۔

ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال پوچھا کریں؟

جواب :۔

دیکھو میں سوال کرنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ سوال کیسے ڈھونڈا جاتا ہے۔ سوال انسان کے اپنے اندر موجود ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو آپ کو بے چین رکھ رہی ہے آپ کو اس کا حل تلاش کرنا ہے۔ ہر وہ چیز جو آپ کے علم میں کچھ اور ہے اور آپ کی حالت یا حال میں کچھ اور ہے وہاں پر آپ کو Disturbance پیدا ہوتی ہے اور اس طرح سوال بنتا ہے۔ تو اصل میں سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسا سوال ہو جس کے حل سے آپ کو یقین ہو جائے کہ آپ کی ذاتی فلاح مخدوش نہیں ہو گی۔ تو سوال وہاں پر پیدا ہوتا ہے۔ سوال وہ ہے جس سے آپ کے اپنے گم راہ ہونے یا راہ پر ہونے کا کچھ یقین پیدا ہو جائے۔ چونکہ یہ زندگی کسی نتیجے پر ختم ہونی ہے تو اس نتیجے کا کچھ نہ کچھ قبل از وقت اندازہ ہونا چاہیے۔ تو اس اندازے کے بارے میں سوال ہونا چاہیے۔ یہ زندگی چونکہ غم اور خوشی کے ساتھ چل رہی ہے' اس کے اندر غم یا خوشی کے اندر نسبت برابر رکھنے کے لیے یا کمی بیشی کرنے کے لیے سوال پیدا ہوتا ہے۔ تو سوال وہ بھی ہے جو آپ کے حال کے ساتھ وابستہ ہو۔ آپ لوگ اگر صرف علم کا سوال

کرتے ہیں تو اب علم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً" آسمان میں کتنے ستارے ہیں؟ آپ نے ستاروں سے کیا حاصل کرنا ہے۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ان سے کوئی چیز حاصل کرنی ہے تو وہ پھر ستاروں کا علم حاصل کرے۔ تو کچھ لوگ جو ہیں وہ دنیا کے واقعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مثلاً" تاریخ کے واقعات یا دوسرے واقعات۔ اگر آپ کسی راستے پر چلنے کے لیے تیار ہیں تو پھر آپ کو اس راستے کی خبر ضرور لینی چاہیے کہ وہ راستہ کیسا ہے۔ اور اس راستے پر تیار ہونے کی آپ کے پاس معقول وجہ ہونی چاہیے اور یہ اعتماد کے ساتھ ہو۔ آپ کو دقت یہ ہوتی ہے کہ آج سے پہلے ماضی میں اتنے بزرگانِ دین آ کر اپنی بات واضح طور پر بیان فرما چکے ہیں کہ پھر آپ کے لیے راستے کی وضاحتیں راستے سے زیادہ ہو گئی ہیں۔ تو وضاحتیں جو ہیں وہ اصل سے بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ تفسیر جو ہے اس کا بار Actual قرآن سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اگر تفسیروں کے ناموں کو صرف لکھ لیا جائے اور اس سارے کو صرف Read کیا جائے' پڑھا جائے تو وہ اتنا زیادہ ہے کہ اتنی دیر میں آپ قرآن کے Expert ' ماہر ہو سکتے ہیں۔ آپ ان وضاحتوں سے بچیں اور اصل Text کی طرف آئیں۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی۔ تو پھر وہ چیز جو آپ کو ذاتی طور پر اور فوری طور پر Disturb کرتی ہے' پریشان کرتی ہے وہ آپ کا سوال بنے گی۔ اگر آپ کا سوال یہ ہے کہ کسی طرح ہماری اولاد مجاہد بنے' تو آپ انہیں کیوں مجاہد بناتے ہیں بلکہ آپ خود ہی مجاہد بنیں۔ اگر آپ شہید ہو جائیں تو اولاد خود بخود ہی آپ جیسی ہو گی۔ اولاد کو میدان جنگ میں لے جانے کی بجائے میرا خیال ہے کہ آپ خود ہی شہید ہو جائیں۔ پھر اولاد کا تحفظ پیدا ہو جائے گا۔ تو آپ کا جو مجاہدانہ

طرز ہے وہی اولاد میں جائے گا۔ اس پہ آپ غور کریں کہ جس کو آپ مجاہد بنانا چاہتے ہیں وہ مجاہد کیا ہوتا ہے؟ تو وہ آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ تو جیسے آپ ہوں گے اولاد ویسی ہی بن جائے گی۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ سماج میں دین کے حوالے سے کیا ہو رہا ہے' ہم نے Lead کرنا ہے' قیادت کرنی ہے یا اس کے اندر Revolution لانا ہے' انقلاب لانا ہے' تو پھر اس کے لیے آپ کی Committed Life ہونی چاہیے' ہمہ وقت ایک وقف زندگی ہونی چاہیے۔ وہ آدمی کاروبار نہیں کر سکتا جو سماج کی بدعتیں دور کرنے کو نکلے کیونکہ پھر اس کا کوئی اور کام ہی نہیں ہے' کیونکہ وہ اس کام پر نکل گیا ہے۔ آپ اگر اس طرح کی لائف وقف کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کے پاس ایسا علم بھی ہونا چاہیے۔ سرسری علم کے ساتھ آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں انقلاب آ جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو اس کے لیے آپ کا اپنا آپ وقف کرنا لازمی ہے۔ اب آپ لوگ سوال دریافت کریں کہ سوال کیا کرنا ہے؟ ذاتی طور پر جو آپ کے ذہن میں بات ہو' جس کا آپ کی ذات سے تعلق ہو' وہ بات تلاش کریں۔ سب لوگ تلاش کریں۔ سوال ضرور ہونا چاہیے۔ جو بات واضح طور پر ارشادِ ربی ہو اس پر اف تک نہ کرنا' اسے خاموشی سے قبول کرنا تاکہ اس کی آپ کو آگہی مل جائے۔ اللہ کے کلام کو سمجھنے کے لیے صرف اور صرف اعتماد چاہیے' وضاحت نہیں چاہیے کیونکہ اللہ ہر حال میں ساتھ ہے اور وہ سب جانتا ہے۔ جتنا آپ کا ایمان قوی ہو گا' اتنا اچھا ہے۔ ایسے لوگ جنھوں نے عربی نہیں پڑھی ہے وہ بھی قرآن کے معانی جانتے ہیں! چونکہ یہ سچے اللہ کا کلام ہے اور اللہ حاضر ناظر ہے' ہر وقت موجود ہے' اس کی ذات پر اعتماد سے معانی سارے آشکار ہو جاتے ہیں۔ آپ

بات سمجھ رہے ہیں ناں! تو جو اللہ کریم نے کہا ہے اس پر آمین کہو، یقین کرو، پھر آپ پر یہ بات آسان ہو جائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اللہ سے سوال کر بیٹھیں کہ تو نے ایسا کیوں کیا بلکہ یہ تیاری کرنی چاہیے کہ وہ ہم سے پوچھے گا کہ ہم نے ایسا کیوں کیا۔

اب آپ لوگ سوال تلاش کریں، سوال ڈھونڈیں ------

بولو!!

سوال :۔

اگر یہ پکا یقین ہو کہ میرے اس رشتہ دار پر جادو کا اثر ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟

جواب :۔

جادو کے علاج ہیں، اس کے لیے کئی دم اور تعویز موجود ہیں، کلمہ کلام ہیں۔

سوال :۔

کہاں سے ملتے ہیں؟

جواب :۔

بہت ساری جگہ سے مل جاتے ہیں۔ اس کائنات میں ایسی جو چیز ہے، اس کا توڑ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنائی ہی ایسی کائنات ہے کہ اس میں رات ہے اور پھر دن ہے، دن ہے اور پھر رات ہے۔ تو ہر چیز کا علاج ہے۔ اور Best 'بہترین علاج تو یہ ہے کہ دعا کرو، دعا سے بلا ٹل جاتی ہے، جادو کا توڑ شروع ہو جاتا ہے اور نیک عمل شروع ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

جی سب سوالوں کے جواب مل چکے ہیں۔ اب سوال ہی کوئی نہیں رہا۔

جواب :۔

یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ پھر بھی آپ سوال کریں۔

سوال :۔

کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ وسوسہ اور تذبذب ختم ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے۔

جواب :۔

دراصل بات یہ ہے کہ منشائے اسلام صراط مستقیم ہے اور تقاضائے مومن' دعا اور Request درخواست' سب صراط مستقیم ہیں۔ صراط مستقیم اتنا سادہ سا لفظ ہے اور اس کی وضاحت ہوتے ہوتے چودہ سو سال اب ہو گئے ہیں اور اس سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہما السلام آئے ہیں وہ بھی صراط مستقیم کی وضاحت کرتے رہے۔ یہ اتنا واضح ہے کہ بیان فرمانے والے پیغمبر علیہما السلام اور انبیاء علیہما السلام اور آپ ﷺ' سب نے فرمایا کہ اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔ یٰسٓ والقراٰن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ آپ صراطِ مستقیم پر چلیں' بلکہ تمام انبیاء کرام علیہما السلام' مخلصین' عبادالرحمٰن' سب صراطِ مستقیم پر ہیں۔ اولیاء کرام سب صراطِ مستقیم میں ہیں بلکہ کئی علماء کرام بھی آپ کہہ لیں' جس جس کو آپ مانتے ہیں۔ صراطِ مستقیم اتنا واضح ہے کہ اس میں چار

باتیں ہیں' اللہ پر ایمان لانا' اللہ کے حبیبؐ پر ایمان لانا' کتابوں پر ایمان لانا' مابعد یعنی آخرت پر ایمان لانا۔ باقی یہ ہے کہ اپنے آپ پر ایمان لانا' تو ایمان والا بھی تو کوئی ہونا چاہیے۔ یہ آسان بات ہے اور یہ ہو گیا آپ کا صراط مستقیم کا تصور۔ لیکن ایسا بھی ہوا کہ اس کی وضاحت کرتے کرتے زندگی کی شام ہو گئی اور بات سمجھ نہ آئی۔ اس کی وجہ پتہ ہے کیا ہے؟ وجہ صرف یہ ہے کہ وسوسہ آ جاتا ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے سرکار دو عالمؐ سے پوچھا "یا نبیؐ اللہ! صراط مستقیم کی تعریف کیا ہے"؟ تو حضور پاک ﷺ نے ایک لائن لگا دی اور اس لائن کے ساتھ شاخیں بنا دیں۔ پھر فرمایا جو سیدھی لائن جا رہی ہے یہ صراطِ مستقیم ہے' اِدھر اُدھر جانے کا نام جو ہے وہ صراطِ مستقیم کے علاوہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس راستے پر ایک ہی اندیشہ ہے کہ گمان اور وسوسہ پیدا ہو گا اور تم نے اس وسوسے کو نکالنا ہے۔ مثلاً" آپ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ میرا گھر ہے' اب لوگ اس گھر کے بارے میں Fault finding کریں گے' نقائص بیان کریں گے کہ تم نے یہ کیا مکان بنایا۔ تو آپ پھر اپنے مکان میں آسودگی حاصل نہیں کر پائیں گے۔ لوگوں کو تو راضی کرنا محبت کا مدعا نہیں ہے بلکہ محبت کا مدعا لوگوں کو ہرگز راضی کرنا نہیں ہے' محبوب کو Share کرنا نہیں ہے۔ تو یہ ضروری نہیں کہ آپ کا محبوب سب کا محبوب ہو۔ بلکہ محبوب کی رسائی ضروری نہیں کہ ہر غیر محب حاصل کرے۔ لہٰذا وہ شخص محبت سے محروم ہے جو اپنی محبت کی تائید غیر محبت والے سے مانگے۔ یہ محرومِ محبت کی دلیل ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اس سے محبت کرتا ہوں' مثلاً" کوئی ہندو سے محبت کرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ ہندو سے محبت نہ کرنا۔ وہ کہتا ہے میں تو اس کو اللہ کا بندہ سمجھ کر محبت

کر رہا ہوں، مجھے نہیں پتہ کہ یہ کیا ہے۔ تو وہ شخص لوگوں سے داد کیوں لیتا ہے یعنی دوسرے آدمی سے اپنی محبت کا ذکر کیوں کرتا ہے۔ اپنی محبت کا جواز جو ہے، اپنے علاوہ، غیر سے لینے والا، اصل میں اپنے آپ محبت سے محروم ہونا چاہتا ہے۔ آپ سارے کے سارے مسلمان ہیں۔ اگر آپ اپنے کسی غیر مسلم دوست سے پوچھیں کہ میں کان میں بات کر رہا ہوں، راز کی بات ہے، میں مسلمان ہوں، بتا میں کیسا ہوں دین پر۔ تو وہ کان میں کہے گا کہ "تو میرا دوست ہے، میں کہتا کچھ نہیں ہوں، لیکن اسلام کچھ ٹھیک نہیں ہے"۔ وہ کیوں نہ کہے، کیونکہ وہ تو غیر مسلم ہے۔ اگر کوئی قادیانی ہو اور غیر قادیانی سے پوچھے کہ میرا دین کیسا ہے، مجھے کان میں بتا دو۔ تو وہ کہے گا کہ تمہارا تو بیڑہ غرق ہونے والا ہے۔ اگر آپ میں اپنے طرز عمل کے دفاع کرنے کا شعور نہیں ہے تو پھر آپ اس سے محروم ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور یہ جو گھریلو باتیں ہوتی ہیں مثلاً شادیوں کی Disturbance، تو اس کی عام وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان میں اپنے فیصلے کا خود احترام نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ میں تو بالکل ٹھیک تھا، اصل میں اس نے مجھے اجاڑ دیا ہے۔ مثلاً" چوہدری صاحب نیکی کی طرف جا رہے تھے، کدھر جا رہے تھے؟ حج کرنے جا رہے تھے، آگے سے ایک آدمی مل گیا اس نے خیال کمزور کر دیا اور حج رہ گیا۔ لہٰذا محبت کی دنیا میں محبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ تقرّبِ محبوب کی خواہش ہو اور یہ شرکت محبوب کی خواہش کی بات نہیں بلکہ تقرّبِ محبوب کی بات ہو رہی ہے۔ اور محبوب جو ہے یہ تیرا اپنا حسن نظر ہے۔ محبوب کیا ہے؟ تیرا حسنِ نظر ہے۔ محبوب جو ہے یہ دنیا کا حسنِ نظر نہیں ہو سکتا۔ جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ "تیری آنکھ نہیں دیکھنے والی" یعنی مجنوں

سے کسی نے کہا کہ لیلیٰ جو ہے وہ کالی ہے۔ اس نے کہا "تیری آنکھ نہیں دیکھنے والی"۔ تو بات یہ ہے کہ اگر آپ کا کوئی محبوب ہے تو اس طرح کے خیال میں کسی کی شرکت کا جواز نہیں بنتا۔ کیونکہ جہاں جہاں محبوب ہیں وہاں ان کے منکرین بھی ہوں گے۔ بلکہ ایک مرتبہ داتا صاحبؒ کو ایک مسئلہ پیش آیا' ان کا سوال یہ تھا کہ جہاں کوئی درویش ہوتا ہے وہاں کوئی نہ کوئی فتنہ فساد ہو جاتا ہے۔ اس سوال کی تلاش میں نکل گئے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ سوال یہ تھا کہ روشنی کے مقام پر بڑے بڑے اندھیرے کیوں ہوتے ہیں۔ تو سوال یہ تھا' اوپن سوال' اور بڑا تیز سوال تھا۔ تو وہ سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے نکلے۔ کہتے ہیں ایک جگہ ہم ایک مزار پر گئے' وہاں جا کر غور کیا اور بیٹھے رہے' ابھی سوال پر غور تھا' حجاب کھل ہی نہیں رہا تھا' وہ خود کشف المحجوب ہیں' حجاب کھولنے والے ہیں لیکن ان کا حجاب کھل ہی نہیں رہا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اتنا بڑا اور صحیح آدمی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جو ہوتے ہیں اور ارد گرد' رشتے دار ہوتے ہیں وہ اس کے خلاف بول رہے ہوتے ہیں' اڑوسی پڑوسی اس کے حق میں نہیں ہوتے اور بولتے رہتے ہیں۔ تو یہ کیا بات ہے؟ بس حجاب نہیں کھل رہا تھا۔ تو داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں وہاں گیا' بیٹھا اور بڑا غور کیا' میں ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک مجھے خربوزے کا ایک چھلکا لگا۔ وہاں لوگ بیٹھے ہوئے خربوزہ کھا رہے تھے اور چھلکے مجھ پر پھینک رہے تھے۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے ان کی طرف غور سے دیکھا تو میں نے ان کے مقام کو پہچان لیا مگر انہوں نے میرا مقام نہیں پہچانا۔ تو یہ تھا میرے سوال کا جواب! میں نے ان کو پہچان لیا لیکن انہوں نے میرا مقام نہیں پہچانا۔ انہوں نے کہا میں خاموش ہو

گیا۔ ملال ہوا کہ ایک تو میں مہمان' دوسرا دور سے آیا ہوں' تیسرا شکل و صورت سے بھی درویش ہوں اور اصلی درویش بھی ہوں' یہ میرے ساتھ کیسا حسنِ سلوک ہے' بجائے اس کے کہ ہمیں خربوزہ کھلاتے' مذاق بھی اڑایا' چھلکے بھی پھینکے اور خربوزہ کھا گئے۔ تو مجھے بڑا افسوس ہوا اور میں خاموش ہو گیا۔ اور پھر خاموش ہوتے ہی میرا حجاب کھل گیا' راز آشکار ہو گیا۔ راز یہ ہے کہ یہ جو لوگ ہیں یہی تو تیری محبت کی تکمیل کراتے ہیں۔ کیا کہا؟ کہ وسوسہ ہی تیرے ایمان کو پختہ کرتا ہے۔ تو وسوسے سے ڈرنا نہیں ہے۔ وسوسہ پیدا کرنے والا ہی ابلیس ہے۔ ابلیس کا فنکشن کیا ہے' یوسوس فی صدور الناس یعنی لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا۔ مثلاً" کوئی آپ کا دوست ہے لیکن وسوسہ ڈالنے والا کہے گا چلو آپ کا دوست ہو گا لیکن آج کل کون دوست ہوتا ہے۔ اس نے اتنی سی بات کہہ دی اور اتنی سی بات کہنے سے آپ کی دوستی شک میں پڑ گئی۔ اسی طرح اگر کوئی یہ فقرہ کہے کہ "میں اب کیا کہوں' تم خود ہی دیکھ لو گے" اتنا سننے کے کچھ عرصہ بعد آپ کے اندر تذبذب پیدا ہو جائے گا۔ تو ابلیس کا کام یہ ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ وسوسہ جو ہے اس کو کنٹرول کرنے والا اور اس سے نکلنے والا مؤمن کہلاتا ہے۔ تو گویا کہ جھگڑا یہاں پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو آپ وسوسے سے ڈرنا نہیں' وسوسہ جتنا بھی پیدا کیا جائے' یقین اتنا ہی عروج میں آ جاتا ہے۔ اور صاحبانِ یقین جو ہیں ان کا نام ہے یقینِ بے گمان۔ محبت کیا ہوتی ہے؟ یقینِ بے گمان۔ دوسری بات یہ ہے کہ محبت تیرا اپنا حسنِ نظر ہے۔ تو تیرا حسنِ نظر ہے اور دوسرے کا حسنِ نظر نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے محبوب کو دوسرے کی آنکھ سے دیکھنے والا اندھا ہونے والا ہے۔ کیا کہا؟ محبوب کو دوسرے کی نگاہ سے دیکھنے والا

اپنی بینائی سے کمزور ہونے والا ہے۔ تو محبوب کیا ہے؟ تیرا خیال ہے۔ محبوب کیا ہے؟ تیرا ذوق نظر۔

عشق کیا ہے آرزوئے قربِ حسن
حسن کیا ہے عشق کا حسنِ خیال

تو تیرا اپنا حسن خیال جو ہے یہ محبوب ہے اور تیرا حسنِ خیال لوگوں کا محتاجِ بیاں نہیں ہے۔ تو آپ کبھی بھی لوگوں کی داد نہ لو۔ اگلا پوائنٹ اس میں یہ ہے کہ اگر آپ کو یقین ہے کہ لوگ سچے ہیں تو لوگوں کی صداقت کے مطابق چلنے کا ہر عمل شروع کرو۔ محبوب کے بارے میں نہیں بلکہ ہر بارے میں۔ اور اگر لوگ جھوٹے ہیں تو جھوٹے لوگوں سے اپنی صداقت کو کیسے Verify کراؤ گے' تصدیق کراؤ گے۔ تو صادق کی صداقت جو ہے جھوٹا آدمی اس کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اس لیے جھوٹوں سے تصدیق نہ مانگو۔ اگلا پوائنٹ غور والا یہ ہے کہ ایک شخص، کسی سے محبت کرتا ہے اور اس مقام پر دوسرا شخص محبت نہیں کرتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں؟ اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ ایک آدمی نے سنا کہ کسی شہر میں بڑے مشہور جیب کترے ہیں۔ اس نے کیا کام کیا کہ جیب میں کچھ سکے نقد ڈال لیے۔ چاندی کے وہ سکے کھوٹے تھے۔ تو وہ لکھنؤ چلا گیا اور پھرتا رہا سارا دن لیکن کسی نے جیب نہیں کاٹی۔ شام کو بیٹھا کہیں چائے پی رہا تھا تو کہنے لگا کہ بڑا سنا تھا کہ لکھنؤ کے جیب کترے بڑے ماہر ہیں لیکن ہمیں تو کوئی بھی نہیں ملا۔ ایک بابا بوڑھا سا قریب ہی بیٹھا تھا' کہنے لگا تجھے کیا جیب کترا ملنا تھا' میں نے تین دفعہ تیری جیب کاٹ کے تیرے کھوٹے سکے واپس تیری جیب میں ڈال دیے ہیں۔ تو محبوب نے انہیں قبول نہیں کیا جو اس سے محبت نہیں کرتے۔

وہ جنس ہی بیکار ہے جسے قبول نہیں کیا گیا۔ تو محبوب جس پر مہربان ہوا وہ جنس ہی اچھی تھی۔ اچھی جنس اسے کہتے ہیں جسے محبوب نے قبول کیا۔ تو اسے محبوب نے قبول کیا ہے۔ اور اگر تمہیں کہیں سے اندیشہ پیدا ہو جائے کہ میرا یقین کم ہوتا جا رہا ہے تو ایک شعر پر اس کا جواب ختم ہو جاتا ہے۔ شعر سننا چاہیے کیونکہ شعر سے ساری کیفیت sum up ہو جاتی ہے۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

تو یہ بھٹک جانے والی بات ہوتی ہے کہ کوئی پوچھے کہ آپ کو کعبے میں کیا نظر آیا؟ کیا وہاں اللہ ملا؟ تو آپ اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤ جس نے یہ کہا۔ پھر اللہ ضرور ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ آپ نے کعبہ میں دیکھا اب اس اللہ کی جلوہ گری کا وقت ہے اور اس شخص سے کہو کہ جو اللہ مجھے ملا ہے اب اس کی جلوہ گری تمہیں دکھاتا ہوں' تو اس کے ساتھ سختی کرو۔ اپنے اللہ کے بارے میں کسی شخص کو جرات کی اجازت نہ دینا جس طرح آپ اپنے باپ کے بارے میں غلط بات کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہو سکتا ہے آپ اپنے باپ کے بڑے مخالف ہوں۔ آدھی دنیا مخالف ہو لیکن آپ اس بارے میں کوئی غلط بات نہ سنو کیونکہ وہ آپ کا باپ تھا۔ اسی طرح آپ اپنے محبوب کے خلاف بات نہ سنو کیونکہ یہ محبت کی بات ہے۔ اگر محبوب کی برائی میں محب Compromise کر جائے' سمجھوتہ کر جائے تو محبت ختم ہو جاتی ہے۔ کیا آپ کسی بزرگ کو علیہ الرحمت مانتے ہیں؟ مثلاً" بابا بلھے شاہؒ کو مانتے ہیں؟ تو اگر کوئی کہتا ہے بلھے شاہ بھی کوئی فقیر ہے' تو کہنے والے کو آپ

پکڑ لو۔ تم اگر اس کے درویش ہو تو جو شخص اپنے محبوب کی خامی غیر کی زبان سے سنتا ہے وہ محبت میں محروم ہونے کے برابر ہے۔ ایسے شخص کو محبوب نہ ملے تو بہتر ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں! میں آپ کو محبت کا راستہ بتا رہا ہوں' کیا راستہ ہے؟ محبت کا راستہ جذباتی راستہ ہے۔ باقی ہر راستے پر Compromise ' سمجھوتہ ہو سکتا ہے مگر محبت پر نہیں۔ محبت ایمان کا ایک جلوہ ہے اور محبوب کے چہرے پر تیری آنکھوں کا ایمان ہے۔ محبت کیا ہے؟ تیری آنکھوں کا ایمان ہے اس کے چہرے پر' تیرے دل کا ایمان ہے اس کے قریب رہنے پر' یہی ہے محبت کہ اس کے قریب ہونے کی یہ خواہش ہے' اور ایمان یہی ہے کہ تو اس کے ساتھ قیامت کو اٹھے گا۔ تو اس کو کہتے ہیں محبت! تو اس بارے میں اگر آپ نے Compromise کر لیا یعنی غیر کے ساتھ صلح کر لی تو پھر نتیجہ یہ ہے کہ محرومی ہو جائے گی۔

محبت کی یہ بات صرف اتنی سے ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اچھی طرح سمجھ لو کہ جو رشتہ کمزور ہوتا ہے اس پر ضرب پڑتی ہے۔ جب آپ خود کمزور ہو جائیں تو وسوسہ آپ کے دل میں آ بیٹھتا ہے۔ اس وقت یہ بات آتی ہے۔ اب اس بات کو ایمان کے ساتھ اور تقویت کے ساتھ سنو۔ محبت دماغ کے ساتھ نہ کرو۔ کیا کہا ہے؟ محبت کو کبھی دماغ کے ساتھ نہ کیا کرو۔ اور آپ کو میں نے ایک اور راز بتایا تھا کہ صفات سے محبت نہ کرو بلکہ ذات سے محبت کرو۔ مثلاً" آپ کہتے ہیں کہ کسی بزرگ سے ہمیں بڑی محبت ہے یا داتا صاحبؒ سے بڑی محبت ہے۔ اگر کوئی نہ ماننے والا یہ کہے کہ داتا صاحبؒ نے کیا کیا پاکستان میں' قائد اعظمؒ نے تو پاکستان بنایا تھا' داتا صاحبؒ نے کیا کیا' پاکستان تو

نہیں بنایا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر موازنہ کریں تو موازنہ کہاں سے کہاں جا نکلے گا۔ اس لیے محبت کا موازنہ نہیں ہوتا' محبت کا تقابل نہیں ہوتا' محبت صرف محبت ہوتی ہے۔ تو محبت کی دنیا میں آپ کبھی تقابل نہ کرنا۔ کبھی محبوبوں کا بھی مقابلہ ہوا! اگر یہ بات ہوتی تو دنیا میں ہر آدمی کا صرف ایک ہی محبوب ہوتا اور رہ جاتا۔ یہ جو آپ کے رومانی قصے ہیں اس میں دیکھیں کہ ہیر کو سہتی سے محبت نہیں' ہیر کو کسی اور سے محبت نہیں ہوئی ہے بلکہ رانجھے سے اس کو محبت ہوئی ہے۔ یہ الگ الگ کہانیاں ہیں' ہیر کے لیے رانجھا ہے اور رانجھے کا کوئی اور کون ہے۔ ایسے اور کتنے لوگ ہیں؟ کوئی اور نام لے لیں' مثلاً" مہینوال کا نام لیں۔ وہ کون تھا؟ سوہنی کا مہینوال۔ تو یہ الگ الگ راگ ہیں۔ جس کو جس کے حال میں جلوہ نظر آئے گا' وہ اسی کے راگ میں جلے گا۔ اس لیے اپنی ذات کو بڑی وابستگی کے ساتھ رکھو کہ فرید" کو ایک جگہ جلوہ نظر آئے گا' کسی کو کہیں اور نظر آئے گا' کسی کو انا الحق میں آئے گا۔ ہمارے دور کی سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ ہماری وابستگیاں Change' تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ٹریجڈی ہے کہ آج کا انسان بدلتا رہتا ہے۔ اگر آپ صرف استقامت کے ساتھ کسی ایک مقام پر ٹھہر جائیں تو آپ کے اندر سے ہی ذاتی خوشبو کی کہانی نکل آئے گی۔ تو یہ ٹھہرنے کا مقام ہے یعنی کسی ایک مقام پر ٹھہر جانے سے خود بخود آسودگی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو محبت میں غیر کی رائے لینا حرام ہے۔ اس لیے آپ کسی کی طرف نہ دیکھنا بلکہ اپنے آپ کو دیکھنا۔ یہ محبت آپ کا اپنا فیصلہ ہے' اپنا راز ہے اور آپ پر آشکار ہے۔ اس کو صفات کے ساتھ نہ ماپو بلکہ اس کو ذات کے ساتھ ماپو اور اپنا فیصلہ سمجھ کے ماپو' اس کو اللہ کا فضل سمجھ کے ماپو۔ اور جب آپ کے اندر وسوسہ

پیدا ہو تو سمجھ لینا کہ آپ کو محبت سے دور کیا جا رہا ہے۔ پھر دعا کیا کرو کہ یا اللہ ؎

در پہ تیرے۔ جو آ گیا اب نہ کبھی مجھے اٹھا
گردشِ مہر و ماہ بھی دیکھ چکا ہوں راہ میں

تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کیا ہوا سفر دوبارہ کرنا پڑ جائے' حسرتیں جو ختم ہو گئی ہیں۔ وہ دوبارہ پیدا ہو جائیں۔ یہ تو آپ واپسی کا سفر کر رہے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جب واپسی کا سفر شروع ہوتا ہے تو پھر تمام بلیات جو ہیں وہ واپس آنا شروع ہو جاتی ہیں' تمام حالات واپس آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو آپ راستہ لے کے آگے چلو۔ فرض کریں آپ کو غلط محبوب مل جائے' پھر بھی محبوب کو لے کے آگے چلو' حصار توڑ کے آگے چلو' واپس نہ آنا۔ یاد رکھنا اس میں واپسی کا راستہ کوئی نہیں ہے۔ اس سے آگے راستہ ضرور ہے اور واپسی کا راستہ نہیں ہے۔ واپسی کا راستہ جو ہے یہ عذاب کا راستہ ہے۔ آگے کا راستہ یہ ہوتا ہے کہ اب تم پر کوئی چیز آشکار ہو جائے گی۔

ایک آدمی نے کسی کو پیر بنایا۔ اور پیر کے اندر اس کو لوگوں نے کوئی خامی بتائی' جب کوئی کمی نظر آئی تو وہ شخص خاموشی سے کہنے لگا کہ میں تو اللہ کے لیے آیا اور اللہ کے لیے گیا ہوں اور پیر صاحب کے بارے میں ایسے ایسے واقعات ہیں کہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کیا جائے۔ مگر وہ اپنی استقامت میں قائم رہا اور پھر اس پر کچھ جلوہ آشکار ہو گیا۔ یاد رکھنا' استقامت جلوہ بنتی ہے اور سب سے بڑی کرامت استقامت میں ہے یعنی استقامت مساوی ہے کرامت۔ تو جب اس پر کوئی چیز آشکار ہو گئی تو اس نے واقعی دیکھا کہ اس کا پیر وہ نہیں ہے۔ اس نے دعا دی کہ یا اللہ

مجھے اس شخص کی طرف سے یہ فیض ملا ہے' اگر اس کے پاس نہیں ہے تو پھر اس کو بھی دو۔ تو پھر اس کو اصلی پیر نظر آیا۔ اس کے پیر نے کہا یہ میں نے تجھے آزمائش میں ڈالا تھا کہ اگر تجھ پر کوئی آسانی آ جائے تو اس وقت کیسے یاد کرے گا اور کوئی دِقت آ جائے تو کیسے یاد کرے گا۔

ایک اور واقعہ ایک اور بزرگ نے لکھا ہے۔ ایک بندہ اپنے پیر صاحب کی محفل میں جانا بند ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد پیر صاحب نے پوچھا وہ آدمی آتا نہیں' کدھر گیا۔ لوگوں نے کہا جی بڑی مہربانی ہو گئی ہے اس پر' آپ کے دیئے ہوئے درس جو ہیں وہ کچھ ایسے یاد کیے ہیں کہ اس پر روحانی کشادگی آ گئی ہے۔ آپ نے اسے بلوایا اور پوچھا سنا بھئی۔ کہنے لگا آپ کی بڑی مہربانی ہے' بس آپ کی عنایت ہے کہ میرے اوپر بڑے جلوے آ رہے ہیں۔ مجھے کوئی بزرگ ملتا ہے' رات کو بہشت کی سیر ہوتی ہے اور بڑے واقعات ہوتے ہیں' بڑی دعائیں دیتا ہوں آپ کو۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ اگر تو ہماری طرف سے کوئی چیز ہے تو وہ تجھے ہمارے پاس ہی رکھے رکھتی۔ تجھے وسوسے نے جھوٹا جلوہ دکھایا ہے۔ جو بزرگ تمہیں سیر کروانے کے لیے لے جاتا ہے وہ بزرگ ابلیس ہے۔ جس جنت میں تم جاتے ہو وہ جنت نہیں' کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہے' وہاں لا حول ولا قوۃ پڑھا کرو۔ مرید نے اس نقلی جلوے کے دوران لا حول پڑھی تو اس پر حقیقت آشکار ہوئی اور وہ تائب ہو کر پیر صاحب کی محفل میں دوبارہ مستقل مزاجی سے شریک رہا۔ تو نقصان پہنچانے والی چیز جو ہے یہ وسوسہ ہے۔ آپ اپنی استقامت کو طاقت سے قائم رکھو۔ محبت کا مطلب ہی صرف یہ ہوتا ہے کہ استقامت قائم رہے اور محبت کسی محبوب کی تعریف کا نام نہیں ہے۔ تیرے اندر جو ہر خاکی میں موجود جو ہر

ذاتی محبت ہے۔ اس خاک کے اندر ایک اور چیز موجود ہے اور وہ چیز محبت سے آشکار ہوتی ہے۔ پھر تیرے اندر تیرا اپنا جلوہ آشکار ہوتا ہے۔ تو یہ وابستگی جو ہوتی ہے اسی کو کہتے ہیں کہ مجاز سے حقیقت بن جاتی ہے۔ مجاز میں استقامت کرنے والا مجاز میں حقیقت کو دیکھ لے گا اور ماسوا میں ماورا کو دیکھے گا۔ کیا کرے گا؟ وہ ماسوا میں ماورا کو دیکھے گا۔ کیا کرے گا؟ استقامت سے جلوے آشکار ہوں گے۔ جلوے کسی صفت سے نہیں ہوتے بلکہ جلوے کیسے آشکار ہوتے ہیں؟ استقامت سے۔ بس آپ نے استقامت حاصل کرنی ہے۔ تو استقامت جو ہے یہ وسوسے کی ضد ہے۔ تو وسوسہ اگر کبھی آنے لگ جائے تو سمجھو کہ کہیں نہ کہیں نقص واقع ہو گیا ہے' یا پھر آپ کھانا غلط کھا گئے' یا کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہو گی۔ اور غلطی کی سزا ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ ذرا اپنے آپ کو محبت میں قائم رکھیں' محبت Compromise نہ کرے' سمجھوتہ نہ کرے' محبت محبوب کا گلہ نہ سنے اور محبت تقرّبِ محبوب مانگے۔ محبت میں کمی آنے لگے تو سمجھو کہ کہیں نہ کہیں گمراہی واقع ہو گئی ہے۔ محبت میں استقامت جو ہے آپ کو اپنے اصلی محبوب اور محبوبوں کے محبوب سے تعارف کرا دے گی۔ تو آپ استقامت پر دھیان رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ کیا ہوا سفر دوبارہ کرنا پڑ جائے۔ اب عمر نہیں رہی۔ اس عمر میں دریا کا واپسی کا سفر نہیں ہو سکتا۔ اب دریا بہت سارا سفر طے کر آیا ہے۔ اب جب کہ پچاس سال کی عمر ہو گئی ہے یا ساٹھ سال کی عمر ہو گئی ہے اور اسے کہا جائے کہ دیکھو بات یہ ہے کہ تم تو غلط راستے پر آ گئے ہو' ایک دفعہ پھر وہاں سے شروع ہو جاؤ۔ کہاں وہ عمر رہ گئی ہے؟ اگر وہ غلط ہو گیا ہے تو اسی کو ٹھیک کرنا ہے۔ کیا کہا؟ غلط ہے تو پھر اسی میں سے ٹھیک کر لو

کیونکہ اللہ کا راستہ کوئی محدود راستہ نہیں ہے۔ اور یہ بڑے راز کی بات ہے۔ ہر مقام پر اگر مسجد نہیں ملتی تو جہاں نماز پڑھو گے وہی مسجد ہے۔ یہ ایک ایسا راز ہے کہ اللہ کی اگر نشانی نہیں ہے تو نشان تم پیدا کرو۔ کیا کہا' اگر اس کی موجودگی کا کوئی نشان نہیں ہے تو کیا کرو؟ نشان تم پیدا کرو' داغ سجود پیدا کرو۔

داغ سجود تیری جبیں پر ہوا تو کیا
وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے

یہ کربلا کا سجدہ ہے کہ وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے۔ وہ اگر وہاں نہیں ہے تو وہاں سجدہ سے کیا حاصل۔ اللہ کو کسی مقام میں نہ ڈھونڈو بلکہ اللہ کو اپنی پیشانی میں ڈھونڈو۔ کہاں ڈھونڈو؟ اپنی پیشانی میں۔ کیونکہ مسجود کہاں ملے گا؟ پیشانی کے اندر۔ تو مسجود کہاں ہے اور پیشانی کیا کرے گی تو مسجود ملے گا؟ سجدہ کرے اور کہاں ملے گا؟ بینائی کے اندر۔ نورانی جلوہ کہاں ملے گا؟ آپ کی دیدہ وری میں۔ خود دیکھو گے تو ملے گا ورنہ نہیں۔ اس لیے وہ ذات ہمہ حال آپ کی صفت کے ساتھ متعلق ہے' آپ کی صفت کے ساتھ موجود ہے۔ اگر آپ سخی ہیں تب بھی آپ اسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔ بلکہ اس حد تک اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں کہتے ہیں کہ تم محبت سے' شوق سے' عقیدت سے اور Sincerity کے ساتھ' اخلاص کے ساتھ اس کی راہ میں چل پڑو تو جو رنگ تم اختیار کرو گے وہی رنگ وہ اختیار کرے گا' اگر تم سجدہ کرو گے تو وہ مسجود ہے اور اگر تم انا الحق کہو گے تو دار پر ملاقات کرے گا۔ کرے گا ضرور۔ یہاں تک لوگ کہتے ہیں کہ اس کی راہ میں تم جو کچھ لے کر چلو وہ اس کے مطابق' اسے نیت کے مطابق قبول کرتا ہے۔ یوسفؑ کے

خریداروں میں سوت کی انی کا نام آئے گا' آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا کیونکہ یہ نیت کی بات ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں' ایک بندہ کہتا ہے کہ میں اللہ سے ملنے چلا ہوں اور جیب میں پیسے ڈال لیتا ہے کہ چاہے جو کچھ بھی میرے پاس ہے' میں نے اللہ سے ملاقات ضرور کرنی ہے۔ تو شام سے پہلے پہلے اسے کوئی نہ کوئی شے ایسی ملے گی جو آ کے یہ کہے گی کہ لاؤ ہمارا حصہ' جو جیب میں ڈالا ہوا ہے۔ تو وہی جلوہ ہے جو کچھ تم ساتھ لے کے چلے ہو' وہ اس کے مطابق آئے گا' اگر نگاہ لے کے چلو تو وہ جلوہ بن کر آئے گا' مال لے کر چلو گے تو سائل بن کر آئے گا' حتیٰ کہ تم اگر سائل بن کر جاؤ گے تو وہ سخی بن کر آئے گا۔ لہٰذا تم جو رنگ اختیار کرو گے' اللہ وہی رنگ اختیار کرے گا۔ اگر اس کے راستے میں وسوسہ بن کر جاؤ گے تو واللہ خیرالماکرین تو اللہ بھی ویسی تدبیر کرے گا۔ بس پھر تذبذب ساری عمر کا راستہ ہے اور پھر راستہ نہیں ملے گا۔ اس لیے یہاں پر بڑی وارننگ ہے کہ یہ تذبذب محرومی منزل کی نشان دہی ہے۔ میں یہ کسی محبوب کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ صرف آپ کی محبت کے جذبے کی بات کر رہا ہوں۔ وسوسہ جو ہے یہ محرومی منزل کی بات ہے۔ وسوسے کو آپ Shatter کر دو اور ترک کر دو۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

جہاں کہیں' اسی کو دیکھا جائے گا۔ اس لیے اپنے آپ کو استقامت میں رکھو۔ استقامت کے بغیر جو بات ہے وہ طے نہیں ہوتی ہے۔ استقامت سکھانے کے لیے ہے۔ محبت کسی محبوب کا قصیدہ نہیں ہے' کسی محبوب کی Eulogy نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے یہ

سکھایا ہے کہ مقصدِ حیات یہاں نہیں ہے بلکہ مقصدِ حیات ادھر ہے۔ مقصد یہ کہ اللہ کے محبوبؐ فرما رہے ہیں کہ عبادت اس کی کرنی ہے۔ اندازہ لگاؤ' جب کہ لوگوں کا دل عبادت کرنے کو ادھر چاہتا ہے' لوگوں کا دل جو ہے اللہ کے محبوبؐ کی طرف چاہتا ہے اور اللہ کے محبوبؐ کیا فرما رہے ہیں کہ اللہ کی طرف عبادت کرو اور یہ کہ انا بشر مثلکم یعنی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ وہ تمہاری طرح کے تو نہیں ہیں اور سب یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ لوگوں کے دل ادھر مائل ہو رہے تھے تو آپؐ کو یہ فرمانا پڑا ------- تو محبوب کی تعریف ہی الگ ہے کہ وہ جو آگے کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور آپ کے اندر استقامت ضرور ہونی چاہیے۔ اس لیے اس کا بڑا خیال رکھنا۔ کہیں توکل کی کمی ہو گئی تو سمجھنا کہ کوئی نہ کوئی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔ تو آپ اندیشہ اور وسوسہ نکال دو۔ یہی ہے محبت کا مطلب اور مقصد۔ محبت کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک مقام پر ایسے جذباتی ہو جاؤ کہ اس میں Compromise نہ ہو' سمجھوتہ نہ ہو۔ اس کا تو علاج یہی ہے' اس کا علاج ہی یہی ہے کہ آپ اپنی راہ پر چلو اور اپنی محبت کی پسند اور تصدیق غیر سے کبھی نہ مانگو۔ غیر ہوتا ہی غیر ہے اور غیر نے کیا دیکھنا ہے۔ مثلاً" کوئی شخص فیصلہ نہ کرنا چاہے تو پتہ ہے کیا کرتا ہے' وہ کہتا ہے کہ کمیٹی کے سپرد کر دو اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کے متعلق کمیٹی فیصلہ کرے۔ تو کمیٹی مقرر کر دو مگر کمیٹیوں کے سپرد نہ کرو۔ مثلاً" بیان کرنے والا کہانی بیان کرتا ہے' کہتا ہے بات یہ ہے کہ وہ میرا دوست تھا' میں نے اس کی بڑی خدمت کی ہے حتیٰ کہ اس کو پیسے بھی بہت سارے دیے اور پھر ایسا واقعہ ہوا کہ وہ زیادتی کر کے چلا گیا۔ اب وہ اپنی داستان بیان کر رہا ہے اور بعد میں

پوچھتا ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا بیان لکھوں؟ اگر تم ایسے بیان کرو کہ وہ میرا دوست ہے' ہزار نقصانات کے باوجود میرا دل دوستی کو چاہتا ہے تو یہ ایک اوز بات ہو گی۔ تو لوگوں کے Opinion کو Invite کرنے والا' لوگوں سے تبصرہ مانگنے والا دراصل یہ ذوق رکھتا ہے کہ لوگ اظہار خیال کریں' اس لیے اُن کے Opinion کو Invite کرتا ہے۔ سننے والے کا شوق جو ہے یہ بولنے والے کی زبان بنتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں مسجد میں گیا' بڑی دفعہ نمازیں پڑھیں بڑا عرصہ نمازیں پڑھیں' لیکن بات نہیں بنی۔ ایسے شخص کو لوگ کہیں گے کہ چھوڑ دو نمازیں' ان میں کیا رکھا ہے۔ دوسرا آدمی کہتا ہے کہ جی اللہ کی مہربانی ہے' زیادہ نمازیں بھی نہیں پڑھیں' کہیں ایک ہی نماز پڑھی تھی اور کام ہو گیا۔ وہ کیا کہے گا؟ نماز ہوتا ہی فیض ہے جی۔ تو بولنے والا تو وہی بات کرے گا جو آپ سننا چاہتے ہیں۔ اب آپ جو سننا چاہتے ہو' وہ وہی کہے گا۔ اگر آپ نے کہا ہمارے ابا حضور بڑے ولی اللہ تھے تو وہ کیا کہے گا؟ وہ کہے گا اللہ تمہیں سلامت رکھے' مجھے پہلے معلوم ہو رہا تھا کہ تو بزرگ باپ کا بیٹا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ وہ تھے تو میرے باپ دادا لیکن کیا بتاؤں کہ کیا تھے۔ تو سننے والا کہتا ہے کہ میرا باپ بھی ایسا ہی تھا۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ سننا چاہتے ہیں وہی آپ پہلے بولتے ہیں۔ تو گویا کہ وسوسہ بھی تم ہی ہو اور سزا بھی تم ہی ہو' محروم بھی تم ہی ہو' محبوب بھی تم ہی ہو' محبت بھی تم ہی ہو اور محروم بھی تم ہی ہو۔ اس میں کوئی چیز غیر نہیں ہے۔ تو اپنے آپ کو سنبھالو۔ تم نے اپنے اندر یہ سب پیدا کرنا ہے اور اپنے یقین سے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد یاد رکھو کہ ایک راستے کا نام ہے صراط مستقیم' دو راستوں کا نام ہے وسوسہ۔ دو آدمیوں

سے فیض لینے والا فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیا کہا؟ دو آدمیوں سے فیض لینے والا محروم ہو جاتا ہے۔ شیعہ سچا ہے' سنی سچا ہے لیکن دونوں بیک وقت سچے نہیں ہیں۔ دونوں بیک وقت کیسے چل سکتے ہیں ایک راستے پر۔ اِدھر سے ایک راستہ جاتا ہے' اُدھر سے دوسرا راستہ جاتا ہے۔ داتا صاحبؒ بزرگ ہیں' خواجہ صاحبؒ بزرگ ہیں۔ خواجہ صاحبؒ قوالی سنتے ہیں' داتا صاحبؒ سنتے نہیں۔ داتا صاحبؒ قوالی سننے کی شرط بتاتے ہیں' پتہ ہے کیا؟ تین دن کا فاقہ ہو اور فاقہ پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ بھوک ہو' تمنا ہو اور کھانا نہ ملے تو اس کو فاقہ کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بندے کی صحت خراب ہو تو فاقہ کہا جائے گا' ہاں یہ نہیں ہے کہ معدہ خراب ہے' صحت خراب ہے' دوائی سے گزارہ ہو جاتا ہے اور کھایا کچھ نہیں ——— یہ فاقہ نہیں۔ تو داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بھوک ہو' تین دن کا فاقہ ہو' کھانا پکا ہوا ہو اور پھر تم کہو کہ پہلے میں نے قوالی سننی ہے' تو سن لو۔ کیا کہا؟ تب قوالی سن لو ورنہ قوالی کی آواز اور کوے کی آواز ایک ہے۔ یہ داتا صاحبؒ کہہ رہے ہیں اور خواجہ صاحبؒ خواجہ غریب نواز جو ہیں ہمہ حال قوالی۔ یہ ایک مقام ہے۔ اب یہ یاد رکھو کہ خواجہ غریب نوازؒ فیض داتا صاحبؒ سے لے رہے ہیں۔ تو گویا کہ صداقتیں اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے انگ میں پرورش پاتی ہیں۔ اس کی مثال بتاتا ہوں۔ ایک گھر' ایک گھرانہ ہے بابا صاحب یعنی بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا' آپ استاد بھی ہیں' پیر بھی ہیں' گرو بھی ہیں' مکمل ہیں' ذات ہیں۔ ان کے دو بڑے معتبر شاگرد ہیں' دو خلفاء ہیں۔ ایک کا نام ہے نظام الدین اولیاءؒ اور دوسرے کا نام ہے علاؤ الدین صابرؒ۔ ایک نے بیس سال تک کھانا ہی نہیں کھایا اور صابر کا مقام پایا۔ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں اور ان

کے دربار سے ایک جیسا فیض لے رہے ہیں اور دوسرے کے ہاں لنگر اتنا پکتا ہے یعنی نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے آستانے پر، کہتے ہیں کہ اونٹ سبزیوں کے چھلکے اٹھا کر لے جاتے تھے یعنی کہ اتنا لنگر ہے کہ بادشاہ جو ہے وہ Paralyze ہو گیا، سکتے میں آگیا کہ یہ تو ہمارے جلالِ شاہانہ سے کہیں آگے ہے۔ اب دیکھو کہ ایک حرم میں، ایک جگہ سے فیض پانے والے، ایک محبت کے دو مختلف انداز ہیں۔ کہیں جمالِ شاہانہ ہے، کہیں جلال ہے۔ اب دونوں آپس میں نہیں ملتے۔ صابری نظامی کیسے ملے آپس میں۔ اِس کا رنگ اور ہے، اُس کا رنگ اور۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ہے یہ ایک جگہ کی بات۔ اس سے آگے ایک اور بات دیکھو۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے دو شاگرد ہیں۔ ایک حضرت امیر خسروؒ ہیں۔ خسرو تو پھر خسرو ہے ناں، جب نام آتا ہے تو طبیعت خسروانہ ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے ہیں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ۔ حضور محبوب الٰہیؒ دونوں کو چاہتے ہیں اور دونوں کے رنگ الگ الگ ہیں۔ دونوں کا مزاج الگ ہے۔ تربیت ایک جگہ پر ہے۔ حضور محبوب الٰہیؒ کا جب آخری وقت آیا تو بیمار تھے۔ اندر سے آواز دی، امیر ہے؟ یعنی خسرو۔ امیرؒ تو کہیں گیا ہوا تھا۔ تو باہر سے نصیرالدینؒ بولے کہ امیر نہیں نصیر ہے۔ آپ نے کچھ کہا نہیں، بس چپ ہو گئے۔ کہنے لگے اس کا انتظار کرو۔ رخصت کا وقت قریب تھا، پھر پوچھا امیر ہے، تو باہر سے کہا جی خادم نصیر ہے۔ تیسری دفعہ پھر پوچھا تو بھی نصیرؒ بولے۔ آپؒ نے کہا کہ نظامؒ چاہے امیرؒ کو، اللہ چاہے نصیرؒ کو، جا خلافت تمہیں دیتا ہوں۔

جو محبت تمہیں نہیں ملی تو یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ تو جب محبت میں وسوسہ آ جائے تو فیصلہ کس پہ چھوڑو، فیصلہ اللہ پہ چھوڑو۔ لوگوں پہ پھر

بھی نہیں چھوڑنا اور یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ اچھا دیکھو نصیرالدینؒ کے ساتھ ایک واقعہ کہ آپ نصیرالدین چراغ دہلویؒ جو ہیں قوالی نہیں سنتے اور ان کے پیر قوالی سنتے تھے۔ اب لوگ کیا مخالف ہوں گے۔ دونوں کا مزاج الگ ہے۔ پیر تعلیم دے رہا ہے' محبت ہے' لیکن مزاج الگ ہیں۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ محبت کیسے پلتی ہے؟ مزاج مختلف ہونے کے باوجود پل رہی ہے۔ جب نظام الدینؒ جاتے ہیں نصیرالدینؒ کے پاس تو وہ قوالی کرا لیتے ہیں اور جب نصیرالدینؒ جاتے ہیں نظام الدینؒ کے پاس تو آپ قوالی بند کرا دیتے ہیں کہ نصیرؒ آگیا ہے۔ تو محبت جو ہے پالنی خود تم نے ہے۔ محبت کسی فارمولے کا نام نہیں ہے۔ محبت کون پالتا ہے؟ یہ کوئی اور نہیں پالتا۔ یہ نہ کہنا کہ جناب ہم محبت پال رہے تھے' لوگوں نے آ کے درمیان میں شوربہ میں نمک ڈال دیا ہے' لوگ یہ نہیں کر سکتے' جس طرح آپ کے ذاتی معاملے میں کوئی دخل نہیں دے سکتا اس طرح آپ کے قلبی معاملے میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ آپ کو وسوسہ کبھی نہیں آئے گا اگر آپ اپنے یقین کو پختہ رکھیں۔ تو آپ اپنی منزل کو حاصل کر لو' یقین ہی آپ کی منزل ہے۔ منزل کون ہے؟ محبوب منزل نہیں ہے' منزل کون ہے' تیرا یقین۔ منزل کون ہے؟ تیرا یقین! یقین کا نام منزل رکھو' یقین کا نام اللہ رکھو' اپنے آپ پر بھروسہ رکھو ------- تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تذبذب میں نہ ڈالے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ "میں نیک عمل کر آیا ہوں' پیسے دے آیا ہوں ان کو خیرات کے' تو بتا کیا میں نے ٹھیک کیا؟" اگر آگے سے وہ کہے کہ تو پاگل ہے' آج کل بھی کوئی پیسے دیتا ہے خیرات کے' آج کل تو نہیں ایسے کام کرتے۔ تو آپ میں اس عمل کے بارے میں وسوسہ پیدا ہو جائے گا۔

مطلب یہ کہ یہ نہ کرنا کہ اپنا عمل ہو اور جواز غیر کا ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اپنے عمل کا آپ ہی کوئی اچھا سا نام رکھ۔ اپنے عمل کی آپ سند بن۔ اپنے ایمان کو آپ ہی قوی کہہ۔ اور اپنی بخشش کا آپ ہی اعلان کر۔ کیا کہا میں نے؟ اپنی بخشش کا آپ ہی اعلان کر۔ آپ کا بھائی آپ کی بخشش نہیں کرے گا۔ کون کرے گا؟ تم خود۔ آپ کہو میں کہتا ہوں کہ میں بخشا جاؤں گا۔ پوچھیں گے کیوں؟ آپ کہو کہ میں کہتا ہوں اور میرا دل کہتا ہے کیونکہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پورا اعتماد رکھتا ہوں۔ تو جو یقین ہے وہی آپ کا حال ہے۔ اور وسوسے والا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ بخشے جائیں گے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ اب یہ نہیں بخشا جائے گا۔ تو تذبذب نہیں بخشا جاتا۔ انسان کی آخرت میں دوبارہ زندہ ہوتے وقت وہی حالت ہو گی جو مرتے وقت تھی۔ اگر تذبذب میں ہے تو اعراف میں اٹھے گا' تذبذب میں اٹھے گا۔ اس لیے یقین پیدا کر۔

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

تو یقین پیدا کر' اپنے عمل کا یقین پیدا کر۔ اگر کوئی آپ کا دوست ہے اور بہت اچھا نہیں ہے تو آپ کہو کہ میرا دوست ہے اچھا ہے کہ نہیں ہے' دوست ہے' ہم برے کے ساتھ دوستی کرتے ہیں۔ تو آپ کیا کرتے ہیں؟ چونکہ وہ میرا دوست ہے' یہ کافی ہے۔ اگر مثال کے طور پر کوئی شخص کہہ دے کہ آپ کا بیٹا جو ہے اچھا نہیں ہے۔ آپ کا کام یہ بات سننا نہیں ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمارا بیٹا ہے' چونکہ ہمارا بیٹا ہے اس لیے ہماری نگاہ میں وہی تارہ ہے۔ بیٹے کے اعمال کی پرواہ نہ کرنا بلکہ اس سے محبت کرنا۔ یاد رکھنا' کیا کہا میں نے؟ بیٹے سے محبت کرنا۔

محبت ہی اس کے اعمال میں تبدیلی پیدا کرے گی۔ تو محبت میں دوسرے سے سند نہ لو۔ محبت کی سند تم خود ہی ہو' اللہ تمہارا ہے' یہ فیصلہ تم خود ہی کرو گے۔ تمہارا رب جو کائنات کا خالق ہے' تمہارے عقیدے میں تمہارا رب کائنات کا خالق ہے بلکہ مالک ہے اور آدمی سے زیادہ دنیا اس کو نہیں مانتی۔ آپ سوچیں گے کہ تو ٹھیک ہی رہا ہے' اللہ کو تو نہیں مانتے' میں خواہ مخواہ پاگل ہوں۔ یہاں پہ آپ ایمان سے محروم ہو جائیں گے۔ اسے کہو کہ شکر ہے کہ نہ ماننے والی دنیا میں اس نے مجھے ماننے والا بنایا۔ ایک سجدہ اور کرو اس کا۔ سجدہ کیا کرو اور کہا کرو یا رب العالمین تیرا اتنا بڑا شکر ہے کہ مجھے ماننے والا بنایا نہ ماننے والی مخلوق کے سامنے' اور یہ اعجاز ہے' تیری عطا ہے ورنہ زیادہ تر لوگ تو تجھے نہیں مانتے۔ تو اللہ نے تجھے ماننے والا بنایا' ڈبل شکریہ ادا کرو' کیا کہا؟ چار دفعہ شکر ادا کر۔ ہاں جب لوگ وسوسہ ڈالتے ہیں تو تُو ایک اور شکر کر اس وسوسے والے لوگوں کے اندر تجھے محبوب کا جلوہ آشکار ہے۔ ایک دفعہ پھر سجدہ کر کہ وسوسے والی بیمار روحیں پھر رہی ہیں اور تو ایک طاقت ور روح ہے۔ تو اپنا شکر ادا کر کہ یا رب العالمین تیرا بڑا احسان ہے کہ بے یقینی کے اس دور میں مجھے یقین ملا اور وسوسوں کے زمانے میں مجھے اعتماد ملا اور پریشانیوں کے زمانے میں مجھے سکونِ قلب ملا۔ تو اور کیا چاہتا ہے ——— تو محبوب کون ہے؟ تیرا یقین۔ محبوب کون ہے؟ تیری نگاہ۔ محبوب کون ہے؟ تیرا اپنا دل۔ اور ایمان کیا ہے؟ تیرا دل۔ منزل کیا ہے؟ تیرا اپنا دل۔ یہ سب لوگ کدھر سے آ گئے۔ لوگ تو آتے ہیں صرف اس وقت میت اٹھانے جب انسان مرنے لگتا ہے۔ یقین کی موت پر لوگ آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ تھا کہ ایک دن اس نے گر

جاتا ہے۔ جس شہر پر گِدھ منڈلانے لگ جائیں' جب گِدھ زیادہ آ جائیں سمجھو کہ شہر مرنے والا ہے۔ گِدھوں کا کیا کام زندگی کے اوپر پھرنا۔ تو لوگوں کا Opinion ' لوگوں کی رائے گِدھوں کا Opinion ہے۔ جب لوگ تیرے قریب آ کر اظہار کرتے ہیں تو سمجھو تمہارا یقین مرنے والا ہے۔ اس لیے دھیان کرو اور لوگوں کے Opinion سے' رائے سے ڈرو۔ لوگوں کی بات رہنے دو' لوگ ہیں ہی کیا۔ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بچا ان لوگوں سے جو دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں' اور جو یہ کرتے رہتے ہیں کہ گرہ پر پھونک لگاتے ہیں۔ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ آپ کو پتہ ہے ولن کی تعریف کیا ہے؟ ولن' ڈرامے کا ولن' اس کو سب سے بڑی پریشانی یہ ہوتی ہے کہ محبوب اور محب کی محبت کیوں چل رہی ہے۔ اس سے پوچھو تم آزردہ کیوں ہو' پریشان کیوں نظر آ رہے ہو۔ کہتا ہے کیا یہ کم پریشانی ہے کہ تم مجھے خوش نظر آ رہے ہو۔ کہتا ہے کہ یہ لوگ خوش ہیں اور یہی میری پریشانی ہے اور مجھے خوشی تب ہو گی جب تک انہیں پریشان نہ کروں۔ تو ولن کی تعریف یہ ہے کہ وہ جب کسی صاحبِ یقین کو دیکھتا ہے تو اس کے گھر میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور بجھ گئے جب تیرے یقین کے چراغ یعنی جب بجھ جاتے ہیں تیرے چراغ تو پھر اس کے گھر میں چراغ جلتا ہے کہ میں آج بجھا آیا ہوں اس کا دیا۔ اس لیے اپنے دیے کو آندھیوں کے سامنے نہ لے جاؤ۔ بات اپنے دل میں رکھ۔ اپنے اندر قائم رکھ۔ تیرا راستہ تجھے خود ہی ملے گا۔ آپ کو یاد رکھنے والی ایک بات بتاتا ہوں کہ جو شخص بداعمال ہو وہ شخص زیادہ اظہار نہ کرے کہ ایسا مسلمان ہے بلکہ چپ رہے اگر وہ اسلام کا دعویدار ہو جائے تو لوگ کہیں گے کہ یہ ہے اسلام تیرا؟ جب لوگ تجھ سے پوچھیں

کہ اے نیک انسان' اے اچھے انسان' اچھا سلوک کرنے والے' تو نے یہ بات کہاں سے پائی؟ پھر کہنا کہ میں مسلمان ہوں۔ تُو خوبیاں نہ بتا بلکہ خوبی عمل کی دکھا۔ تو محبوب کے نام کی کوئی نیاز دے' کھانے والے تیرے محبوب کی تعریف کریں گے۔ کیا کہا؟ نیاز دے محبوب کے نام کی' کھانا کھلاؤ' لنگر کھلاؤ' پھر لوگ پوچھیں گے کہ سرکار کاہے کا کھلا رہے ہو۔ تو کہتا ہے کہ محبوب کے نام کی ہے' تو وہ کہے گا کہ تیرے محبوب کی خیر ہو۔ تم کسی کو چپت مارو اور کہو کہ میرے محبوب نے کہا ہے' تو وہ کہے گا کہ تیرا محبوب بھی ایسا ہی ہو گا۔ اس لیے تیرا عمل اگر لوگوں کے ساتھ خراب ہے تو لوگ تیرے محبوب پر حملہ کریں گے۔ کب کریں گے؟ جب لوگ تجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ جو تجھ سے محبت کرے گا وہ تیرے محبوب سے محبت کرے گا۔ Love me love my dog even محبت کرنے والے آپ کی ہر چیز سے محبت کریں گے۔

ان باتوں پہ غور کریں تو وسوسہ اور تذبذب سے نکل کر انسان یقین اور محبت کی دنیا میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ دعا کرنا چاہیے کہ اللہ ہمیں وسوسوں اور تذبذب سے نکالے اور اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عطا فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الرّاحمین

ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہو گا۔
- دعا دراصل ندا ہے' فریاد ہے' مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے' جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

علم

اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نا معلوم اور لا معلوم بھی علم ہے۔
علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا، تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔
وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔
زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو، کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطاکار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

تصانیف

واصف علی واصفؒ

-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)
-5	The Beaming Soul	
-6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
-8	شب راز	(اردو شاعری)
-9	بات سے بات	(نثر پارے)
-10	گمنام ادیب	(خطوط)
-11	گفتگو_۱	(سوال جواب)
-12	گفتگو_۲	(سوال جواب)
-13	گفتگو_۳	(سوال جواب)
-14	گفتگو_۴	(سوال جواب)

-15 گفتگو۔۵ (سوال جواب)

-16 گفتگو۔۶ (سوال جواب)

-17 گفتگو۔۷ (سوال جواب)

-18 گفتگو۔۸ (سوال جواب)

-19 گفتگو۔۹ (سوال جواب)

-20 گفتگو۔۱۰ (سوال جواب)

-21 گفتگو۔۱۱ (سوال جواب)

-22 Ocean in a drop

-23 گفتگو۔۱۲ (سوال جواب)

-24 گفتگو۔۱۳ (سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز ۳۰۱۔اے جوہر ٹاؤن لاہور

http://www.wasifaliwasif.com

مصنف